Presented by: https://jafrilibrary.com

عشرۂ مجالس

قرآن کی قسمیں

اور حروفِ مقطعات

۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء

جدّہ و مکّۂ معظّمہ (سعودی عرب)

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

نام کتاب : عشرۂ مجالس قرآن کی قسمیں

مقرر : علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

اشاعت : اوّل (۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۰۱۱ء)

تعداد : ایک ہزار

کمپوزنگ : طارق وحید

قیمت : ۲۵۰ روپے

ناشر : مرکزِ علومِ اسلامیہ

.....کتاب ملنے کا پتہ.....

مرکزِ علومِ اسلامیہ

فلیٹ نمبر 102 ، مصطفیٰ آرکیڈ، سندھی مسلم کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی

کراچی۔ فون: 02134306686

website: www.allamazameerakhtar.com

فہرست

پہلی مجلس

نذرِ ختمی مرتبت

۱۲۔ طٰہٰ کالفظ رسولؐ کے لئے اور تطہیر کا لفظ بیٹی کے لئے ------------

۱۳۔ لفظ اُمّی پورے قرآن میں حضورؐ کے لئے دومرتبہ استعمال ہوا------

۱۴۔ کم عہدہ پہلے اور برتر عہدہ بعد میں ملتا ہے -----------------

۱۵۔ جسے لکھنا نہ آتا ہو وہ قلم نہیں مانگا کرتا --------------------

۱۶۔ جسے پڑھنا نہیں آتا وہ کیا پڑھے گا ------------------------

۱۷۔ سورۂ آلِ عمران، نام میں تحریف کس نے کی؟ ---------------

۱۸۔ علیؑ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا----------------------

۱۹۔ بنی ہاشم کے بچے نثر میں خطبہ فدک اور نظم میں دیوانِ ابوطالبؑ پڑھتے تھے

۲۰۔ ہمارے جد دنیا کی ستاسی زبانوں میں لکھ اور پڑھ سکتے تھے، قولِ امام تقیؑ

۲۱۔ امام علی نقیؑ کی زبان سے مَس ہوئی ٹھیکری ابوالہاشم کو ہر ملک کی زبان آ گئی

۲۲۔ شیعہ مجمعے میں تقریر کرنا جنّت کے گلزار میں تقریر کرنا ہے --------

۲۳۔ حضرت ابراہیمؑ کو آخری عہدہ امامت کا ملا ----------------

۲۴۔ کائنات میں سب سے بڑا مرتبہ امامت ہے ----------------

۲۵۔ حسنؑ اور حسینؑ کو امامت دو طرف سے ملی------------------

۲۶۔ لفظ اُم کے دوسو ستاسی معنی ہیں -------------------------

۲۷۔ رسولؐ نے اپنے بعد ایک کتاب ایک علم قائم چھوڑا، فرمانِ معصوم ---

۲۸۔ غدیر کے روز علیؑ کو ہاتھوں پر بلند کیوں کیا تھا؟ ---------------

۲۹۔ اسماعیلؑ کی ماں مصر کی شہزادی تھیں --------------------

۳۰۔ دو دریاؤں کا سنگم عالمِ انسانیت کے لئے نعمت بن جاتا ہے -------

۳۱۔ علم و نور کے دو دریاؤں کا ساتھ ساتھ چلنا اور ملنا --------------

دوسری مجلس

نذرِ حضرت فاطمہ زہراؑ

صفحہ نمبر ۶۰ تا ۸۶

تیسری مجلس

نذرِ ابوطالبؑ

صفحہ نمبر ۸۶ تا ۱۰۶

چوتھی مجلس

نذرِ خاندانِ ابوطالبؑ

پانچویں مجلس

نذرِ بابِ مدینۃ العلم

صفحہ نمبر ۱۲۸ تا ۱۵۴

۲۔ قسمیں واضح ہیں مگر حروف واضح نہیں ہیں ——————————

۳۔ قرآنِ پاک کے اُنتیس سورے، حروفِ مقطعات سے شروع ہوتے ہیں

۴۔ قرآن آسان عربی زبان میں تو حروفِ مقطعات کے معنی کیوں نہیں

۵۔ جب معنی جاننے کی ضرورت نہیں تو نازل کیوں کیا گیا؟——————

۶۔ قرآن کے پارے عثمان کے دورِ خلافت میں بنے ——————

۷۔ علیؑ نے قرآن نزولِ آیات، تاریخ، دن اور وقت کے لحاظ سے ترتیب دیا

۸۔ آج کی ترتیب میں پہلی آیت آخر میں اور آخری آیت پہلے——————

۹۔ اسلام کے فرقے قرآن پر جھگڑے کے باعث بنے——————

۱۰۔ رسولؐ کی وحی سمجھنے کے تین راستے ہیں ——————

۱۱۔ اصحاب صرف مسجد کی اور ازواج صرف حجرے کی باتیں بتا سکتی ہیں۔

۱۲۔ ''چ'' عربی میں نہیں ہوتا، حدیث میں چین کہاں سے آ گیا؟ ——

۱۳۔ چین کو عربی میں غصن کہتے ہیں ——————

۱۴۔ شہرِ علم کی موجودگی میں چین جانے کی کیا ضرورت ——————

۱۵۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے لوگ چین کیوں نہیں جاتے ——————

۱۶۔ علیؑ نے دارالحکومت کیوں تبدیل کیا؟ ——————

۱۷۔ سیاست اور علم اِکٹھے پروان نہیں چڑھ سکتے ——————

۱۸۔ علیؑ کو ایک یونیورسٹی بنانی تھی کوفہ تجارتی مرکز تھا ——————

۱۹۔ مسجدِ کوفہ یونیورسٹی میں تبدیل ہوگئی ——————

۲۰۔ کمیلؑ کو دعاؤں کا علم دیا ——————

۲۱۔ علم منایا اور علم بلایا میثم تمارؑ کو دیا ——————

چھٹی مجلس

اُردو زبان کی فضیلت

صفحہ نمبر ۱۵۵ تا ۲۰۷

۲۲۔ مچھلی میں ظہور بھی ہے غیب بھی ہے ------------------------

۲۳۔ کافر قوم سمجھ گئی کہ قلم کام آئے گا، مسلمان نہ سمجھے ------------

۲۴۔ علیؑ، سلمانؓ اور ابوذرؓ کیوں قلم دیتے؟ ----------------------

۲۵۔ بغیر علیؑ کے کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہو سکتے ------------------

۲۶۔ میں وہی لکھواؤں گا جو میرے جد لکھوانا چاہتے تھے -----------

۲۷۔ جو نور ہے وہی قلم ہے ------------------------------

۲۸۔ دنیا میں سب سے زیادہ مجالس اُردو زبان میں ہوتی ہیں --------

۲۹۔ امروہے میں ہر تیسرا آدمی یا شاعر یا خطّاط ------------------

۳۰۔ میر تقی میرؔ، نظیرؔ اکبر آبادی اور مرزا غالبؔ آگرے میں پیدا ہوئے تھے

۳۱۔ غالبؔ حضرت علیؑ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے، اس سلسلے میں اُن پر "نُصیری" ہونے کا الزام لگایا جاتا تھا، انھوں نے اس کی تردید کی ہے
"دینِ حق دارم معاذ اللہ نُصیری نیستم" ----------------------

۳۲۔ غالبؔ "تعزیہ داری" کو ایمان سمجھتے تھے، نوحہ و مرثیہ اور سلام کو بخشش کا سہارا سمجھتے تھے، مصائب حضرتِ امام حسینؑ میں گریہ و بُکا کو عینِ ثواب سمجھتے تھے۔

۳۳۔ غالبؔ شیعہ اصولِ دین پر ایمان رکھتے تھے -----------------

۳۴۔ غالبؔ حضرت علیؑ کو "خلیفہ بلا فصل" مانتے تھے۔

۳۵۔ غالبؔ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ سے جنگ کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

۳۶۔ غالبؔ کے ایک شعر کا مفہوم "دنیا کا مرکز مکّہ ہے اور مکّے کا مرکز خانۂ کعبہ ہے اور کعبے کا مرکز وہ جگہ ہے جہاں حضرت علیؑ کا ظہور ہوا۔

۳۷۔ "شاہد" سے مراد حضرت رسولِ خدا اور "مشہود" سے مراد ہیں حضرت علیؑ۔

۳۸۔ جس کے دل میں ''عشقِ علیؑ'' ہوتا ہے آگ اُسے نہیں جلاسکتی۔

۳۹۔ جس نے حضرت علیؑ کو اپنا سمجھا دنیا کے غم اُس سے دُور رہتے ہیں۔

۴۰۔ غالبؔ حضرت علیؑ کو اپنا مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے تھے، وہ ہر مصیبت میں اور ہر آفت و بلا میں حضرت علیؑ کو پکارتے تھے۔

۴۱۔ غالبؔ حضرت علیؑ سے فریاد کرتے ہیں، مجھے آپ نجف میں بلوالیجئے۔

۴۲۔ غالبؔ کا عقیدہ ہے ''نامِ علیؑ کا تعویذ بازو پر ہو تو انسان ہر بلا و مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔

۴۳۔ حضرت علیؑ دوشِ رسولؐ پر قدم رکھ کر بلند ہوے، اِس میں کیا راز تھا؟

۴۴۔ غالبؔ کہتے ہیں ''مجھے دُلدُل'' سے اس قدر الفت و عشق ہے کہ جہاں کہیں اُس کا قدم ہو وہیں میری جبیں ہو۔

۴۵۔ غالبؔ کہتے ہیں حضرت علیؑ کا نام ''اسمِ اعظم'' ہے۔

۴۶۔ میر انیسؔ کی شاعری میں حضرت علی اکبرؑ کی مدح

۴۷۔ علی اکبرؑ کو بچپن سے اذان دینے کی عادت پڑ گئی تھی ------------

۴۸۔ ایک یہودی حضرت علی اکبرؑ کی صورت دیکھ کر ایمان لے آیا ------

۴۹۔ شہزادہ علی اکبرؑ کی ماں سے الوداعی گفتگو ------------------

۵۰۔ شہزادہ علی اکبرؑ کے مصائب --------------------------

ساتویں مجلس

عُروسُ القرآن

صفحہ نمبر ۲۰۸ تا ۲۲۱......

۱۔ سورۂ الحمد کو اُم الکتاب اور سورۂ یٰسین کو قلبِ قرآن کہتے ہیں ------

۲۔ شاعر گمراہ ہیں ان کی پیری نہ کرنا --------------------------

۳۔ وہ شعراء جو ایمان لائے اور مظلوموں کی مدد کی وہ راہِ حق پر ہیں ----

۴۔ نصرت کا ایک طریقہ شاعری بھی ہے ----------------------

۵۔ کافر کے الفاظ مظلوم کی مظلومیت کو اُبھارتے ہیں --------------

۶۔ عرب کے لوگ حضورؐ کو چڑھاتے تھے --------------------

۷۔ جادوگر، شاعر اور دیوانہ دلچسپی کا مرکز ہوتے ہیں --------------

۸۔ حضورؐ تینوں محاذوں پر لڑے اور فتح پائی --------------------

۹۔ ایک محاذ پر بزرگ، ایک پر عورت اور ایک پر بچے کو لائے --------

۱۰۔ سورۂ رحمٰن عُروسُ القرآن یعنی قرآن کی دلہن ہے -------------

۱۱۔ سمندر جاری نہیں ہوتا دریا جاری ہوتا ہے -------------------

۱۲۔ دو سمندر ساتھ ساتھ کیسے چل سکتے ہیں؟ ----------------------

۱۳۔ دنیا کی سب سے بڑی تہذیب، سب سے بڑا ملک نینوا کا دارُالحکومت تھا

۱۴۔ کوفہ اور سامرا بغداد کے محلے تھے -------------------------

۱۵۔ ابراہیمؑ کے والد کا نام تارّخ اور والدہ کا نام مثلی تھا -------------

۱۶۔ کربلا کا پرانا نام دورِ ابراہیمیؑ میں کربِ الٰہ تھا -----------------

۱۷۔ سولہ سال کی عمر میں ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا -------------

۱۸۔ ابراہیمؑ میرے شیعوں میں سے ایک شیعہ تھا -----------------

۱۹۔ شیعوں کا وجود حضورؐ کے سامنے تھا -------------------------

۲۰۔ صفا و مروہ پر حضرت آدمؑ اور حواؑ کی ملاقات ہوئی تھی ------------

۲۱۔ زم زم مصری زبان کا لفظ ہے ---------------------------------

۲۲۔ ہاجرہؑ سے حسینؑ تک کبھی کسی نے پانی پر اختیار ظاہر نہیں کیا --------

۲۳۔ مکہ شہر کی بانی ایک ماں ہے ---------------------------------

۲۴۔ عربی زبان کی مؤجِد حضرت ہاجرہؑ ہیں ----------------------

۲۵۔ زبان وراثت میں ماں کی طرف سے ملا کرتی ہے --------------

۲۶۔ کعبہ داما دوں کی یادگار ہے ----------------------------

۲۷۔ خاندانِ قریش سے متعلق تفصیلی گفتگو ----------------------

۲۸۔ حضرت خدیجہؑ عرب کی پہلی خاتون جن کے پاس ستر ہزار اونٹ تھے

۲۹۔ جنابِ خدیجہؑ کے تجارتی قافلے صحرا میں لُٹنے لگے --------------

۳۰۔ عرب میں تجارت کا شعور جنابِ ابوطالبؑ نے پیدا کیا ----------

۳۱۔ مشترکہ کمپنی کو لمیٹڈ (limited) کہتے ہیں، عربی میں ایلاف ----

۳۲۔ ڈاکوؤں کی بھی ایک تاریخ ہے لوٹ مار، ڈاکہ وراثت میں ------

۳۳۔ سقیفہ میں لوٹ کا مال تقسیم ہوتا تھا ------------------------

۳۴۔ جنابِ ابوطالبؑ سیاستِ الٰہیہ کے نمائندے تھے --------------

۳۵۔ رسولؐ اللہ کی تجارتی قافلہ لے کر شام روانگی ---------------

۳۶۔ ابوطالبؑ اور خدیجہؑ کے عمل کو خدا نے اپنا عمل کہا -----------

۳۷۔ محمدؐ کے دشمن کو خدا کبھی سرسبز و شاداب نہ کرے -------------

۳۸۔ عرب والوں نے ہمیشہ اہل بیتؑ کو چوتھا نمبر دیا --------------

۳۹۔ جنابِ سیدہؑ کی امیرالمومنینؑ سے شادی ---------------------

۴۰۔ حضرت قاسمؑ کی شادی اور شہادت --------------------------

آٹھویں مجلس

قرآن کا طنز و مزاح

صفحہ نمبر ۲۴۲ تا ۲۶۷

۱۔ مالکِ کائنات نے قسموں کے ذریعے بہت سی باتیں کہی ہیں ------

۲۔ ایک چھوٹا سا محاورہ پوری تاریخ سناتا ہے ------------------

۳۔ قرآن میں "تَبَّتْ یَدَآ" کونسا ہے قرآن کا لفظ "زَنِیْمٍ" لُغت میں گالی ہے

۴۔ ابتر کے معنی مسلمان مفسروں نے دم بریدہ لکھے ہیں ------------

۵۔ دشمنانِ آلِ محمدؐ کا ذکر بعض لوگوں کو ناراض کرنا ہے ------------

۶۔ ابتر کا الف آخر میں ت پہلے کیا بنتا ہے ------------------

۷۔ صداقت اور عدل کی تصویر ہمیشہ علیؑ بنے ------------------

۸۔ قرآن کے محاورے موقع کی مُناسبت سے ------------------

۹۔ روزہ، رات کی سردی، دن کی تیز دھوپ اور خندق کی کھدائی ------

۱۰۔ دیدے ناچنے لگے، سروں پر طائر بیٹھ گئے، کلیجے گلے میں اَٹک گئے

۱۱۔ خیمۂ رسولؐ پر حملہ کرنے والا کتا ہوتا ہے --------------------

۱۲۔ میدان میں بٹتی خلافت نہ لی سقیفہ والوں نے --------------

۱۳۔ خندق کھدوانے کی وجہ کیا تھی؟ --------------------------

۱۴۔ ایک صحابی کی مضحکہ خیز کارکردگی میدانِ جنگ میں ------------

۱۵۔ خندق میں سب کو روک کر علیؑ کی جنگ دکھائی تھی ------------

۱۶۔ اگر ایک ضربت کام نہ آتی تو اسلام ختم تھا ------------------

۱۷۔ کُلِ ایمان کی کُلِ کفر سے جنگ، سستی جنّت بھی نہ ملی ------------

نویں مجلس

مجلس عاشور

صفحہ نمبر ۲۶۸ تا ۲۸۰

دسویں مجلس

نذرِ حضرت زینبؑ

صفحہ نمبر ۲۸۱ تا ۳۰۳

گیارھویں مجلس

نذرِ فضہؑ

صفحہ نمبر ۳۰۴ تا ۳۲۱

بارھویں مجلس

سورۂ یوسف اور فضائلِ اہلِ بیتؑ

صفحہ نمبر ۳۲۲ تا ۳۴۳

۱۴۔ جبریلؑ امین تحفے میں سورۂ یوسف لائے تھے ---------------

۱۵۔ یوسفؑ کے قصے میں کل چودہ کردار ہیں ---------------

۱۶۔ سب سے بہترین قصہ چودہ کا ہوتا ہے ---------------

۱۷۔ صرف نبی نہیں، خدا بھی تقیہ کرتا ہے ---------------

۱۸۔ علیؑ! اگر ہم تمہاری وہ فضیلتیں بیان کردیں جو ---------------

۱۹۔ کچھ فضیلتیں علیؑ کی رسول نے چھپائیں ---------------

۲۰۔ جملہ ائمہ کے قاتلوں پر علانیہ لعنت ---------------

۲۱۔ جب وارث آئے گا، پرچم کھولے گا، دادی کے قاتلوں کا نام بتائے گا

۲۲۔ تاریخ میں قاتلوں نے لہوڑگا کر تحریک چلانا چاہی ---------------

۲۳۔ کربلا سے متعلق جملہ اعتراضات کا جواب سورۂ یوسف ہے ------

۲۴۔ رونے والے سے لوگ وجہ پوچھتے ہیں ---------------

۲۵۔ جب مقتول کا ذکر ہوتا ہے تو قاتل کا نام آتا ہے ---------------

۲۶۔ رونے کو روکنے والا قاتل کا ساتھی ہوتا ہے ---------------

۲۷۔ غم حسینؑ سے روکنا، سقیفہ پر پردہ ڈالنا ہے ---------------

۲۸۔ ہادی موجود ہے، اُمت پہچان نہیں رہی ہے ---------------

۲۹۔ دعبل کی بہن کا شکوہ اور امام رضاؑ کی عنایت ---------------

۳۰۔ مصر والے اُمت مسلمہ سے بہتر تھے، قلم کاغذ دے دیا ---------------

۳۱۔ جس گھر کی روٹیوں کا وزن آیتیں ہوں خود اُن کا اپنا وزن کیا ہوگا؟ -

۳۲۔ زہراؑ کے ہاتھ کی ایک روٹی دو آیتوں میں تُلتی ہے ---------------

۳۳۔ بچوں کی گواہی قدرت کے ہاں قبول ہے ---------------

---☆---☆---
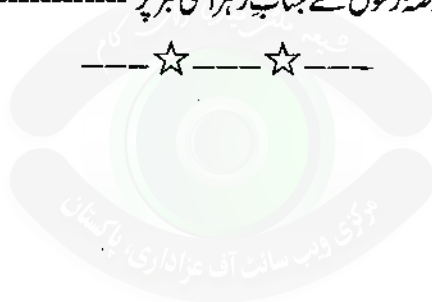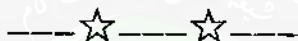
علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی:

پیش لفظ

۱۹۸۵ء میں مَیں نے حج کیا، حج کی شرط یہ تھی کہ جدّہ (سعودی عرب) کے مومنین نے مجھے حج کا ٹکٹ اور حج کے اخراجات بھیجے تھے اور خواہش کی تھی کہ حج کے بعد آپ کا قیام جدّے میں رہے گا اور محرم کا عشرۂ اوّل پڑھ کر مجلس سوئم کے بعد آپ کراچی واپس جائیں۔ مجھے یہ شرط پسند آئی میں نے حج بھی کیا اور جدّہ میں عشرہ بھی پڑھا۔

دو مجلسیں مکّۂ معظمہ میں منعقد ہوئیں، ایک مجلس مدینہ منورہ میں ہوئی اور اس طرح حرمین شریفین میں خطاب کا شرف حاصل ہوا، یہ بھی آلِ محمدؐ کا کرم ہے، ایک تقریر عرفات میں بروزِ عرفہ ۹ ذی الحج کو ہوئی اور دوسری تقریر منیٰ میں ہوئی اس طرح پورے حج میں ذکرِ اہلِ بیتؑ ہوتا رہا یہ بھی ایک بڑا شرف حاصل ہوا، جدّہ کے قافلے والوں کو حج بھی کروایا یہ ثواب الگ سے ملا۔ جہاں جہاں کی زیارتیں کی تھیں اُن کی تفصیلات میں نے اپنے ایک عشرے ''محسنین اسلام'' میں بیان کر دی ہیں۔

جدّہ کے مومنین نے عمدہ ہدیہ بھی دیا جس سے مجھے اپنے کتب خانے کو از سرِ نو ترتیب دینے کا موقع ملا اور ۱۹۸۵ء میں جو کتابیں شائع ہوئی تھیں کچھ رقم اس پر

صرف ہوئی، عرصۂ دراز سے کروڑوں روپے میں عزاداری اور تبلیغی کتب کی اشاعت پر خرچ کر چکا ہوں۔ اگر آج یہ رقم جمع کرتا تو کروڑوں روپے کی جائیداد میرے پاس ہوتی۔

کراچی کے شیعوں کو اپنی اولاد سمجھ کر پچاس برس سے عزاداری، معاشرتی مدد اور کتب کی اشاعت پر خرچ ڈالا۔ خدا کا شکر ہے کہ کراچی کے شیعوں نے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کے صلے میں مجھے سانحہ جامعہ سبطین گلشنِ اقبال کا تحفہ پیش کیا، منبر پر لگائے ہوئے میرے ہاتھ کے عَلَم، پنجے اور پرچم اُکھاڑ کر پھینک دیئے اور فرشِ عزا پر جوتے سمیت قدم رکھے۔

عزاداری اور عزاداروں کو زخمی کیا، عشرۂ چہلم جو عرصۂ تیس برس سے شان و شوکت سے ہو رہا تھا اُسے بند کروا دیا۔ میرے لئے یہ تحفے بہت قیمتی ہیں جو کراچی کے بعض شیعوں کی طرف سے ملے ہیں۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

☆ ☆

فیاض زیدی

پیش لفظ

قسم اور قرآن دونوں ''ق'' سے شروع ہوتے ہیں، ''ق'' حروف مقطعات میں شامل ہے، اور قرآن کے پچاسویں سورہ کا نام بھی ''ق'' ہے۔ قسم کے معنی حلف، پکا عہد، یا ارادہ اور قسم کھانے کے معنی عہد کرنا، قول دینا، حلف اُٹھانا، صاف انکار کر دینا ہیں۔ قسم کیوں کھائی جاتی ہے یہ بتانے کی گرچہ ضرورت نہیں بس یوں سمجھ لیجئے کہ قسم اپنی بات میں پوری سچائی کو ثابت کرنے کے لئے اپنے سے قیمتی یا اپنی سب سے پیاری یا اپنے عقیدے کے مطابق مقدس ترین چیز کی کھائی جاتی ہے۔

اُستادِ محترم علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی ۱۹۸۵ء مطابق ۱۴۰۶ھ میں حج کی سعادت سے مستفید ہونے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے، یہ عشرۂ مجالس جو کہ دوازدہ مجالس پر مشتمل ہے سرزمینِ عرب، یعنی سرزمین اسلام پر پڑھا گیا۔ قرآن نازل مکہ میں ہوا، اور قرآن پہ زور بھی اہلِ بیتؑ سے زیادہ دیا جاتا ہے، اسی فکر کے پیشِ نظر علامہ صاحب نے عنوان کا انتخاب کیا۔ سرزمینِ عرب پر میرے خیال میں کسی اُردو ذاکرِ حسینؑ کا یہ پہلا اور ہمہ پہلو کامیاب ترین عشرۂ مجالس تھا جس میں حاجیوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی تھی اور اُس برس کا حج واقعی حج بن گیا تھا، کہ ذکرِ حسینؑ ہو رہا تھا، اُس حسینؑ کا ذکر جسے حج نہ کرنے دیا گیا۔

امام نقیؑ نے فرمایا تھا کہ ہمارے جد ستاسی زبانوں میں لکھ پڑھ سکتے تھے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ خدا نے قرآن میں ستاسی ہی مقامات پر قسمیں بھی کھائی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر خدا کو بھی اپنی بات منوانے کے لئے قسمیں کھانی پڑی ہیں تو کیا خدا مجبور ہو گیا تھا اور پھر خدا سے قیمتی بزرگ، پیارا اور کون ہو سکتا ہے، جس کی قسم خدا کھائے گا۔ آپ تمام قسموں کا مطالعہ کر جائیے۔ رات کی قسم، نکلتے ہوئے سورج کی قسم، پیچھے پیچھے آتے ہوئے چاند کی قسم، دس راتوں کی قسم، زیتون کی قسم، قلم دوات کی قسم، نہ مولوی سمجھ سکا نہ مفتی اور مقصّر کا تو ذکر ہی بیکار ہے۔ مفسرینِ قرآن اس کی تفاصیل بتانے سے ہمیشہ قاصر رہے اور رہیں گے۔

دراصل ان تمام قسموں کا پس منظر کچھ اور ہے۔ ظاہری الفاظ اور ہیں باطنی واقعات کچھ اور ہیں۔ مشہور ہے خدا جسے چاہے فہم و فراست عطا کرتا ہے اور بنا تمسّکِ اہل بیتؑ نہ عقل ملتی ہے نہ علم نصیب ہوتا ہے۔ جو معرفت کی ابتدائی منزلیں ہیں۔ اللہ نے چاہا کہ ان حروفِ مقطعات اور قسموں کو راز میں رکھ کر صرف علیؑ کے چاہنے والوں کو اس کا ادراک عطا کیا جائے۔ قسمیں اور حروفِ مقطعات کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بڑے بڑے شیخ الاسلام اور شیخ القرآن گزر گئے، مگر نہ حروفِ مقطعات سمجھا سکے نہ قسمیں کھانے کی وجہ اِدھر اُدھر کی ہانک کر چلے گئے۔ دیکھا جائے تو قرآن قدم قدم پر یہ بتا رہا ہے کہ درِ اہلِ بیتؑ پر سرخم کیئے بغیر مجھے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مگر مسلمان کیا کرے، بزرگوں کے کہے (کتاب کافی ہے) یہ چلا جا رہا ہے۔

علامہ صاحب نے انتہائی سوچ بچار کے بعد ابتدائی مجالس اُن ہستیوں کے نام منسوب کیں جن کا تعلق ہر لحاظ سے سرزمین مکہ اور مدینہ یعنی عرب سے رہا۔ اگر میں صرف اس منسوبیت پر لکھنا شروع کروں تو زیادہ تو نہیں کم از کم سو صفحات تو درکار ہوں گے۔ یہ سب فیض کفش برداریٔ استاد محترم اور اُن کی مجھ سے محبت ،

شفقت، عنایت اور نگاہِ دُور رس کا ثمر ہے۔ بہر حال عنوانات لکھنے پر ہی گزارا کر رہا ہوں۔ پہلی مجلس نذرِ ختمی مرتبتؐ، دوسری مجلس نذر شہزادی کونینؑ، تیسری مجلس محسن اسلام حضرت ابو طالبؑ، چوتھی مجلس خاندانِ ابو طالبؑ، پانچویں بابِ مدینۃ العلم، چھٹی اُردوزبان کی فضیلت، ساتویں عروس القرآن، آٹھویں قرآن کا طنز و مزاح، نویں مجلس عاشور، دسویں مجلس گیارہ محرم الحرام، گیارھویں مجلس جنابِ فِضّہ اور بارھویں مجلس سورۂ یوسف اور کربلا، بلندیٔ فکرِ خطابت کی داد کیا دی جائے کہ ہر عنوان کا تعلق قرآن سے ہے۔ اب اگر آپ ثابت کروانے پر مُصر ہیں، تو سنئے پہلی پانچ مجالس تو ہیں ہی قرآن، چھٹی مجلس اُردو زبان، دنیا اُردو زبان ہی نہ سمجھی قرآن کیا سمجھے گی۔ علامہ صاحب نے فرمایا کہ اُردو زبان نے اپنی ابتدا علیاً ولی اللّٰہ پڑھ کر کی، اور پوری دنیا میں پھیل گئی اور سب سے زیادہ عزاداری اُردو دان ہی کرتے ہیں، کربلا اور قرآن کا سب سے زیادہ نظم ونثر میں ذکر اُردو زبان میں ہی ہوا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

سورۂ رحمٰن پر ایسی تفسیر کہاں پڑھنے اور سننے کو ملے گی، میں ساتویں مجلس کی بات کر رہا ہوں، علامہ صاحب نے سورۂ رحمٰن کی تفسیر کرتے کرتے، پورے عرب کی تاریخ اور جغرافیہ بتا دیا۔ جو وہاں کے رہنے والوں کو بھی معلوم نہیں ہے۔ دنیا کی سب سے قدیم تہذیب کے مرکز کا نام نینوا تھا۔ مکہ شہر کی بانی ایک ماں ہاجرہؑ زوجہ ابراہیمؑ اور قرآن کہہ رہا ہے کہ ابراہیمؑ ہمارا شیعہ تھا۔ یہ تو جملہ معترضہ لیکن اب بات آ گئی ہے تو سن لیجئے کہ حج شیعوں کے شہروں میں ہوتا ہے اور اکثریت شیعہ مخالفین کی ہوتی ہے۔ قرآن کوئی خشک کتاب ہے نہیں اور نہ ہی طنز و مزاح بدعت ہے۔ قرآن میں طنز و مزاح کے ساتھ ساتھ اللہ نے عورتوں کے انداز میں کوسے بھی

دیئے ہیں۔ خندق کیوں کھدوائی گئی تا کہ سب کو روک کر علیؑ کی جنگ دکھائی جائے اور بدقسمتی کی انتہا ہوگئی کہ رسولؐ اللہ مفت جنّت بانٹ رہے تھے اور لینے والا کوئی نہ تھا۔

یومِ عاشور دو قسموں کے درمیان ہے۔ مجھے قسم ہے صبح کی، مجھے قسم ہے دس راتوں کی، مجھے قسم ہے ایک کی، مجھے قسم ہے دو کی، اللہ نے کتنی فصاحت و بلاغت سے کربلا کے منظر اور اُس کی تاریخ کو چند قسموں میں محفوظ کیا۔ صبح وہی جس کا تعلق دس راتوں سے ہے، کون سی دس راتیں جو ایک صبح کے ساتھ آئی تھی؟ کربلا میں تین امام بیک وقت موجود تھے، اللہ نے قسم کھا کر بتلایا کہ مجھے حسینؑ ابن علیؑ کی قسم، مجھے زین العابدینؑ کی قسم، مجھے محمد باقرؑ کی قسم، اور پھر سورۂ عصر میں کہا کہ انسان گھاٹے میں ہے، کربلا میں کون گھاٹے میں تھا اور کون سے انسان عمل صالح کر رہے تھے، صاحب ایمان تھے اور ایک دوسرے کو حق و صبر کی تلقین بھی کر رہے تھے۔ فضائل حق ہوتے ہیں اور مصائب صبر یہی ہماری مجلسوں کی تعریف ہے۔

دسویں مجلس میں علامہ صاحب نے گھوڑوں کی عجب حالت بیان کی ہے کہ وہ دوڑ بھی رہے تھے اور گریہ و زاری بھی کر رہے تھے۔ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح انہیں گھوڑوں کی شبیہ کے صدقہ میں پیدا ہوئے، ذوالجناح کہلائے مگر واہ رے متعصب مسلمان اور تاریخ دان ذوال ہٹا دیا بے معنی لفظ جناح رہنے دیا، کیا کریں کلمہ مختصر اور لمبی صلوٰۃ کے عادی جو ہوئے۔ کیا جملہ ماشاء اللہ گیارھویں مجلس کا ہے کہ فِضّہ محبتِ اہل بیتؑ کی شہزادی ہیں۔ ہارون ملعون کا دربار، تین سو سوال، اور کنیزِ اہل بیتؑ حُسنیہ کے تڑ تڑ جواب، درِ اہلِ بیتؑ کی کنیزوں سے درباری مولوی اور غاصب خلفاء سب عاجز تھے، سورۂ دہر میں تین بار فِضّہ کا ذکر کوئی معمولی بات نہیں، مجبوراً مقصر کو بھی پڑھنا پڑتا ہے۔

بارھویں اور الوداعی مجلس میں علامہ صاحب نے سامعین کی فرمائش پر پہلی بار عربی زبان میں خطبہ پڑھا، آج تک کسی نے کربلا کا تقابل سورۂ یوسفؑ سے نہیں کیا لیکن یہ میرے اُستادِ محترم کا کمال تھا کہ پہلے سورۂ یوسفؑ کے اہم واقعات سُنا کر پھر کربلا سے مماثلاتی تجزیہ نذرِ سامعین کیا۔ کھلی ہوئی بات ہے یوسفؑ کو اُن کے سوتیلے بھائیوں نے مارا اور کربلا میں نمازیوں اور حافظوں نے امام حسینؑ کو قتل کیا۔ وجہ دونوں کی ایک ہی ہے، کہ جنابِ یعقوبؑ یوسفؑ کے شیدائی تھے اور رسولؐ خدا حسنینؑ کریمین کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ یہ بات اکثریت کو کھلتی تھی اسی لئے عید کے دن رسولؐ اللہ کے کاندھوں پر شہزادوں کو دیکھ کر صحابہ نے سواروں کی نہیں سواری کی تعریف کی تھی، تو رسولؐ اللہ نے فوراً برجستہ جواب دیا تھا کہ یہ کہو کہ سوار کتنے اچھے ہیں، وہاں یوسفؑ کی تعریف بری لگتی تھی، یہاں شہزادوں کی تعریف سے پرہیز تھا۔ بس رسولؐ خدا کی شہادت کے بعد میثاقِ سقیفہ پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ اس کو ہم معجزہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ علامہ صاحب نے مزدلفہ، منیٰ، مسجد نبویؐ، میدانِ عرفات، غارِ حرا، جنّت البقیع جیسے مقامات پر بند کمرے میں نہیں کھلے عام مجالس سے خطاب کیا اور کسی کو اعتراض کرنے کا موقعہ بھی نہیں دیا۔

اللہ کرے علم و عمل اور زیادہ!

پہلی مجلس

نذرِ ختمی مرتبتؐ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

محرّم کا آغاز ہے۔ جدّہ (سعودی عرب) میں عشرۂ محرّم ۱۴۰۶ھ (۱۹۸۵ء) کی پہلی تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں ۔ حسینؑ کے چاہنے والے کسی بھی سرزمین پر ہوں اس چاند کو دیکھ کر آغاز کرتے ہیں غمِ حسینؑ سے اور ہمارے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں، صدیاں گزر گئیں۔ نسلیں گزر گئیں اسی طرح خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو پابندیوں کے باوجود اس ذکر کو برقرار رکھے ہوئے ہیں اور یہ ذکر قیامت تک باقی رہے گا۔ اس لئے کہ یہ ایک معصومہؑ کی دعا ہے۔ آئمہ معصومینؑ کی دعا ہے اور اس غم میں اتنی برکت ہے اتنی عظمت ہے کہ ہر معصومؑ کے دور میں اور خاص طور سے ہم نے دیکھا ہے کہ آپ کا آٹھواں امامؑ جسے دنیا شاہِ خراسان کے نام سے یاد کرتی ہے وہ خادم کو حکم دیتے کہ فرش بچھا دیا جائے کہ محرّم کا چاند ہو گیا ہے۔ سیاہ لباس پہن کر حجرے میں آتے اور محلّہ بنی ہاشم کی گلیوں میں کھڑے ہوتے اور کہتے محلے والو آؤ اور میرے جد کا پُرسہ دو، آؤ محرّم کا چاند ہو گیا، آؤ میرے ساتھ غم میں شریک ہو جاؤ۔ عجیب و غریب امام ہے، جسے ہم غریب الغربا کہہ کر سلام کرتے ہیں۔ جس نے مدینے کو چھوڑا اور خراسان کو بسایا۔ مامون کے حکم پر سفر اختیار کیا

اس کے بعد مدینہ اُجڑ گیا۔ آٹھویں امام کے بعد کوئی امام مدینے میں نہیں رہ سکا۔ یہ وہ امام تھا جو مدینے سے نکلا تو کوئی امام محلہ بنی ہاشم کو پھر بسا نہیں سکا۔ نیشاپور سے سواری آگے بڑھی خراسان کے پاس سواری پہنچ رہی تھی کہ آواز دی کہ سواریاں روک دو۔ اصحاب نے سواریاں روک دیں۔ اصحاب نے دیکھا کہ آپ کی نگاہیں فلک پر ہیں اور آنکھوں میں آنسو ہیں۔ صحابی نے پوچھا مولاؑ یہ آپ کی آنکھوں میں آنسو کیسے کہا دیکھتے نہیں محرّم کا چاند ہو گیا ہے سواریاں یہیں روک دو ہم آج ذکر حسینؑ یہیں صحرا میں کریں گے، تو ایک صحابی نے کہا مولا اس محرّم کو گزرے ہوئے تو برسوں گزر گئے واقعہ کربلا کو گزرے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا تو آپ نے کہا ہم آلِ محمدؐ کے لئے یہ واقعہ ہر وقت تازہ ہے جیسے آج ہی کا واقعہ ہے۔ خدا کی قسم چاہنے والوں نے بھی اس واقعہ کو کبھی پرانا نہیں سمجھا۔ آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ جب محرم کا چاند نظر آیا تو آپ نے اس واقعہ کی یاد کو تازہ کر دیا اور اس بزم میں بیٹھنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ ابھی کا واقعہ ہے۔ ہاں! اس سے بڑھ کر آپ کی کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے کہ آپ مکّے سے قریب ہیں، مدینے سے قریب ہیں، اس سے بڑھ کر میرے لئے یہ شرف کہ میں ابھی روضہ رسولؐ سے آ رہا ہوں اور آج محرم کی پہلی تاریخ ہے۔ آج جو ہم عشرہ محرم کو شروع کر رہے ہیں تو ہم السلام علیک یا رسولؐ اللہ، کیوں نہ کہیں کہ آج محرّم کی پہلی تقریر آپ کی نذر میں پیش کرتے ہیں یا رسولؐ اللہ جس کو قرآن نے طٰہٰ کہہ کر پکارا، کبھی نٓ وَالْقَلَمِ کہہ کر پکارا کبھی صٓ وَالْقُرْاٰنِ الذِّکر کہہ کر پکارا کبھی قرآن نے آواز دی طٰہٰ، یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ○ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ آیت سرنامہ کلام بن رہی ہے، سورہ یٰسین کلام پاک کا وہ سورہ ہے

جس کے لئے معصومؑ نے فرمایا کہ یہ قلبِ قرآن ہے ہمارے اور آپ کے امام ششمؑ نے فرمایا کہ ہر ایک چیز کے لئے ایک دل ہے اور اللہ نے قرآن کا دل سورہ یٰسین کو بنایا۔ ذکر آئے گا اور یہ بھی ذکر آئے گا کہ سورہ رحمٰن کیا ہے لیکن آج کی حد تک سورہ یٰسین جو کلام پاک کا زندہ دھڑکتا ہوا دل ہے اور معصومؑ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کام مشکل نظر آ رہا ہو تو سورہ یٰسین پڑھا کرو کام آسان ہو جائے گا اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف مُردے کے سرہانے یہ سورہ پڑھا جاتا ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے دنیا کا کوئی کام بھی مشکل ہو اگر اس سورہ کی تلاوت ہو تو پھر وہ کام آسان ہو جاتا ہے اور مُردے کے سرہانے اس لئے پڑھتے ہیں کہ اس کا سفر آسان ہو جائے اس کو جہاں تک پہنچنا ہے اس کی منزل جلد آ جائے اور سفر جو طویل ہے وہ مختصر ہو جائے۔ کیا کہنا اس سورہ کا اس سورہ کا آغاز ہوا تو لفظ یٰسین سے ہوا، مفسرین نے بحث کی کہ یٰسین کیا ہے اور پھر کیا کہنا ہمارے معصومینؑ کا جنہوں نے تشریح کر کے بتایا کہ یٰسینؑ کیا ہے؟ مفسرین کہتے ہیں کہ یٰسین سے مراد ہے انسان یا حرف ندا ہے اور سین انسان کا مخفف ہے یعنی جب مختصر کریں لفظ انسان کو تو لفظ سین بنتا ہے، یٰسین یعنی اے انسان۔ مالکِ کائنات پکار رہا ہے کہ اے انسان مگر ہمارا معصومؑ ارشاد فرما رہا ہے کہ یٰسین سے مراد ہے اے سید و سردار، اگر کسی انسان کو پکارا جا رہا ہے تو یہ کیسا سورہ ہے کہ آگے یہ کہا جا رہا ہے کہ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ تو مرسلین میں سے ہے۔ اگر عام انسانوں کو پکارا جاتا تو آگے کی آیت میں یہ کیوں کہا جاتا کہ تو مرسلین میں سے ہے تو یقیناً کوئی ایسا انسان ہے جو انسانوں کا سردار ہے، مرسل ہے۔ چھٹے امامؑ فرماتے ہیں یٰسین سے مراد ہے "اے سیّد و سردار" اب امامؑ فرماتے ہیں یٰسین حروفِ مقطعات میں بھی ہے اور قسمِ قرآن میں بھی ہے۔ ذکر آئے گا آگے

تقاریر میں کہ قرآن پاک میں اللہ نے ستاسی جگہ قسمیں کھائیں۔ ستاسی قسمیں ہیں اور چوہتر حروفِ مقطعات ہیں۔ یٰسین حروفِ مقطعات میں بھی شامل ہے اور قسم ہائے قرآن میں بھی شامل ہے۔ اگر ہم سمجھنا چاہیں کہ یہ قسم ہے تو آگے کی آیت سمجھ لیں، یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ قسم ہے یٰسین کی اور قرآن حکیم کی جب اللہ قسم کھاتا ہے تو تنہا قرآن کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ شخصیت بھی ساتھ رکھتا ہے۔ (صلوٰۃ) قرآن اکیلا نہیں بلکہ شخصیت بھی ساتھ ہے۔ قرآن کی قسم اگر کھائیں گے تو اے حبیبؐ! آپ کو ساتھ رکھیں گے۔ قرآن کبھی اکیلا نہیں رہا۔ مسلمانو! کل بھی نبیؐ ساتھ تھا قرآن کے آج بھی نبیؐ ساتھ ہے قرآن کے۔ قرآن کبھی اکیلا نہیں رہا، نبیؐ کو قرآن سے ہٹا نہیں سکتے کہ جس کو اس محبت کے ساتھ پروردگار پکارے کہ طٰـہٰ، صٓ، حٰـمٓ، مفسرین کہتے ہیں کہ یہ صرف حروفِ مقطعات نہیں ہیں۔ حروف کے ذریعے سے حبیبؐ کا سراپا قدرت نے کھینچا ہے، محی الدین عربی تفسیر قرآن لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ جہاں قدرت نے کہا نون والقلم تو مطلب یہ ہے کہ نفسِ محمدؐ کی قسم ن سے نفسِ محمدؐ کی قسم اور جب وہ کہتا ہے قٓ والقرآن تو ق سے مراد قلبِ محمدؐ کی قسم اور جب وہ کہے صٓ و القرآن تو ص سے مراد صورتِ محمدؐ کی قسم (صلوٰۃ) ان ساری چیزوں کی انشاء اللہ آئندہ کی تقریروں میں تشریح ہوگی کہ ن کیا ہے ص کیا ہے، حٰـمٓ کیا ہے، کٓھٰیٰعٓصٓ کیا ہے، یہی موضوع بنتا جائے گا تمام تقریروں میں۔ آج کی حد تک وہ رسولؐ جسے ایسے پیارے انداز سے معبود پکارے طٰـہ طہارت محمدؐ کا ذکر ہے مگر ہمارے معصومؑ فرماتے ہیں کہ طٰـہٰ ہے تو ایک چھوٹا الف بھی ساتھ ہے، جو طٰہ کے اوپر ہے طٰہ، یعنی منبع ہے لفظ طٰہ طہارت کا اور اسی سے لفظ تطہیر ہے تو طٰـــــہ کا لفظ رسولؐ کے لئے رکھا تطہیر کا لفظ بیٹی کے لئے

رکھا (صلوٰۃ) تطہیر میں پانچ حرف ہیں، کیونکہ پنجتنؑ کا ذکر تھا تو لفظ تطہیر رکھا۔ یہاں لفظ طٰہٰ رکھا ذکر ایک کا تھا لیکن ایک چھوٹا الف لگا دیا یعنی یہ بتا دیا کہ جو بڑا الف ہوتا ہے وہ کسی حرف سے ملا نہیں کرتا، تو یہ عجیب بات ہے کہ دوسرے لفظ کو اوپر سے نہیں ملتا ہے بلکہ پیروں کے پاس سے آ کر ملتا ہے، قدموں سے لپٹتا ہے توحید کے (صلوٰۃ پڑھیئے) میں اب کیا کروں عربی میں چھوٹا الف بھی ہے مگر وہ ہمیشہ اوپر رہتا ہے وہ ہمیشہ بلندی پر رہتا ہے۔ وہ الف ایسا ہے جو توحید کی الف سے مل نہیں سکتا۔ طٰہٰ کے اوپر یہ چھوٹا الف کون ہے؟ اگر منظر دیکھنا ہے تو فتح مکہ کے روز دیکھو طٰہٰ کے قدم پر طہارت کے قدم ہیں یہ چھوٹا الف ہے تو قرآن کے حروف میں راز ہیں اور بہت سے راز ہیں اور عجیب بات ہے کہ جسے ن والقلم کہتے ہیں، یٰسین کہتے ہیں جسے حٰم السجدہ کہتے ہیں، جس کو ق کہے جس کو مزمل کہے جس کو مدثر کہے تو دنیا یہ کہے کہ جب آیات سورہ اعراف کی ایک سو ستاون اور اس کے بعد کی آیت ایک سو اٹھاون اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ اور اس کے بعد کی آیت میں فَمَا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ یعنی دونوں آیتیں برابر کی ہیں سورہ اعراف میں ایک سو ستاون اور ایک سو اٹھاون اب جو ترجمہ کیا تو کہا کہ اُمی کے معنی ہیں کہ رسولؐ اُمی، نبیؐ اُمی کہ جس کو نہ پڑھنا آتا تھا اور نہ لکھنا آتا تھا سارے فضائل ایک طرف، ساری آیتیں ایک طرف، ساری عظمتیں ایک طرف، ایک لفظ کے معنی نے نبی کی شخصیت کو کہاں اور کس منزل پر پہنچایا؟ تقریر آج صرف ختمی مرتبتؐ کی نذر ہے غور کیا آپ نے اُمی، ساری اُردو کی اور سو سال پہلے کی چھپی ہوئی پرانی لغتیں دیکھیں اُمی کے معنی وہ کہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ایسا کہ جیسے پوری زندگی اس کی اسی طرح گزری کہ نہ وہ پڑھنا جانتا تھا نہ وہ لکھنا جانتا تھا لیکن پورے

قرآن میں لفظ اُمّی صرف دو بار استعمال ہوا حضورؐ کے لئے اور اِنہی دو آیات میں سورۂ اعراف میں۔ ساتواں سورہ ہے کلام پاک کا جس میں یہ دو مرتبہ لفظ آیا ہے لیکن عجیب بات ہے ترجمہ کر رہے ہیں کہ اتباع کرو اس کی جو نبیؐ ہے، رسولؐ ہے اور اُمّی ہے غور کیا آپ نے خاص طور پر بچے اور جوان غور کریں کہ جب کسی کا نام لیتے ہیں اور عہدہ دیتے ہیں تو کم عہدہ پہلے ملتا ہے، برتر عہدہ بعد میں ملتا ہے مثال دوں بچے نے آٹھویں پاس کی نویں میں پہنچا، میٹرک پاس کرے گا، پھر کالج میں پہنچے گا، B.A پھر M.A ڈگریاں بڑھتی جائیں گی ڈگریاں اُلٹی نہیں ہوں گی۔ ہم نے تمہیں رسولؐ بنایا، نبیؐ بنایا، اُمّیؐ بنایا۔ رسول پہلے، پھر نبی ہوئے پھر اُمّی ہوئے، اب ترجمہ کیجئے! اطاعت کرو اس کی جو رسولؐ ہے، نبی ہے اُمّی ہے۔ یعنی بغیر پڑھا لکھا ہے یعنی اب جو ڈگری آئی، ڈگریاں دیکھیں آپ نے اب جو ڈگری آئی نہ لکھنا جانتا ہے نہ پڑھنا جانتا ہے یہ سب سے آخر میں ڈگری ملی تو اب کیا ترجمہ کریں اس کا سب نے تو اُمّی کے معنی یعنی اتنی ضخیم کتاب آپ کے ملک سے چھپی ہے کہ رسولؐ اُمّی اور پوری کتاب میں یہ ظاہر کیا گیا کہ رسولؐ بے پڑھا لکھا تھا نہ اُسے پڑھنا آتا تھا نہ اُسے لکھنا آتا تھا تو ہم کیوں بحث کریں تاریخ سے، ہم کیوں بحث کریں حدیث سے۔ کیا ضرورت ہے کہ ہم مخالفانہ بحث کریں ہم کیوں نہ قرآن سے پوچھیں کہ اُسے لکھنا آتا تھا یا پڑھنا آتا تھا اور اگر حدیث سے پوچھنا ہے تو اوّل کتاب حدیثوں کی صحیح بخاری ہے پانچ مقامات پر امام بخاری نے یہ لکھا ہے کہ آخری وقت میں رسولؐ نے یہ کہا کہ قلم دوات لاؤ تاکہ میں کچھ لکھ دوں، جسے لکھنا نہیں آتا وہ قلم نہیں مانگا کرتا ورنہ حدیث میں یہ کہیں کہ قلم دوات لاؤ اور میں لکھوا دوں اسے لکھنا نہیں آتا، دوسرے کے لئے مانگا ہے منشی بیٹھا ہے، پرائیویٹ

سیکرٹری بیٹھا ہے لیکن حدیث کے جملے یہ ہیں کہ لاؤ میں کچھ لکھ دوں تو کون قلم مانگے گا؟ جسے لکھنا آتا ہے وہی تو قلم مانگے گا اب دوسرا جملہ آپ کے اذہان کے لئے یہ تحفہ ہے یہ جملہ، جب یہ معلوم تھا کہ ان کو لکھنا نہیں آتا تو قلم دے دیتے نہیں آتا تھا کیا لکھے گا؟ دے دو قلم کسی بے پڑھے لکھے کو آپ قلم پکڑا دیں کسی کا کیا نقصان؟ اسے لکھنا ہی نہیں آتا لیکن یہ معلوم تھا کہ اگر قلم دے دیا تو لکھ بھی دے گا، تو آپ یہ کہیں گے کہ یہ تو ہوگئی بات حدیث کی تو قرآن میں نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ قسم ہے ن کی قسم ہے قلم کی اور قسم ہے اس تحریر کی جو مستقبل میں لکھی جائے گی اور اس کے بعد مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ اپنے رب کی نعمت سے تم دیوانے نہیں ہو۔ پہلی وحی اقراء دوسری وحی کوثر اور تیسری وحی میں یہ ذکر ہے اور گیارہ ہجری میں قلم مانگا ہے تیسری وحی میں یہ بتا دیا کہ قلم مانگو گے تو اس قلم کی قسم تحریر لکھی جائے گی اس تحریر کی قسم، دیوانہ کہا جائے گا مگر ہم پہلے سے کہہ رہے ہیں کہ تم دیوانے کبھی نہیں تھے اور نہ دیوانے ہو گے اس قلم کی قسم اچھا اب اس کو بھی چھوڑ دیں۔ پہلی وحی پانچ آیتیں مسلسل غار حرا میں پوری دنیا مانتی ہے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ پڑھو اپنے رب کے نام سے کہ جس نے انسان کو خلق کیا۔ غور کیا آپ نے نہ اسے لکھنا آتا ہے نہ اسے پڑھنا آتا ہے پہلی وحی آتی ہے تو ملک کہہ رہا ہے کہ پڑھو جسے پڑھنا نہیں آتا وہ کیا پڑھے گا؟ تو آپ کہیں کہ دہرایا جا رہا تھا کہ سامنے کی بات نہیں تھی تو اب آیت تو پڑھیے تیسری آیت کو پڑھیے اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ O الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ اسی لئے وحی میں پڑھنے کا بھی ذکر آپ کہہ رہے کہ نہ لکھنا آتا تھا نہ پڑھنا آتا تھا ہم نے قلم کے ذریعے سے علم دیا کہ پڑھو ہم علم دے چکے قلم کے ذریعے کیا مطلب ہے عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ ہم نے سب

سے پہلے قلم کو بنایا، ہم نے سب سے پہلے لوح کو بنایا، اوّل ما خلق اللہ نوری، ہم نے سب سے پہلے نور کو بنایا۔ امامؑ سے پوچھا گیا کہ تفریق کیا ہے؟ سب سے پہلے کیا ہے جبکہ حدیث کے جملے یہ ہیں کہ سب سے پہلے قلم، سب سے پہلے لوح، سب سے پہلے کتاب ہے فرمایا جو لوح ہے وہی قلم ہے جو قلم ہے وہی نور ہے اور اسی سے حکم ہوا تھا کہ قلم چلاؤ وہی قلم بن کے سب سے پہلے لوح پر چلا وہی نور تھا جو لکھا تھا وہی غار حرا میں پڑھا گیا کہ پڑھو۔ لکھنا بھی آتا تھا پڑھنا بھی آتا تھا۔ (صلوٰۃ) یہ سب تمہیدی بحث ہے اب بات آگے آئے گی تو پڑھو اب اگر دوسری دلیل نہ دیں قرآن سے تو بات نامکمل رہ جائے گی۔ یہ سورہ یٰسین سے آغاز کیا گیا تھا پھر سورہ ن والقلم اب یہ سورہ رحمٰن اَلرَّحْمٰنُ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ○ رحمٰن نے علم قرآن دیا پھر انسان کو خلق کیا پھر اس کو بیان سکھایا ترتیب دیکھی آپ نے، عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ پہلے قرآن کا علم دیا پھر پیدا کیا خَلَقَ الْاِنْسَانَ پہلے علمِ قرآن دیا پھر پیدا کیا۔ صاف صاف کہہ رہا ہے کہ رحمٰن نے پہلے قرآن کا علم دیا پھر خلقت کی پھر بیان دیا یعنی بیان بعد میں دیا۔ قرآن سکھا چکا تھا ابھی نطق میں نہیں آیا تھا۔ جب خلقت کر لی، جب نطق میں آیا، جب ہونٹوں پہ آیا تو پورے قرآن کو پڑھ جایئے وہاں سے لکھتا پڑھتا ہوا آیا تھا۔ دلیل کیا بنا رہے ہیں کہ کبھی لکھتے ہوئے نہیں دیکھا، کبھی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تاریخ میں صلح حدیبیہ میں مسئلہ تھا علیؑ نے لکھا رسولؐ نے کہا کہ کہاں ہے میرا نام دکھاؤ میں کاٹ دوں۔ اچھا کاتب تو بہت سارے تھے، ایسے کاتبِ وحی جو کوئی کام نہیں کر سکتے تھے نہ میدان جنگ میں جا سکتے تھے نہ لڑ سکتے تھے نہ وزارت کر سکتے تھے سب کو کاتبِ وحی بنا دیا یہ کاتبِ وحی وہ کاتبِ وحی جب کچھ کر ہی نہیں سکتے تو بیٹھ کر لکھتے ہی رہو۔

اس میں کوئی فخر کی بات تھوڑی ہے، وحی آئی ہے تو بہت سے قرآن لکھے جائیں۔ اصل کتابِ وحی تو وہ ہے جو لکھتا جا رہا ہے اور محفوظ کرتا جا رہا ہے کہ قیامت تک جانا ہے۔تم سب لکھو، کوئی بصرہ لے جائے، کوئی کوفہ لے جائے، کوئی یہاں لے جائے، کوئی وہاں لے جائے۔قرآن کی نقل ہر جگہ پہنچتی رہے اس لئے کہ کاتب بنا دیا تو جب سب کو کاتب بنا دیا تو اس میں مروان کو بھی کاتب بنا دیا جب یہ آیت آئی تو حضورؐ نے کہا کہ لکھ کر محفوظ کرلو۔قرآن میں سورہ آل عمران میں لکھ کر ڈال دو۔سب نے لکھی، مروان نے بھی لکھی۔اب یہ تاریخ کا پورا واقعہ اور جدید ترین حوالہ مولانا مودودی کی کتاب خلافت و ملوکیت کا، اس میں یہ پورا واقعہ لکھا ہے اور مدینہ سے نکالا جانا،تو جناب عالی یہ لکھ کر سورہ آل عمران میں ڈال دو اب جو انہوں نے لکھا:اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (آلِ عمران:۳۳) ہم نے اصطفیٰ بنایا، مصطفےٰ بنایا، ہم نے چن لیا آدمؑ اور نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ کو اور مروان کو، اللہ نے چار انتخاب کیے آدمؑ کا انتخاب، نوحؑ کا انتخاب حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کا اور مروان کی اولاد کا انتخاب اب یہ آیت تو انہوں نے لکھ کر ڈال دی تھی چپکے سے، اب رسولؐ نے کہا کہ وہ قرآن میرے سامنے لایا جائے یعنی جو کچھ لکھا گیا ہے اُسے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا اور کہا کاٹو آلِ مروان، لکھو آلِ عمرانؑ، مروان کو کٹوایا اور آلِ عمرانؑ وہاں پہ لکھوایا اگر پڑھنا نہیں جانتے تھے تو اپنے سامنے لفظ کو کٹوا کر کیسے لکھوایا۔اب یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ جب آگے کی تقریریں آئیں گی اوّل آلِ عمرانؑ کا ذکر آئے گا تو اب یہ پتہ چل گیا کہ مروان اور آل مروان کو یہ تو معلوم تھا کہ یہاں ابراہیمؑ کے بعد لفظ عمرانؑ جو آیا ہے تو عمرانؑ سے مراد کیا ہے۔پوری تاریخ اگر آپ پڑھیں گے تو کنیت سے جو

شخصیت مشہور ہے وہ ہیں ابو طالبؑ اور جب ہم نے کہا کہ اُن کا نام تو عمرانؑ تھا تو پلٹ کر کہا کہ نہیں نہیں ان کا نام تو عبد مناف تھا لیکن اُس وقت کے مسلمان جانتے تھے کہ ابو طالبؑ کا اصلی نام عمرانؑ ہے۔ اب بحث آئے گی، بات آگے بڑھے گی۔ تو اب رسولؐ کو معلوم ہے رسولؐ جان رہے ہیں کہ یہاں کیا لکھا ہے اور کیا لکھوانا ہے مجھے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ نہ اس نے لکھا نہ اس نے پڑھا۔ دلیل یہ بنائی کہ کسی سے سیکھا بھی نہیں۔ مکہ کے کسی مدرسہ میں، کسی بزرگ سے، کسی کالج میں، کسی یونیورسٹی میں پڑھتے نہیں دیکھا گیا، نہ اس نے تختی لکھی نہ ہجے لگا کر اب پڑھا۔ اگر یہ معیار ہے کہ رسولؐ کو مکے کے کسی مدرسے میں پڑھتے نہیں دیکھا۔ کسی بزرگ کے پاس جا کر سیکھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا تو میں اگلا جملہ کہوں کہ علیؑ کے بارے میں کیا خیال ہے ایک لاکھ کتابیں اُمّ القراء مکّے کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ ساڑھے چار ہزار قلمی نسخے موجود ہیں اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ پوری دنیا کی اسلامی تاریخ سے کوئی ایک لفظ یہ نہیں دِکھا سکتا کہ علیؑ نے کسی سے لکھنا پڑھنا سیکھا۔ کسی بھی کتاب سے ثابت نہیں کہ علیؑ نے کسی سے پڑھنا سیکھا۔ تو علیؑ جیسا انسان کسی سے نہ لکھنا سیکھتا ہے نہ پڑھنا سیکھتا ہے نہج البلاغہ جیسی کتاب دیتا ہے۔ خطوط لکھتا ہے وزرا کو، آئین ملک کا بناتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے تو جب شاگرد ایسا ہے جو بغیر کسی کے لکھنا اور پڑھنا جانتا ہے تو محمدؐ تو اُس کا استاد تھا۔ (صلوٰۃ) پوری اسلامی تاریخ نہیں بتا سکتی کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے کسی سے لکھنا پڑھنا سیکھا اور امام زمانہؑ تک، حد ہے کہ اس گھرانے کے کسی بھی فرد کے لئے یہ کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس بچے نے فلاں سے پڑھا تھا۔ عجیب معجزہ ہے جب زید شہید سے پوچھا گیا کہ آپ کے بچوں کو کیا پڑھایا جاتا ہے؟ ابتدائی تعلیم آپ کے بچوں

کی کیسے ہوتی ہے؟ بھرے دربار میں سوال ہوا تھا خلیفہ کا دربار تھا جہاں سوال ہوا تھا تو آپ نے کہا کہ بنو ہاشم کے بچے جو سب سے پہلے پڑھتے ہیں، نثر میں وہ ہماری دادی کا خطبہ، خطبہ فدک پڑھایا جاتا ہے اور نظم میں انہیں دیوانِ ابو طالبؑ پڑھایا جاتا ہے۔(صلوٰۃ) دیوان ابو طالبؑ اور خطبہ فدک پڑھایا جاتا ہے یہ بچوں کی ابتدائی تعلیم ہے۔ کیوں دانائے سُبل ہے دائرہ کن فیکون ہے، کوئی یہ کہے کہ لکھنا پڑھنا سیکھا ہی نہیں، باپ بچپن میں مر گیا، پیدا ہونے سے پہلے ہی، آٹھ سال کے تھے کہ دادا مر گیا۔ پرورش کی چچا نے یہ دیکھا نہیں گیا کہ کس نے سکھایا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی نبی کو سکھائے تو وہ اُمی ہے اچھا اگر وہ اُمی ہے تو آیت کا تسلسل دیکھو۔ پہلے رسالت دی، پھر نبوت دی، پھر اُمی بنایا یعنی اُمیت دی۔ یہ تو بات طے ہوگئی کہ وہ پڑھا لکھا تھا اور مزید دلیل حدیثِ معصوم نصِ معصومؑ سے دے دوں۔ امام محمد تقیؑ فرماتے ہیں (صلوٰۃ) کہ ہمارے جد دنیا کی تمام ستاسی زبانوں میں لکھ بھی سکتے تھے اور پڑھ بھی سکتے تھے۔ جب تک معصومؑ نہ بتائے بات سمجھ میں نہیں آتی، ستاسی زبانوں میں لکھ بھی سکتے تھے اور پڑھ بھی سکتے تھے۔ روانی سے زبانیں بول بھی سکتے تھے تو پوچھو معصومؑ سے کہ ستاسی زبانوں میں بات محدود کیوں کی۔ اب جو ریسرچ کرے گا وہی یہ بات پا سکتا ہے کہ لفظ ستاسی کیوں کہا اس وقت پوری کائنات میں کل ستاسی زبانیں رائج تھیں۔ اٹھاسی زبانیں نہیں تھیں ورنہ معصومؑ اٹھاسی زبانیں کہتا تو وہ بھی آپ کو آتی اور تشریح کر دوں۔ دسویں امام امام نقیؑ، مدینہ میں ابوالہاشم صحابی پہلو میں ہیں کہ ایسے میں ایک شخص آیا اور آتے ہی اُس نے سلام کے بعد ہندی میں بولنا شروع کیا آپ بھی اُس سے ہندی میں گفتگو کرتے رہے۔ کافی دیر تک وہ باتیں کرتا رہا اس کے بعد چلا گیا، تو ابوالہاشم نے کہا کہ مولاؑ آپ

کو ہندوستان کی زبانیں بھی بولنا آتی ہیں تو آپ نے کہا ابو الہاشم یہ جو ٹھیکری سامنے پڑی ہے ذرا اُٹھاؤ، اُٹھائی اُٹھا کر مولاؑ کو دی۔ مولاؑ نے اپنی زبان پر رکھی پھر ابوالہاشم سے کہا کہ اپنی زبان پر رکھو۔ ابوالہاشم کہتے ہیں جب میں نے اسے اپنی زبان پہ رکھا تو اب میں ہندی بول رہا تھا۔ امام مجھ سے باتیں کر رہے تھے۔ اب میں جس ملک میں گیا اس ملک کی زبان بولنے لگا اس ٹھیکری کے زبان پر رکھنے کے بعد ساری کائنات کے کمپیوٹر جو دنیا کی زبانوں کا ترجمہ کر رہے ہیں بول رہے ہیں وہ اس امام کی ٹھیکری پر صدقے کر دیئے جائیں۔ جس کا دسواں بیٹا ایسا ہو کہ دنیا کی ہر زبان بولے اور لعاب میں یہ اثر ہو کہ صحابی کو وہ زبانیں سکھا دے تو اس کا جد محمدؐ کیسا ہوگا۔ اب تقریر خاتمہ پر پہنچ رہی ہے تو اب یہ طے ہو گیا کہ لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے۔ بات صرف اتنی ہے کہ پھر اُمی کے معنی کیا ہیں اب کچھ رہ گیا تو انشاء اللہ کل (صلوٰۃ) مجمع ماشاء اللہ سے بہت اچھا ہے لیکن میں جتنی تیزی سے اور قوت سے بول رہا ہوں آپ لوگ اتنی قوت سے صلوٰۃ نہیں پڑھ رہے۔ (صلوٰۃ) کوثر نیازی نے اپنے کالم میں لکھا تھا کہ جب میں شیعہ مجمع میں تقریر کرتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ میں جیتے جاگتے جنّت کے گلزار میں تقریر کر رہا ہوں۔ (صلوٰۃ) اور جب میں اپنوں میں جاتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ میں قبرستان میں بول رہا ہوں، تو میں قبرستان میں خدانخواستہ تقریر نہیں کر رہا ہوں۔ (صلوٰۃ) سوال یہ ہے کہ لفظ اُمی کے معنی کیا ہیں کہ ہم نے رسولؐ بنایا نبیؐ بنایا اور پھر اُمیؐ بنایا۔ رسالتؐ سے مرتبہ بلند ہے نبوت کا، نبوت سے مرتبہ بلند ہے لفظ اُمی کا آخری ڈگری (Degree) ہے ہم نے ابراہیمؑ کو رسالت دی، نبوت دی، خُلّت دی اور سب سے آخر میں اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ہم نے انسانیت کا امام بنا دیا۔ جب رسالت ملی تو یہ نہیں

کہا کہ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ جب نبوت ملی تو یہ نہیں کہا کہ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ خُلّت ملی تو یہ نہیں کہا کہ کیا میری نسل میں بھی یہ عہدہ جائے گا لیکن جب قدرت نے آواز دی کہ ہم نے تمہیں امام بنایا تو کہا مِنْ ذُرِّیَّتِیْ کیا میری ذریت میں جائے گا یہ عہدہ، یعنی سب سے آخری ڈگری (degree) جو مجھے ملی ہے وہ امامت کا عہدہ ہے اور قربانی دینے کے بعد ملی ہے۔ نبوت سے رسالت سے خُلّت سے بڑا ہے مرتبہ امامت کا، کائنات میں سب سے بڑا مرتبہ امامت کا ہے اور نسل میں امامت جائے گی اس لئے کہ نبوت کو بھی رکنا ہے، رسالت کو بھی رکنا ہے جتنے بھی انبیاء آئے وہ نسل ابراہیمؑ میں آئے، اسماعیلؑ کی اولاد میں نبوت حضورؐ پر تمام ہوئی اور اسحٰقؑ کی اولاد میں حضرت عیسیٰؑ پر تمام ہوئی۔ وہاں عیسیٰؑ پر نبوت رکی۔ یہاں حضورؐ پر نبوت رُکی۔ حضرت ابراہیمؑ کو معلوم تھا کہ قیامت تک امامت کو جانا ہے اس لئے کہ نبوت رُک جائے گی مگر اس پیغام کو قیامت تک امامت کے سلسلے سے جانا ہے تو ابراہیمؑ پہلے امام، نسل میں امامت جائے گی تو ہر نبی، نبی بھی ہوگا، امام بھی ہوگا۔ ابراہیمؑ کی نسل میں حضورؐ نبی بھی ہیں، رسولؐ بھی ہیں، امام بھی ہیں۔ ایک امریکن آیا کراچی میں اور وہ ریسرچ کر رہا تھا Ph.D کر رہا تھا اسلامیات پر تو اس نے مجھ سے پوچھا امامت جو ہے وہ حسنؑ حسینؑ کو کدھر سے ملی۔ اس کا سوال بڑا ٹیڑھا تھا کہ اگر حضورؐ ابراہیمؑ کی نسل میں امام ہیں تو امامت فاطمہؑ سے ہوتی ہوئی حسنؑ و حسینؑ کو ملی اور اگر میں یہ کہہ دیتا کہ حسنؑ و حسینؑ کو امامت رسولؐ سے ملی تو کہتا کہ علیؑ کو کہاں سے ملی۔ دیکھیں کیسا پھنسایا تھا اُس امریکن نے مجھے، تو میں نے کہا حسنؑ اور حسینؑ کو امامت دو طرف سے ملی نانا کی طرف سے بھی ملی بابا کی طرف سے بھی ملی۔ وہ حیران ہوگیا کہ اچھا اگر حسنؑ حسینؑ کو نانا کی طرف سے بھی ملی اور علیؑ کی طرف سے بھی ملی علیؑ کو

کس کی طرف سے ملی میں نے کہا کہ بس یہی بات ہے امامت دو طرف سے چل رہی تھی اگر حسنؑ حسینؑ نانا اور دادا سے پار ہے ہیں تو وہاں بھی عبداللہؑ اور ابو طالبؑ عبدالمطلبؑ سے پار ہے تھے پھر تقسیم ہو گئی علیؑ بھی امام رسولؐ بھی امام تو پھر رسولؐ کا مرتبہ کیسے بلند ہوا، نبوت و رسالت تو اپنی جگہ، ایک منصب تو نبی کا ایسا رہے کہ جو قیامت تک جانا ہے اگر امامت ہے تو وہ تو رسولؐ بنایا نبی بنایا اور اُمی بنایا تو اب جتنے بھی لغت دان ہیں اگر انہوں نے ابھی تک نہیں دیکھا تو اب وہ سارے لغت دیکھ جائیں عربی کی ہر لفظ کا منبع ایک ہوتا ہے۔ لفظ دُہراتا ہوں، جہاں اُم سے لفظ بنے گا اُمّہ سے امن کمیٹی یعنی جاہلوں کی امن کمیٹی، آپ کہیں گے جاہلوں کی کمیٹی نہیں اُمّہ کے معنی مرکزی کمیٹیاں، اچھا تو لفظ اُم سے اُمّہ بنا تو یہاں مرکز تو وہاں لفظ اُمی اَم سے اُمی بنا تو وہاں مرکز نہیں اور یہی مسلمانوں کی عادت ہے دیکھئے آپ مَنْ کُنْتُ مَوْلَا کے معنی بھائی، پڑوسی، غلام، خادم یہ وہ اٹھارہ معنی بتا دیئے اور جب لفظ اُمی آیا تو ایک معنی اَن پڑھ یہاں اٹھارہ معنی کیوں نہیں بتائے حالانکہ لغت میں دوسوستاسی معنی ہیں لفظ اُم کے اور پہلا معنی یہاں سے آپ نوٹ کرتے جائیں پہلا معنی وہ لشکر جو جنگ کر رہا ہو لغت میں اُم کہتے ہیں۔ پہلے معنی اور اسی سے جب لفظ اُمی بنے گا تو لفظ چلتے جائیں گے تو وہ مرکزی عَلم جس پر پوری فوج کی نظر ہو کہ اگر یہ کھڑا ہے تو فتح اور اگر یہ گرا تو شکست اس عَلم کو عربی میں اُم کہتے ہیں اور جو اس عَلم کو اُٹھائے اُسے اُمی کہتے ہیں۔ ایک معنی لے رہا ہوں دوسوستاسی سے اور اس معنی میں بھی رسول اُمی ہیں۔ آپ کہیں کہ جس نے عَلم اُٹھایا تو اس نے تو کبھی عَلم نہیں اُٹھایا، واقعاً کبھی عَلم نہیں اُٹھایا، بدر میں، اُحد میں، خندق میں، خیبر میں کبھی عَلم نہیں اُٹھایا۔ بدر و اُحد میں خندق و خیبر میں علیؑ کے پاس عَلم، موتہ میں جعفر

طیارؑ کے پاس عَلم تو رسولؐ نے تو کبھی عَلم لیا ہی نہیں جب اس نے اُم نہیں اُٹھایا تو اُمی کیسے یہ دنیا کا علم دیکھ رہے ہیں آپ؟ آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک کسی نبی کو شفاعت کا حق نہیں دیا، شفاعت کا عَلم دیا تمہارے ہاتھ میں ہوگا لوائے حمد یعنی محشر کا عَلم اُمّ محمدؐ کے ہاتھ میں ہوگا، اس لئے تم اُمی ہو محشر کا علم تمہارے ہاتھ میں دیا۔

اب یہ عہدہ رسالت سے بلند نبوت سے بلند اس لئے کہ ہر اُمت محتاج ہے محشر میں شفاعت کی اس لئے ہر ایک سے یہ عہدہ بڑھ گیا آدمؑ آئیں، نوحؑ آئیں، یوسفؑ آئیں، ابراہیمؑ آئیں، موسیٰؑ آئیں، عیسیٰؑ آئیں ہر ایک کو شفاعت چاہئے۔ اُمی کا عہدہ سب سے بلند، سب بھیک مانگیں یہاں شفاعت کی تو یہ عہدہ سب سے بڑا۔ آپ کہیں گے اُمی دنیا میں کہا گیا آپ نے محشر کے دن علم رکھا ہاتھ میں شفاعت کا علم دکھایا، اب آخری جملے تقریر کے تو دنیا میں علم دکھاؤ تم نے تو کہہ دیا کہ نہ خیبر میں علم نہ خندق میں علم نہ بدر میں علم نہ اُحد میں علم یہاں بھی وہ اُمی ہے وہاں بھی وہ اُمی ہے اب تقریر کے آخری جملے زید شہید نے اپنے والد امام زین العابدین سے (صلوٰۃ) اس سے پہلے میں جملے کہوں کہ بعد رسولؐ لوگوں نے آ کر مولا علیؑ سے پوچھا کہ رسولؐ نے اپنے بعد کیا چھوڑا تو بے اختیار کہا رسولؐ نے اپنے بعد دو چیزیں چھوڑیں امام فرماتے ہیں کہ ایک کتاب چھوڑی اور ایک عَلم قائم چھوڑا تو اس نے کہا مولا کتاب تو سمجھ میں آئی یہ عَلم قائم کیا ہے کہا وہ عَلم قائم میں ہوں۔ قائم رہنے والا عَلم مولا کی زبان سے جو لفظ نکل جائے وہ معجزہ ہے۔ اب تک جو قائم ہے وہ عَلم ہے۔ عَلم کے معنی بلند صلوٰۃ پڑھئے! قرآن اور علم قائم تو اس نے کہا کہ یہ علم قائم کیا تو علیؑ نے کہا میں ہوں عَلم تو اب پوچھتے ہیں چوتھے امام سے کہ بابا علیؑ کو نبی نے غدیر کے روز ہاتھوں پر بلند کر کے کیوں کہا تھا مَنْ كُنْتُ مَوْلَا تو جہاں بیٹھے

تھے وہیں مسکرا کر کہا کہ بیٹے غدیر کے روز ہمارے جد نے علیؑ کو ہاتھوں پر بلند کر کے علیؑ کو عَلم بنایا تھا۔ ایک عَلم غدیر کا ایک عَلم شفاعت کا غدیر سے شفاعت تک وہ اُمی ہے اور آخر میں کہوں گا کہ دوسرے معنی اُمی کے جو لغت میں لکھے ہیں کہ جہاں پر آ کر دو دریا مل جائیں اور مل کر تیسرا دریا چلے تو اسے اُمی کہتے ہیں تو مرکز کو اُم کہتے ہیں تو تفسیر کرنے والوں نے آئندہ تفسیر عرض کروں گا مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ایک مفسّر نے یہ لکھا کہ رب نے گنگا اور جمنا کو ملا دیا ایک سبز پانی ایک نیلا پانی لیکن معصوم اس آیت کی تفسیر بتا چکا، معصومؑ نے کہا تم کیا سمجھے یہ دنیا کے دریا نہیں یہ علم و نور کے دو دریا ہیں جو ازل سے جاری ہیں اور ساتھ میں ملتے ہوئے چل رہے تھے۔ علم و نور کے دریا مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ تو جہاں دو دریا مل جائیں انہیں اُم کہتے ہیں۔ دو دریا ملتے ہوئے تو چل رہے ہیں ابراہیمؑ سے دو دریا چلے ایک اسماعیلؑ تھے ایک اسحاقؑ تھے۔ نسلیں ملتی چلیں الگ ہوتی چلیں، یہاں تک کہ مصر کی شہزادی آئے مصر سے تو اسماعیلؑ کی ماں بن جائے۔ حضرت اسماعیلؑ قبیلۂ بنی جُرہم کی بیٹی بیاہ کر لائے تو نسل عدنان تک چلے عبدالمطلبؑ تک پہنچے فاطمہ مخزومیہ کی شادی عبدالمطلبؑ سے ہوئی تو دو بیٹے عبداللہؑ اور ابوطالبؑ ہوئے، اب اسی نسل میں ہاشم کے بھائی اسد کی بیٹی فاطمہؑ، فاطمہؑ عقدِ ابوطالبؑ میں ہیں فرزندِ علیؑ ہیں وہب کی بیٹی نسل عبد مناف سے آ رہی ہے۔ آمنہؑ اور عبداللہؑ ملیں تو محمدؐ کا ظہور ہو، محمدؐ کی بیٹی فاطمہؑ ہو ابوطالبؑ کا بیٹا علیؑ ہو، مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ، يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ جب یہ مل جائیں دونوں دریا تو فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے یعنی جہاں دو دریا مل رہے ہیں وہ عالمِ انسانیت کے لئے نعمت بن رہے ہیں یعنی ہدایت کا سلسلہ بن رہا

ہے۔ابھی آیت ختم نہیں ہوئی۔ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ جب ہم ان دو دریاؤں کو ملاتے ہیں تو ان میں سے دوموتی نکلتے ہیں ایک سبزی مائل ہے ایک لولو ہے ایک مرجان ہے جو سرخ ہے۔ایک حسنؑ اور ایک حسینؑ ہے اور پھر ہم دریا کو جدا کر دیتے ہیں اور جب ہم جدا کر دیتے ہیں تو ہم دنیا میں دوبارہ ملاتے ہیں کہ اُمراء القیس کی بیٹی فروہؑ آئے تو امام حسنؑ سے شادی ہو اُمراء القیس کی چھوٹی بیٹی اُمّ ربابؑ آئے تو حسینؑ سے شادی ہو اور ایران سے شہزادی آئے تو حسینؑ کی زوجہ بنے زین العابدینؑ کی ماں بنے اور محمد باقرؑ کی شادی محمد ابن بکر کی پوتی اُمِ فروہ سے ہو تو جعفر صادقؑ دنیا میں تشریف لائیں، اسپین کی شہزادی حمیدہؑ آئیں امام جعفر صادقؑ سے شادی ہو تو موسیٰ کاظمؑ دنیا میں ظہور کریں اور موسیٰ کاظمؑ کی شادی خراسان کی شہزادی نجمہ خاتونؑ سے ہو تو امام رضاؑ قدم رنجہ فرمائیں۔ امام رضاؑ کی شادی مصر کی شہزادی سبیکہ خاتونؑ سے ہو تو امام محمد تقیؑ ظہور کریں۔نویں امامؑ کی شادی سمانئہ مغربیہ سے ہو تو امام علی نقیؑ تشریف لائیں۔دسویں امام کی شادی روم کی شہزادی سلیل خاتون سے ہو تو گیارھواں امام دنیا میں قدم رکھے۔گیارھویں امام کی شادی بادشاہ روم کی پوتی نرجس خاتون سے ہو تو آخری امام ظاہر ہوں۔ (صلوٰۃ)

تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، اور جب ہم دو دریاؤں کو ملاتے ہیں اور ایک دریا بنتا ہے اور بہتا ہے تو لغت میں ہم اُسے اُمی کہتے ہیں۔پورا خاندان اُمی بن گیا یہ بھی اُمی اور سب کے سب اُمی ہیں اور محشر تک اُمی ہیں۔اگر آپ یہ کہیں کہ ہم تو بس اُم کے ایک ہی معنی لیتے ہیں اور وہ اُم کے معنی صرف یہ ہیں کہ مکّہ اُم القراء ہے یعنی قریوں کی ماں ہے مکّہ ٹھیک ہے یہ بھی منظور ہے۔ سارے معنی اور اُم کے معنی ماں صرف ماں تو وہ اس معنی میں بھی اُمی ہے اور بے

اختیار کہا ازواج کے لئے کہا کہ یہ سب مومنوں کی مائیں ہیں۔اُم المومنین ہیں رسولؐ کی تمام ازواج قیامت تک تمام مومنین کی مائیں ہیں، مگر کبھی یہ نہیں کہا کہ بیٹی زہراؑ تم مسلمانوں کی ماں ہو، کبھی نہیں کہا۔ میں ذکرِ فاطمہؑ کروں گا۔ آج پہلی محرم ہے باپ اور بیٹی کی زیارت کر کے آ رہا ہوں۔ بہت سے لوگ زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ رسولِؐ خدا نے بے اختیار کہا کہ ساری ازواج مسلمانوں کی مائیں ہیں لیکن جب فاطمہؑ کو دیکھا کہا اُم ابیہہ اپنے باپ کی ماں، بیٹی تو اپنے باپ کی ماں ہے۔ یہ فخر دنیا کی کسی بیٹی کو نہیں ملا تو رسالت کی ماں ہے تو نبوت کی ماں ہے۔ یہ الفاظ نہیں ہیں پریکٹیکل (practical) کر کے دکھایا بیٹی آئے تو رسولؐ خدا تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ کائنات کے کسی انسان نے بیٹی کی اس طرح تعظیم نہیں کی۔ تاریخ پڑھ جایئے کسی نبی نے اپنی بیٹی کی تعظیم نہیں کی اور نہ حضورؐ کی وصیت تھی کہ تم سب اپنی اپنی بیٹیوں کی تعظیم کرنا۔ یہ ہم سے شروع اور ہم پر ختم اور اگر تمہیں اس سنت پر عمل کرنا ہے تو اپنی بیٹی کی تعظیم نہ کرنا بلکہ رسولؐ کی بیٹی کی تعظیم کرنا، سنت یہ ہے کہ اگر میں اُٹھتا ہوں تو تم نام سن کر عقیدت سے سر کو جھکا دینا۔

خورشید آسمانِ ادب کا طلوع ہے وصفِ جناب فاطمہ زہراؑ شروع ہے
اے قلب قلبِ عصمتِ مریمؑ رجوع ہے اے طبعِ سلیم وقتِ خضوع وخشوع ہے
اے چشمِ پاک پردۂ مژگاں کو ڈال دے
مردُم کو جلد اپنے مکاں سے نکال دے
کہتے ہیں جس کو شافع محشر وہ فاطمہؑ ہے جو حسنؑ حسینؑ کی مادر وہ فاطمہؑ
بیٹے کا جس کے آہ کٹا سر وہ فاطمہؑ بیٹی کی جس کے چھن گئی چادر وہ فاطمہؑ

کیا کیا مصیبتیں سہیں اُمت کے واسطے
آئیں گی روزِ حشر شفاعت کے واسطے

وہ جس نے بچے کے سر پہ ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا کہ بیٹا محشر میں میں آ ؤں گی۔ بیٹا تو گھبراتا کیوں ہے؟ تیرے چاہنے والوں کو میں بخشواؤں گی بالوں کو کھول کر لوائے حمد کے نیچے اس ماں کا وعدہ اور یہ وعدہ کہ بیٹا جب مدینہ سے تو اٹھائیس رجب کو جائے گا تو تنہا نہیں جائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ بائیس رجب کے بعد روز کا معمول ہو گیا تھا کہ روز جنّت البقیع میں روتے ہوئے رخسار کو ماں کی قبر پر رکھ دیتے۔ بہن دیکھ رہی تھی کہ بھائی بڑا تھکا تھکا مسجد سے واپس آتا ہے۔ کئی دن سے دیکھ رہی تھی۔ بھائی بھی خاموش بہن بھی خاموش، رجب کی پچیس تاریخ سے محلّۂ بنی ہاشم میں عجیب سناٹا ہے اور ایک بار بہن نے یہ بھی دیکھا کہ بھائی بہت خاموش ہے یہ ستائیس رجب کی شام تھی ۶۰ھ حسینؑ نے مغرب وعشاء کی نماز تمام کی مصلّے پر تشریف فرما تھے اور پہلو میں وقت کے مشہور چار عبداللہ بیٹھے تھے، جو چار عبداللہ مدینے کے کہے جاتے تھے۔ ایک عبداللہ ابن جعفر طیار، ایک عبداللہ ابن عمر، ایک عبداللہ ابن زبیر، ایک عبداللہ ابن عبّاس اور حسینؑ ابو عبداللہ سب عبداللہ حسینؑ کی کنیت ابا عبداللہ یہ پانچ اشخاص تھے اب تاریخ کا مؤرخ کہتا ہے کہ مسجد کا دروازہ سامنے تھا ہم نے دیکھا کہ حکومت کا سپاہی مع جوتوں کے مسجد میں داخل ہوا۔ اس نے جوتے نہیں اُتارے اور اپنی کمر سے ایک خط نکال کر حسینؑ کی طرف پھینکا خط اُٹھانے سے پہلے حسینؑ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ خط کو اُٹھایا اور بغیر پڑھے چلے تو چاروں نے سوال کیا کہ خط میں کیا تھا؟ کہا شام کا حکمران مر گیا۔ خط نہیں پڑھا کہا گورنر نے ہمیں بلایا ہے، مسجد سے گھر میں آئے، بہن کا دستور تھا کہ

پہلے بہن دستر خوان چنتی تھی، تمام بنی ہاشم پہلو میں بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، ایک طرف علی اکبرؑ، ایک طرف عباسؑ، ایک طرف عونؑ و محمدؑ، قاسمؑ، عمران بن علیؑ، عبداللہ بن علیؑ، جعفر بن علیؑ، محمد حنفیہؑ بہنیں، بچیاں سب ساتھ آج جب بھائی آیا تو بہن نے دستر خوان چنا۔ بنی ہاشم پہلو میں بیٹھے لیکن بہن در پر کھڑی دیکھ رہی تھی کہ روز جو کھانا کھاتے تھے تو بچوں سے گفتگو کرتے رہتے تھے، آج خاموش ہیں۔ نوالے آہستہ آہستہ اُٹھا رہے ہیں، بہن دیکھ رہی ہے مگر کچھ نہیں پوچھتی۔ دستر خوان بڑھ گیا۔ ہمیشہ تو بہن دیکھتی تھی کہ بھائی حجرے میں چلے جاتے ہیں مگر آج کبھی حجرے سے صحن میں جاتے ہیں، کبھی صحن سے حجرے میں آتے ہیں، کبھی آسمان کو دیکھتے ہیں مگر پوچھتی نہیں پریشان ہیں ایک بار حسینؑ نے مڑ کر آواز دی زینبؑ میرا لباس لانا، میرا عمامہ لاؤ، میری عبا لاؤ، میری کمر کا پٹکا لاؤ، بہن جا کر لباس لائی مگر پوچھا نہیں کہ لباس کیوں مانگا ہے؟ لباس زیب تن کیا کمر میں پٹکا باندھا تلوار حمائل کی سر پر عمامہ رکھا، چاہتے تھے کہ صحن سے قدم بڑھائیں اور عصمت سرا کے دروازے تک پہنچیں کہ ایک بار بہن نے حجروں کی طرف رُخ کیا، عونؑ و محمدؑ ذرا باہر آؤ ماں کی پہلی آواز پہ بچے دوڑتے ہوئے، تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھے ہوئے ہاتھوں کو جوڑ کر کھڑے ہو گئے کہا بچو ماموں کہیں جا رہے ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ کہاں جا رہے ہیں؟ ماموں کے پیچھے پیچھے جانا، ماموں سے پوچھنا نہیں کہ کہاں جا رہے ہیں جہاں جائیں عونؑ محمدؑ ساتھ جاؤ، اے عونؑ و محمدؑ میرے دودھ کی قسم اگر ماموں کی طرف کسی کی آنکھ اُٹھے تو چہرے پر آنکھ نہ رہے، اگر کسی کا ہاتھ اُٹھے تو اس کے جسم پر ہاتھ نہ رہے، جاؤ عونؑ و محمدؑ زہراؑ کی کمائی تمہارے حوالے، زینبؑ کی آواز گونجی تھی کہ ایک بار اُمِ فروہؑ اپنے حجرے سے باہر آئیں، یہ بیوۂ حسنؑ ہیں، ایک بار

آواز دی میرے لعل قاسمؑ حجرے سے باہر آؤ بیٹا، ایک آواز پر ماں کی قاسمؑ آئے تو ماں نے کہا دیکھو بیٹا چچا کہیں جا رہے ہیں، پھوپھی نے بچوں کو ساتھ کیا ہے، بیٹا تم بھی چچا کے ساتھ جاؤ، اُمِ لیلیٰؑ باہر آئیں، کہا علی اکبرؑ باہر آؤ دیکھو باپ کہیں جا رہا ہے، بھانجے، بھتیجے ساتھ ہیں ابھی یہ مجمع بڑھ رہا تھا صحن میں، سن لیجئے بہت روئیں گے آپ بس دو چار جملوں کی زحمت اس سے زیادہ نہیں، عبّاسؑ کا حجرہ وہاں تھا یعنی جہاں صدر دروازہ یعنی جہاں دربانی کا کام بھی کرتے ہیں اور گھر کی خبر گیری بھی رکھتے ہیں روزمرہ کے مطابق کھانا کھا کر بستر پر پہنچ چکے تھے۔ چھوٹے بیٹے کو اُٹھا کر سینے پر بٹھا چکے تھے۔ پیار کی باتیں تھیں کہ بچہ ابھی سو جائے گا تو میں بھی سو جاؤں گا۔ ایک بار دروازہ کھلا۔ لبابہ زوجۂ عبّاسؑ اندر آئیں بچے کا بازو پکڑ کر الگ ہٹایا کہا اے میرے والی و وارث! آقا کہیں جا رہے ہیں، آپ آرام کر رہے ہیں؟ ایک مرتبہ عباسؑ اُٹھے، تلوار کو اُٹھایا اور کہا آقا نے کھانے کے وقت تو کہیں جانے کے لئے نہیں کہا تھا، اچانک مولاؑ کہاں جا رہے ہیں؟ باہر آئے سر کو جھکا کر کہا آقا پہلے کیوں نہیں بتایا آپ نے؟ حسینؑ فرماتے ہیں کہ ہم نے چاہا عباسؑ کہ ہم تنہا جائیں مگر زینبؑ نے یہ نہیں چاہا کہ ہم اکیلے جائیں، اچھا جیسی تم سب کی مرضی چلو ساتھ چلو، سب ساتھ چلے محلّہ بنی ہاشم میں آخری بار اس جلوس کی شان دیکھی گئی۔ آقا آگے آگے، سب ساتھ علی اکبرؑ، قاسمؑ، عونؑ محمدؑ، عبّاسؑ، محمد حنفیہؒ، ابن عبّاس جلوس بڑی شان سے دربار ولید تک پہنچا تو آپ نے کہا ٹھہرو ٹھہرو سب یہاں رکو میں اکیلا دربار میں جاؤں گا اگر میری آواز بلند ہو جائے عباس تم داخل ہو جانا، تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھے ہوئے ٹہل رہے ہیں عباسؑ دروازے پر، حسینؑ اندر، گفتگو ہوئی لوگ کہتے ہیں کہ ولید نے کہا یزید خلیفہ ہوا بیعت کیجئے تو حسینؑ نے

کہا کہ صبح کو جواب دیں گے، اندھیرے میں کیا بیعت کرنا استغفر اللہ معصومؑ اور یہ جواب نہیں دے سکتا۔ میرا عقیدہ ہے کہ حسینؑ نے یہ جواب نہیں دیا کہ صبح بیعت لینا روشنی میں بیعت لینا بلکہ حسینؑ نے یہ تاریخی جواب دیا کہ ہم اہلِ بیتِ نبوت کسی کی بیعت نہیں کرتے، اہلِ بیتِ نبیؐ اور ہیں اور اہلِ بیتِ نبوت اور ہیں اہلِ بیتِ نبیؐ وہ ہیں جو نبیؐ کے ساتھ رہتے ہیں چار دیواری میں اور اہلِ بیتِ نبوت وہ ہیں جن کا مقام سدرہ کے اس مقام پر ہے جہاں تک وہ معراج پر گئے۔ جہاں تک نبوت ہے وہاں تک نبوت والوں کا گھر ہے چاہے وہ مقام خانہ کعبہ ہو، چاہے وہ مقام قوسین او ادنیٰ ہو، نبوت والے کسی کی بیعت نہیں کیا کرتے۔ مروان نے آواز دی ولید کیا کر رہا ہے حسینؑ ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ ولید خاموش ہے، بیعت لے ورنہ سر کاٹ لے تو حسینؑ نے پلٹ کر کہا، اے نیلی آنکھوں والی کے بیٹے تیری مجال یہ بنی ہاشم کی شان تھی کہ ماں کی طرف اشارہ کر کے شجرہ بتانا اس گھرانے کی شان تھی یہاں مروان کو ڈانٹا ''ا بنُ الزّرقا'' نیلی آنکھوں والی کے بیٹے، یعنی کنیز کے زنا زادے تیری مجال کہ تو حسینؑ کے سر کی بات کرے۔ تاریخ لکھتی ہے کہ ادھر آواز بلند ہوئی ادھر پہلی ٹھوکر سے دروازہ کو ہلا کر عباسؑ اندر آ گئے۔ ادھر عباسؑ بڑھ رہے تھے ادھر حسینؑ واپس آ رہے تھے کہ سینے پر ہاتھ رکھ دیا تلوار پر عباسؑ کا ہاتھ جا چکا تھا کہ حسینؑ نے کہا عباسؑ کیا اس چھت کے نیچے تلوار چلاؤ گے، عباسؑ کچھ معلوم ہے تلوار چلانا چاہتے ہو، علیؑ کی تلوار کے جوہر دکھانا چاہتے ہو۔ کیا اچھا ہو کہ میدان میں تلوار چلے، گلیوں میں تلوار چلے گی تو میرے سوروماؤں کو لڑتے ہوئے کون دیکھے گا؟ سمجھاتے ہوئے گلیوں سے محلہ بنی ہاشم تک پہنچ گئے۔ تقریر کا آخری جملہ کل اس کے آگے سے عرض کروں گا کل دوسری محرم ہے آج کی حد تک ابھی راستے

میں چل رہے تھے۔ دیکھا سب ساتھ ہیں اگر محسوس کر سکیں تو دل کی گہرائیوں سے محسوس کریں، دیکھا عباسؑ خاموش سر کو جھکائے ہوئے ہیں۔ اچانک قریب آ گئے، دیکھا عباسؑ کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ گلے میں بانہیں ڈال دیں کہا عباسؑ میرے بھائی! میرے شیر! اتنے خاموش، اتنا چہرہ اترا ہوا، کس بات کا افسوس ہے عباسؑ کیوں اتنے افسوس میں ہو تو ہاتھوں کو باندھ کر عباسؑ نے کہا کہ آقا یہ جو کچھ ہوا اس کی خبر گھر تک پہنچ گئی ہوگی اور جب در پر پہنچوں گا تو سب سے پہلا سوال شہزادی یہ کریں گی عباسؑ تیرے ہوتے ہوئے حسینؑ کے سر کی بات ہوئی تھی تو بتایئے میں شہزادی کو کیا جواب دوں گا بتایئے آقا عباسؑ، شہزادی کے سامنے کیا جواب دے گا؟

☆ ☆

دوسری مجلس

نذرِ حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

آج دوسری محرّم ہے، عشرۂ محرّم کی دوسری تقریر مکّۂ معظّمہ میں منعقد ہے۔ جو حضرات جدّہ سے تشریف لائے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ ہمارا عنوان کیا ہے جو آج پہلی مرتبہ تشریف لائے ہیں ان کے لئے عنوان بتا دوں "قرآن کی قسمیں اور حروفِ مقطعات" یہ ہے عنوان آپ کے اس شہر کی مجالس میں یہ آب و تاب، اس ولولے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انسان جب کتابوں اور تاریخوں میں پڑھتا ہے کہ کہاں کہاں اور کس طرح حسینؑ کا ذکر ہوتا ہے۔ آبادی کو چھوڑ کر صحراؤں کا بھی جب حال پڑھتا ہے اور اس منظر کو دیکھ کر پابندیوں کے باوجود اسے معجزہ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے ...... صلوٰۃ۔ تو بس یہ ہے فیصلہ کہ جس نے یہاں مجالس کی بنیاد رکھی اُن کا نام میثب ہے اور مجھے اس پر حیرت نہیں ہوئی اس لئے کہ یہ ایسا نام ہے تاریخ میں کہ رسولؐ سے لے کر گیارھویں امامؑ تک ہر ایک معصومؑ کا ایک صحابی ایسا ضرور ہے جس کا نام میثب ہے، اس نام کا یہ اثر ہے کہ جو کام شروع کر دے میثب سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جگہ کا نام ہی میثب ہو گیا۔ میں مصائب تو نہیں پڑھ رہا ہوں آپ نے سنا ہوگا کہ دو شہزادوں نے خواب میں آ کر میثب سے

کہا کہ تمہارے قریب میں ہماری لاشیں فرات میں ہیں انہیں نکالو۔ یہ حضرت مسلم کے بیٹے ہیں اور اس شخص نے پہلی بار یہ روضہ بنایا اس کا نام بھی میسّب ہے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ رضویہ کراچی میں امام بارگاہ کے بانی اور آدھے کراچی کی عزاداری کے بانی میسّب حسین ہیں۔ اسی لئے معصومؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بچوں کے نام ایسے رکھو کہ جب تک جیو اس نام کے اثرات باقی رہیں اور ہمارے ناموں پر اپنے نام رکھو اسی لئے امام زمانہؑ نے زیارت پڑھتے ہوئے پنجتن پاکؑ کی فرمایا اے آل محمدؐ تمہارے نام کتنے شیریں نام ہیں کہ زبان پر نام آیا اور دل میں محبت آئی۔ کائنات میں کسی جگہ نام میں یہ اثر نہیں ملے گا ایک چھوٹا سا نام فاطمہؑ ہے۔ بی بی کے ننانوے ایک کم سو نام ہیں آج کی تقریر شہزادی کی نذر اور آغاز میں آپ نے سنا سرنامۂ کلام میں وہی آیت یٰسٓ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ○ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ○ اے سید و سردار آپ کی قسم اور قرآن کی قسم آپ مرسلین میں سے ہیں آپ نبیٔ مرسل ہیں تو جو خدا کی ذات ختمی مرتبت کی قسم کھا کر یہ کہے کہ آپ مرسل ہیں۔ آپ رسولؐ ہیں تو اس کی رسالت کا کیا پوچھنا۔ ظاہر ہے اس سے بڑھ کر کسی کی رسالت نہیں ہوسکتی، اگر وہی رسولؐ جس کی قسم خدا کھائے اور اگر وہ رسولؐ اپنی زبان سے کسی کے لئے یہ کہہ دے کہ یہ میرا ایک ٹکڑا ہے، یہ میرا ایک حصہ ہے، یہ میرا ایک جزُ ہے۔ تو اُس ٹکڑے کی کیا منزلت وعظمت ہوگی؟ مثال آپ کے سامنے کی دوں گا یعنی لوگ کہہ دیتے ہیں کہ رسولؐ نے کہا کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے فاطمہؑ میرا حصہ ہے تو اب یہ صرف رسولؐ کا حصہ نہیں ہے، یہ صرف رسول کا ٹکڑا نہیں ہے رسولؐ سر سے پیر تک رسولؐ ہے، فاطمہ جسم کا حصہ نہیں بلکہ رسالت کا حصہ ہیں تو جو کُل میں ہے وہ جزُ میں بھی ہوگا یعنی

کل رسولؐ ہے تو اس کا ایک ٹکڑا یا یہ کہوں میں اس کا ایک حِصّہ رسولؐ نہیں ہے یعنی جسم کا ہر حصہ کُلِ رسالت ہے، بات واضح نہیں ہو پا رہی ہے۔ جب تک میں بات واضح نہ کر لوں گا میں آگے بڑھوں گا نہیں اور دلیل سے بات کروں گا ایسا نہیں ہوگا کہ ذہن میں خلش رہ جائے۔ دل میں خلش رہ جائے۔ آپ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ چار دیواری بنی ہوئی ہے لیکن یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ حطیم بھی خانہ کعبہ میں شامل ہے۔ کبھی ایسا ہوا کہ آپ حطیم کے بیچ سے نکل جائیں، بھئی آپ کو تو صرف چار دیواری کا طواف کرنا ہے نہیں ہر شارع نے ہر نبی نے ہر پیغمبر نے ہر امام نے کہا کہ وہ حصہ خانہ کعبہ کا حصہ ہے۔ وہ کُل ہے، یہ جزُ ہے، لیکن کعبے میں شامل ہے۔ طواف تمہیں باہر سے کرنا ہے۔ اگر مقام ابراہیمؑ خانہ کعبہ کا جز ہوتا تو یہ حکم ہوتا کہ اس کو بھی طواف میں لے لو یعنی حضرت ابراہیمؑ کے قدم، اس کی سرحد میں رہنا ہے یعنی اس کی سرحد سے پار نہیں جانا ہے وہ حصہ نہیں حطیم کا ٹکڑا خانہ کعبہ کا جز ہے کعبے میں شامل ہے کیونکہ تعمیر نہیں ہو سکی تھی سادہ چھوڑ دیا گیا نہیں تھے اتنے پیسے قریش کے پاس نہیں بنا سکے تو بعد میں بھی دیوار میں شامل نہیں کیا گیا لیکن طواف میں شامل ہے یعنی جو کُل ہے وہ جزُ ہے۔ فاطمہؑ میرا ایک حصہ ہے، جزُ ہے تو وہ جزُ جو ہے وہ کُل سے الگ نہیں ہے اور یہاں وحی آئے گی۔ اگر رسولؐ پر وحی آئے گی تو کیا ایک ٹکڑے پر نہیں آئے گی ملک آیا نبیؐ پر اور وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ میرا ایک حصہ ہے۔ یہ ہاتھ میرا ایک حصہ ہے کیونکہ یہ جز ہے اس پر وحی نہیں آئے گی۔ دل پر آ گئی، دماغ پر آ گئی، نہیں جو حصے ہیں وہ آئین سب پر لاگو ہوگا، تو اس لئے رسولؐ کہہ رہا ہے دنیا حیران ہوتی ہے اسی لئے ہمارے آئمہؑ نے کہا کہ آپ صاحبِ وحی تھیں صحیفہ فاطمہؑ موجود ہے۔ یعنی نبی پر وحی آئے گی تو فاطمہؑ پر بھی

ملک آئے گا اور یہاں تو وحی لے کر آتا ہے وہاں آئے گا تو چکی بھی پیسے گا، بچوں کو سلائے گا بھی، جھولا بھی جھلائے گا،صلوٰۃ یعنی یہاں آ کر خادم بن جاتا ہے ملک تو جتنی دیر یہاں ملک رہتا ہے تو کیا کیا باتیں زہراؑ سے کرتا ہوگا، رسولؐ کے پاس صبح آرڈر(Order) لے کر آیا وحی سنائی اور واپس، یہاں آیا تو ایسا دل لگا کہ جانے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا وہی جبریلؑ جو روز وحی لے کر آتے ہیں جب زہراؑ کی خدمت میں آئے تو اب جانے کو دل نہیں چاہتا سلمان فارسیؓ آئے گھبرا کر دروازے سے واپس ہو گئے، پہنچے رسولؐ کی خدمت میں کہ بڑا حیرت کا ماجرا دیکھا، بچے زہراؑ کے سو رہے ہیں اور زہراؑ چکی پیستے ہوئے تھک کر چکی پر اپنا سر رکھ کر سوگئیں ہیں۔ چکی بھی چل رہی ہے، جھولا بھی ہل رہا ہے۔ میں حیران ہوں کہ یہ کیا ماجرا ہے کہا حیران کیوں ہو جبریلؑ موجود ہیں، میکائیلؑ موجود ہیں۔ (صلوٰۃ) جُز ہے زہراؑ میرا ایک حصہ ہے اب بات آگے بڑھ جائے گی فاطمہؑ میرا ایک حصہ ہے تو اب تعظیم کو اُٹھیں گے۔کل میں نے یہ جملہ چھوڑ دیا تھا تقریر میں تعظیم کو اُٹھیں کیا مطلب ہے تعظیم کو اُٹھیں۔ بیٹی آئی اب یہ ترمذی شریف ہے مشہور کتاب ہے ترمذیؔ لکھتے ہیں کہ رسولؐ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ زہراؑ آئیں، رسولؐ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اب اگلا جملہ لکھتے ہیں کہ جہاں بیٹھے تھے وہاں بیٹی کو بٹھا دیا اور خود کھڑے ہیں۔ یہ اضافہ ہے اس میں اور ہمارے یہاں تو صرف یہ ہے کہ زہراؑ آئیں اور رسولؐ کھڑے ہو گئے اور ترمذی شریف میں یہ ہے کہ زہراؑ آئیں تو خود کھڑے ہو گئے اور جس مسند پر بیٹھے تھے اس پر زہراؑ کو بٹھایا خود کھڑے ہیں۔کل کا جملہ آپ کو یاد ہوگا کہ نبیؐ نے اپنی بیٹی کی تعظیم نہیں کی اور نہ بعد میں نبیؐ نے یہ حکم دیا کہ کوئی امام کوئی عالم یا اُمت اپنی بیٹیوں کی تعظیم کرے۔ یہ واحد مثال ہے آپ جب تک اس

جملے کی عظمت تک نہ پہنچ سکیں گے کہ نبیؐ تعظیم کر رہا ہے اپنی بیٹی کی کہ علیؑ بھی موجود ہیں اسے مدینے میں کونسی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ علیؑ آئے اور رسولؐ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ علیؑ کا مرتبہ بحیثیت امام اور شوہر بہت بلند ہے۔ دیکھئے میں بہت نازک منزل سے گزر رہا ہوں اور بچے جوان اپنے ذہنوں میں محفوظ کریں بڑی اہم منزل ہے۔ علیؑ کا مرتبہ بحیثیت امام اور شوہر فاطمہؑ سے بلند ہے لیکن جب زہراؑ آتی ہیں تو رسولؐ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ علیؑ جب آتے ہیں رسولؐ اُٹھ کر کھڑے نہیں ہوتے کیوں کیا بات ہے تو اب پتہ چلا کہ بیٹی کی تعظیم نہیں ہو رہی ہے جزوِ رسالت کی تعظیم ہو رہی ہے۔ زہراؑ کے عہدے اور منصب کا تقاضا تھا کہ رسولؐ اپنی برابر والی یعنی مردوں کے لئے رسولؐ کا منصب ہے عورتوں کے لئے رسول زہراؑ ہیں اور جب دو ایک جیسی حیثیت والی شخصیتیں آمنے سامنے آتی ہیں تو دونوں ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں، علیؑ کا منصب بعد رسولؐ شروع ہوگا علیؑ ابھی امام نہیں ہیں۔ ابھی خلیفہ نہیں ہیں علیؑ ابھی فقط وزیر ہیں جب رسولؐ کی وفات ہو گی۔ جب منصب ملے گا۔ زہراؑ کا منصبِ رسولؐ کے سامنے موجود ہے، یعنی منصب زہراؑ رسولؐ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ یہ عورتوں میں تبلیغ کریں وہ مردوں میں تبلیغ کریں منصب برابر ہیں۔ (صلوٰۃ) صرف فرق یہ ہے کہ وہ مرد ہیں، یہ عورت ہیں۔ منصب ساتھ ہے، جو جُز ہے، وہ کُل ہے۔ اب میں اور آگے بڑھوں ابھی حدیث کی بحث ہے۔ ابھی نفسیات کی بحث ہے قرآن سے جب تک بات نہ ہو جائے جب تک آپ کے ذہن میں بات جاگزیں نہیں ہوگی۔ یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ قسم ہے یاسین کی اور قرآنِ حکیم کی۔ ہارون الرشید کا دربار ہے یحییٰ ابن اکثم جیسا عالم دین بیٹھا ہوا ہے سوال جواب اور آپ کا آٹھواں امامؑ ہے۔ ایک بار پلٹ کر کہا یحییٰ ابن اکثم

قرآن میں ہمارے جد رسولؐ کا نام کہاں پہ آیا ہے تو اس نے کہا بہت سے مقامات پر آیا ہے کہا نہیں وہ جگہ بتاؤ جہاں اللہ نے قسم کھائی ہو اور قرآن کے ساتھ گواہی میں نام لیا ہو، خاموش ہو گیا، کہا فرزند رسولؐ ہمیں نہیں معلوم، کہا ہاں پڑھو یحییٰ ابن اکثم یہ آیت یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ہمارے جد کا نام یٰسین ہے اور قرآن کی گواہی گواہی کے ساتھ اللہ نے لیا یٰسٓ نام ہے اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں دل میں خلش ہے کہ فرزند رسولؐ آپ نے اس نام پر اصرار کیوں کیا۔ سارے ناموں کو چھوڑ کر آپ نے یہ نام کیوں پوچھنا چاہا آپ کہنا کیا چاہتے تھے؟ کہا ہاں یحییٰ بن اکثم ہم کہنا یہ چاہتے تھے کہ تو نے سورۂ صافات پڑھی ہے کہا ہاں مولا پڑھی ہے کہا تم نے اس میں یہ پڑھا کہ اللہ ہر نبیؐ کے کارنامے بیان کر کے ہر نبی پر سلام کرتا ہے کہا ہاں پڑھا ہے۔ تم نے پڑھا سورۂ صافات میں کہ اللہ کہتا ہے کہ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ہمارا سلام ہو ہمارے عظیم بندے نوحؑ پر کہا پڑھا، کہا اس سورہ میں تو نے یہ بھی پڑھا سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ سلام ہو ہمارا ابراہیمؑ پر، جس نے قربانی پیش کی اور امتحان میں کامیاب ہوئے کہا پڑھا کہا تم نے یہ بھی پڑھا کہ اللہ کہتا ہے سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ سلام ہو ہمارے نبی اور بندوں موسیٰؑ اور ہارونؑ پر کہا مولا پڑھا ہے خاموش ہو گئے، تو کہا مولا یہ آپ نے کیوں پوچھا تو مولا نے کہا کہ یحییٰ ابن اکثم تم نے پورا قرآن پڑھا یہ بتاؤ کہ ہر نبی پر سلام کر رہا ہے اللہ پورے قرآن میں کہیں اللہ نے یہ بھی کہا کہ آلِ نوحؑ پر سلام، آلِ ابراہیمؑ پر سلام، آلِ موسیٰؑ پر سلام، آلِ ہارونؑ پر سلام، نہیں پورے قرآن میں کہیں اللہ نے نبی پر تو سلام کیا، لیکن اس کی اولاد پر سلام نہیں کیا پھر کہا اس سورہ صافات میں جب سارے انبیاء پر سلام کر چکا تو پھر ایک بار خدا نے آخر میں سلام کیا، سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ہر

نبی پر سلام اور یٰسین کی اولاد پر سلام اس لئے اصرار تھا کہ پہچانو قرآن میں ہمارے جد کا نام یٰسین ہے یٰسین بھی اسی قرآن میں آل یٰسین بھی اسی قرآن میں۔ (صلوٰۃ)

صافات میں کہا گیا کہ تمہاری اولاد پر ہمارا سلام جہاں اولاد پر سلام ہو اور اولاد اوّل زہراؑ ہوں اب آپ کی نگاہوں میں عظمتیں واضح ہوتی جائیں دل و دماغ میں اور اس کے بعد سورۂ مدثر میں ارشاد ہوا۔ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ○وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ○ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ○ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ○ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ (سورۂ مدثر آیت ۳۳ تا ۳۷) قسم ہے، ہم کو پورے چاند کی قسم، تینتیس سے لے کر سینتیس تک پانچ آیتیں آپ کے سامنے پڑھوں گا، سورہ مدثر چوہترواں سورہ ہے کلام پاک کا پورے چاند کی قسم اور ہم کو جاتی ہوئی رات کی قسم گزرتی ہوئی رات کی قسم آپ کو موضوع ہمارا معلوم ہے کیا ہے اور کیا چل رہا ہے قسم ہائے قرآن اور حروف مقطعات یہ موضوع ہے۔ اب آپ سمجھیں کہ میں نے یہ موضوع اس لئے اپنایا ہے کہ پچیس موضوعات خود بخود اس میں آ جائیں گے یہ ترتیب اس لئے رکھی ہے تا کہ میں زیادہ سے زیادہ علمی مواد آپ تک پہنچا سکوں، اس لئے میں نے انتخاب کیا ہے اور آپ خود دیکھیں گے کہ ایک ساتھ کتنے موضوعات چل رہے ہیں جب آپ چار پانچ تقریریں سن لیں گے پھر آپ سمجھ پائیں گے ابھی تو آپ بڑی محنت کر رہے ہونگے سمجھنے کے لئے کہ یہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟

پورے چاند کی قسم، جاتی ہوئی رات کی قسم، آتی ہوئی چمکدار صبح کی قسم، اللہ نے تین قسمیں کھائیں پورے چاند کی قسم، جاتی ہوئی رات کی قسم، آتی ہوئی صبح کی قسم اور یہ قسمیں کھا کر بے اختیار کہا، ہماری نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی نشانِ کبریٰ ہے، وہ لَاِحْدَى الْكُبَرِ جو انسانوں کو ڈرانے والی ہے وہی بڑی نشانی جو

ہے جسے ہم قسم کھا کر بتا رہے ہیں کہ وہ ہماری نشانی ہے وہ انسانوں کو ڈرانے والی ہے نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ وہی تو ہے کہ جس کی طرف انسان بڑھا اس سے محبت کی تو ہم نے اس کو جنّت کی بشارت دی جس نے قدم پیچھے ہٹا لئے اس سے بیزاری کی وہ دور ہٹ گیا ہم اُسی کو تو جہنم میں ڈال دیں گے۔ قسمیں کھا کر معبود یہ بتائے کہ ہماری ایک بڑی نشانی ہے انسانوں کو ڈرانے والی...... جس نے اس کی طرف قدم بڑھائے اس کے لئے جنّت کی بشارت جس نے قدم پیچھے ہٹائے اس کے لئے جہنم ہے ہم اسے آگ میں ڈال دیں گے تو آپ کچھ سمجھے کہ قرآن میں رسولؐ کو کیا کہہ کر پکارا گیا؟ اے بشیر و نذیر، اے انسانوں کو ڈرانے والے اس کو جنّت کی طرف بلانے والے! امام صادقؑ سے پوچھا گیا کہ اس آیت کا مقصد کیا ہے تو کہا تم نہیں سمجھے کہ اللہ قسم کھا کر کہہ رہا ہے لَاِحْدَى الْكُبَرِ ہماری دادی فاطمہؑ زہرا کا نام ہے صلوٰۃ...... اگر وہ بشیر اور نذیر ہے تو یہ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ہے۔ اب رسالت کا جز سمجھ میں آیا۔ (صلوٰۃ) اللہ کی بڑی نشانی زہراؑ...... انسان کو ڈرانے والی نذارت کی منزل پر مردوں کو ڈرائیں رسولؐ اور نذارت کی منزل پر عورتوں کو ڈرائیں زہراؑ، عہدہ ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ اور جس نے قدم آگے بڑھایا اب خود اپنی نگاہوں سے دیکھئے کہ رسولؐ کی زیارت کر کے کس کے قدم ادھر اُٹھ رہے ہیں اور کون ہے جو پیچھے ہٹ رہا ہے۔ یہ ہے زہراؑ کی عظمت اور ایسی ویسی عظمت نہیں ہے ننانوے نام خدا نے خود رکھے ہیں اور ایک ایک نام میں زہراؑ کی عظمت کو چھپا دیا۔ کبھی کہا اُنسیہ حورا یہ سب نام خدا بھیج رہا ہے اور رسولؐ نے یہ نام بار بار دہرائے ہیں دُرّۃُ النورا بتولِ عذرا صرف نام نہیں ہے انسیہ حورا، جب امام سے پوچھا گیا کہ انسیہ حورا کیا ہے کہا وہ ذات گرامی جو حور اور انسان کے درمیان ہو، حور سے بھی بلند

انسان سے بھی بلند وہ مخلوق جسے خدا نے اپنے نور سے بنایا دُرّۃُ النورا وہ قدرت کے خزانے کے نور کا موتی کہ جو نایاب ہو جس کا جواب دوسرا نہ ہو بتولِ عذرا ایسی بی بی جو پاکیزہ اور عبادت گزار ہو۔ جس کے پاس طہارت کے سوا اور کچھ نہ ہو صرف طہارت۔ عبادت میں مشغول زہراؑ امام سے پوچھا گیا کہ زہراؑ نام کیوں رکھا گیا، امام نے کہا جب محراب عبادت میں آئیں تو مدینہ کی در و دیوار پر سرخ روشنی چھا جائے۔ لوگ حیران ہو کر پوچھیں کہ یارسولؐ اللہ یہ مدینہ کے مکانات سرخ کیوں ہو گئے۔ تو کہیں کہ میری بیٹی محراب عبادت میں ہے۔ میری بیٹی عبادت کر رہی ہے۔ کچھ آپ سمجھے ضرورت کیا تھی کوئی اور امام نماز پڑھے رسولؐ نماز پڑھے تو محراب عبادت سے نور نہ نکلے تو بتانا یہ ہے کہ امام یا رسول نماز پڑھے گا تو دنیا آنکھ سے دیکھے گی۔ زہراؑ کو دیکھ نہیں سکتی دنیا کو نور بتائے کہ عبادت میں کھڑی ہیں بی بی، صلوٰۃ نماز پڑھتے ہوئے علیؑ کے پاؤں سے تیر کھینچا جائے تو معلوم ہو لوگوں کو کہ عبادت کیسی رسولؐ نماز پڑھیں تو سورہ طٰہٰ آ جائے۔ سیّد الساجدینؑ نماز پڑھیں تو زین العابدینؑ سیّد السّاجدینؑ نام پڑ جائے، یعنی آنکھ سے دیکھا نماز پڑھتے ہوئے یعنی بی بی پر تمہاری نگاہیں نہیں پڑ سکتیں۔ ہم نے یہ نظام بنایا ہے کہ کب صبح کی نماز پڑھی، کب ظہرین پڑھی اور کب مغربین بی بیؑ نے پڑھی۔ یہ امام صادقؑ فرماتے ہیں۔ بتولؑ نام ہے تشریح ہو گئی دنیا سے کٹ کر عبادت کرنے والی لیکن نہیں ایک اور معنی لکھے ہیں بتول کے ایک ایسی شاخ جسے کاٹا گیا ہو اور قلم بنا کر دوسرے چمن میں لایا گیا ہو اور وہ شاخ بارآور ہو کر پھل دے رہی ہو بتولؑ اب تھوڑی سی تشریح ہو جائے آدمؑ سے لے کر ختمی مرتبت تک نبوت کا درخت ایک لاکھ چوبیس ہزار فصلیں دے کر بوڑھا ہو گیا۔ جن بزرگوں کے باغات ہونگے ہندوستان و پاکستان

میں اور بچوں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہوگا جیسے کوئی بہت اچھا آم کا درخت ہو اور اب اس میں پھل آنے کی امید نہ ہو تو اس کی شاخ کاٹی جائے ، گملے میں لگائی جائے اور دوسرے درخت میں جوڑی جائے اور وہاں بوری میں مٹی باندھ کے تو اب جو شاخ ہری بھری ہوئی تو وہی پھل اس میں آنے لگے۔ تین چار سال کے بعد یہ ایک طریقہ تھا قلم لگانے کا تو بتول ایسی شاخ کو کہتے ہیں جو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبوت کا درخت جو فصلیں دے چکا تھا قدرت نے پہلے ایک گملا لگایا پھر اس میں ایک شاخ لگائی۔ فاطمہ بنت اسدؑ کو بھیج کر شاخ اتنی زبردست تھی کہ گملا چیخ گیا گملا چیخ کر ٹوٹ گیا شاخ باہر آئی اور نبوت کے درخت سے ایک شاخ لی اور دونوں شاخوں کو ملا کر اب جو درخت میں لگایا تو نئی فصل آئی امامت کی قیامت تک یہ امامت کی فصل باقی رہے گی۔ (صلوٰۃ) معصومؑ نے یہ بھی فرمادیا کہ پتّوں سے مراد تم ہو پھل آئے گا وہ ائمہؑ ہیں اور پتّے تم سب ہو شاخیں اور جڑیں تو تمہیں معلوم ہے کہ فروع کیا ہیں اصول کیا ہیں ، وہی تو بچوں کو یاد کرایا جاتا ہے، اسی درخت کی شاخیں درخت کی جڑیں اصول جڑیں شاخیں فروع ہیں، نماز روزہ ، حج زکوٰۃ خُمس ، جہاد، یہ سب شاخیں ہیں ،توحید، نبوت، امامت قیامت یہ جڑیں ہیں یعنی جڑ جو ہے وہ نیچے ہے اور شاخیں اوپر ہیں اگر جڑ سوکھ جائے تو شاخیں بھی سوکھ جاتی ہیں، اس لئے دل میں توحید و عدل و نبوت و امامت و قیامت کا عقیدہ پختہ رہے تو جڑیں مضبوط رہیں گی اور یہی پیغام ہم دیا کرتے ہیں کہ اگر جڑیں مضبوط ہیں تو پھر شاخیں بھی مضبوط ہونگی اور پتّے کبھی شاخوں سے جدا نہیں ہونگے۔ نبوت کا یہ درخت جو امامت کی فصل دینے لگا بتولؑ یعنی وہ بی بی جو کٹ گئی دنیا سے یا وہ بی بی جس نے بعض فصلوں کو تبدیل کر دیا وہ بی بی انسیہ حورا ، دُرّۃ النورا، بتول عذرا ،

راضیہ جس سے رب راضی ہو گیا، مرضیہ، جو اپنے رب کی مرضی پر راضی ہو گئی، طاہرہ، جو پیدائش سے طاہر تھی، پاک تھی طیب تھی وہ بی بی نام اتنے اور کُنیتیں اتنی اُم الحسنؑ، اُم الحسینؑ، اُم المحسنؑ اُمِ ابیہا، اُمِ المصائب یہ ہیں کُنیتیں بی بی کی اس نام نے بتایا کہ اس گھر میں شہادت ہے، اسی زہراؑ کے گھر میں توحید بھی ہے، عدل بھی ہے، نبوت بھی ہے۔ امامت بھی اسی گھر میں، شرافت بھی اسی گھر میں، عبادت بھی اسی گھر میں، شجاعت بھی۔ ہر شے اسی گھر سے نکلی ہے۔ قرآن آئے تو اسی گھر میں آپ حیران ہوں گے اور نبیؐ کی زیارت کے لئے جس دروازے سے جانا پڑتا ہے وہ زہراؑ کے گھر کا دروازہ ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ قبر مسمار کر دی۔ تمہاری نگاہوں میں مسمار ہے۔ ایک ویرانہ ہے لیکن سنو زہراؑ کی عظمت کیا ہے رسولؐ درِ زہراؑ پر روز آئیں اور آیت تطہیر کی تلاوت کریں۔ اس دروازے پر کھڑے ہو کر مدینے والوں کو بتائیں کہ میری بیٹی کی عظمت کیا ہے اور بار بار بتائیں گے گھر میں آئے اور کہا کساء یمانی لاؤ زہراؑ وہ میری یمنی چادر لاؤ، بیٹی چادر لائی۔ حدیث کساء نہیں پڑھنی ہے بس آہستہ سے نکل جانا ہے۔ چادر آئی اوڑھ کر لیٹ گئے ضعف محسوس کر رہا ہوں، اب خود بیٹی بیان کرتی ہیں حدیث کساء روایت کرتی ہیں۔ جناب فاطمہ زہراؑ، ان سے ابو ذرؓ، یا اُمِ سلمیٰؓ اور ان سے ہم تک پہنچی کچھ دیر کے بعد میرا بیٹا حسنؑ آیا اس نے پوچھا آج نانا گھر میں ہیں کہا ہاں وہ چادر میں ہیں آرام کر رہے ہیں حسنؑ گئے سلام کیا اور اجازت ملی چادر میں گئے کچھ دیر کے بعد حسینؑ آئے اسی چادر میں گئے کچھ دیر کے بعد علیؑ آئے اذن لیا اسی چادر میں داخل ہوئے، پھر اس کے بعد فاطمہ زہراؑ فرماتی ہیں کہ میں اس چادر کے قریب گئی، میں نے بابا کو سلام کیا اور پھر بابا سے اجازت مانگی کہ بابا اجازت ہے کہ میں اس چادر میں آ جاؤں زہراؑ

بھی اس چادر میں آئیں اب کتنے لوگ اس چادر میں ہو گئے رسولؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ پانچ تن اس چادر کے اندر اب ایک بار ملائکہ نے اللہ سے یہ پوچھا کہ اس چادر میں کون لوگ ہیں؟ اب یہاں سے میرے سوال و جواب شروع ہو جائیں گے۔ وہ ملک جو ڈیوڑھی پر روز آتا تھا کبھی جھولا جھلانے، کبھی چکی پیسنے، کبھی درزی بن کر بچوں کے لئے کپڑے لے کر، وہ سارے ملک جو اس گھر کا ہر وقت طواف کرتے رہتے ہیں وہ آج پہچان ہی نہیں رہے کہ چادر کے نیچے آخر کون ہیں اور اللہ سے پوچھ رہے ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں، اے اللہ بتا کہ اس چادر کے نیچے کون لوگ ہیں تو دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں کہ ملک یہ چاہتے تھے کہ آج تعارف اللہ کی زبان سے ہو۔ وہ ذکر کرے ان پانچ کا اور ہم سنیں یا بات یہ تھی کہ ان پانچوں کو الگ الگ دیکھا تھا اب جو پانچوں انوار ایک ساتھ آئے اور اب جو ساطع ہوا نور آسمان تک تو اسی نور کے جھماکے میں چہرہ نہ پہچان سکے۔ خود بھی نورانی تھے مگر اس نور کو نہ سمجھ سکے۔ اب پوچھا تو حیران بھی ہوئے کہ خدا نے ان کا تعارف کرایا تو عجیب انداز سے اس چادر کے نیچے میری کنیزِ خاص ہے۔ اب زہراؑ کی عظمت سمجھتے جائیں آپ، میری کنیزِ خاص فاطمہ زہراؑ، اس کا باپ، اس کا شوہر، اس کے بیٹے، معبود وہ جس پر تو وحی کرتا ہے جسے تو نے اپنے دین کا ناخدا بنایا ہے، اس کے نام سے تعارف نہیں یہ بیٹی کے نام سے تعارف کرایا جا رہا ہے۔ یہ بیٹی سے گھرانا پہچنوایا جا رہا ہے، بابا کا تعارف بیٹی سے ہو رہا ہے۔ آخر تو رسولؐ سے کیوں نہیں تعارف کرواتا۔ ارے علیؑ موجود ہیں ان کے نام سے تعارف کروا دے۔ زہراؑ کے شوہر وہ ہیں بچوں کے باپ وہ ہیں رسولؐ کے داماد اور چچا زاد بھائی وہ ہیں تو خدا کہے گا تم اس راز کو کیا سمجھو اگر ہم رسالت سے تعارف کرواتے تو امامت کا پلہ گھٹ

جاتا۔ امامت سے تعارف کرواتے تو رسالت کا پلہ گھٹ جاتا۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ آج ہم عصمت سے تعارف کرائیں گے رسالت کے پاس بھی عصمت ہے۔ امامت کے پاس بھی عصمت ہے۔......صلوٰۃ عصمت مرکز ہے اور ان چاروں کے پاس عصمت ہے کس کی عطا کی ہوئی، اس بیٹی کی عطا کی ہوئی۔ یہ معدن رسالت ہے، رسالت کا خزانہ ہے۔ ہم نے عصمت سے تعارف کرایا ہے اور ایسا تعارف کرایا ہے معبود نے کہ اب قیامت تک یہ تعارف معجزہ بن گیا۔ آپ اپنے گھروں پر نام لکھتے ہیں فریم لگاتے ہیں، اللہ، محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ظاہر ہے قدرت تعارف کرائے اور بیلنس (Balance) رہے تو وہ قیامت تک بیلنس رہے گا۔ کیسے اب دیکھئے معجزۂ محمد میں کتنے حرف ہیں چار اور علیؑ میں کتنے ہیں تین چار اور تین سات یاد رکھیں گے آپ کیسے نام لکھے ہیں پہلے محمدؐ پھر علیؑ بیچ میں فاطمہؑ پھر حسنؑ حسینؑ بیچ میں فاطمہؑ یاد رکھئے گا، چار حروف محمدؐ میں تین علیؑ میں سات اور فاطمہؑ میں کتنے ہیں پانچ پانچ اور سات بارہ، اب ادھر دیکھئے فاطمہؑ اگر ادھر شامل ہو جائیں تو بارہ کے عدد پورے ہو جائیں گے اب ادھر آیئے حسنؑ میں کتنے تین حسینؑ میں کتنے چار، تین اور چار سات ان ساتوں میں پھر پانچ کو جوڑ یئے بارہ ادھر بھی بارہ اُدھر بھی بارہ، بیلنس کیا فاطمہؑ نے پانچ کو، بتایا کہ بس ان پانچ سے بارہ بنیں گے۔ (صلوٰۃ) اب سوال یہ ہے کہ چادر میں ان پانچوں کو جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بھئی گھر میں رہتے تھے بتا دیتے کہ یہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔ کہا کہ نہیں یہ جو مسجد نبوی کی دیوار ہے کھینچی ہوئی تم اسے سمجھتے ہو کہ یہ رسولؐ کا گھر ہے ہاں یہ رسولؐ کا گھر ہے مگر اس میں جو رہتے ہیں وہ سب کے سب اہل بیتؑ نہیں ہیں کہ اپنے گھر سے نکل کر فاطمہؑ کے گھر کی چار دیواری میں آ جائیں اس چار دیواری میں یہ احتیاط کہ

چادر کا ایک خیمۂ عصمت بنایا ایک چادر کی چار دیواری بنا کر اس میں پانچوں کو بٹھایا کہ اس چار دیواری میں کوئی نہیں آئے گا۔ مسجد نبویؐ میں آؤ۔ زہراؑ کے دروازے تک آؤ لیکن یہ ہے نبوت کا گھر یعنی یہ جو خیمۂ عصمت بنایا ہے کسائے یمانی کا یہاں اُمِ سلمیٰؑ تم بھی نہیں آسکتیں۔ چادر کا کونا اُٹھا کر پوچھا کہ میں داخل ہو جاؤں؟ نہیں تم خیر پر ہو لیکن اس سرحد میں نہیں داخل ہوسکتیں یہ ہے نبوت کا گھر، خیمۂ عصمت میں جمع کر کے رسولؐ بتانا کیا چاہتے ہیں بتانا یہ چاہتے ہیں کہ قیامت تک کے لئے کچھ مثالیں اور نمونے چھوڑ رہا ہوں تمہارے سامنے تم اپنی معاشرتی زندگی میں اگر اپنی زندگی کو سنوارنا چاہتے ہو تو یہ مثالی کردار تمہارے سامنے رہیں گے اور یہ کل پانچ ہیں۔ پانچ مجھ کو ملا کر یہ پانچ ہیں اب دیکھتے جائیے اگر تم معاشرے میں زندگی گزارنے کے لئے بیٹی کے بہترین باپ بننا چاہتے ہو تو رسولؐ کو دیکھنا اگر تم بیٹوں کے بہترین باپ بننا چاہتے ہو تو علیؑ کو دیکھنا اگر بہترین بھائی بھائی بننا چاہتے ہو تو حسنؑ اور حسینؑ کو دیکھنا اور خواتین عالم اگر بہترین بیٹی بننا چاہیں تو فاطمہؑ کو دیکھیں اگر بہترین زوجہ بننا چاہیں تو فاطمہؑ کو دیکھیں۔ اگر بہترین ماں بننا چاہئیں تو فاطمہؑ کو دیکھیں سب کو چادر میں جمع کر دیا ذرا مجھے بتائیے کون سا رشتہ رہ گیا ماں بھی اس میں، بیوی بھی اسی میں، نواسے بھی چادر میں بیٹی بھی اسی میں، شوہر بھی اسی میں، باپ بھی اسی میں، نانا بھی اسی میں، ساری رشتہ داریاں اس چادر کے نیچے جمع کر دیں۔ مطلب یہ تھا کہ ان کو ہم نے جمع کیا ہے اور یہ سیرت کے نمونے بنا کر ہم تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں اور دیکھو ہم نے بنا تو دیئے سیرت کے نمونے ہو سکتا ہے کہ تم آنے والے دور میں یہ کہو کہ گھر میں بنایا تھا کسی نے دیکھا اور کسی نے نہیں دیکھا کسی کے لئے مثال اور کسی کے لئے مثال نہیں تو قدرت نے کہا گھبراؤ

نہیں یہ گھر میں مثال دی ہے ہم نے اور گھر میں دین کا آغاز ہوا تھا کسی بھی تحریک کا آغاز گھر سے ہوا کرتا ہے پھر محلّہ میں ہوتا ہے پھر شہر میں ہوتا ہے پھر ملکوں میں ہوتا ہے۔ آج ہم نے بنیاد رکھی ہے ان پانچ مثالی نمونوں کی اور پھر چند دنوں کے بعد تم دیکھو گے کہ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ تم اپنے بچوں کو لاؤ ہم اپنے بچوں کو لائیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ ہم اپنی عورتوں کو لائیں، تم اپنے نفسوں کو لاؤ ہم اپنے نفسوں کو لائیں اور اب گھر کے باہر بھی پانچ آ گئے۔ (صلوٰۃ) تمہیدی منزل سے گزر کر اب خاتمے کی طرف آ رہا ہوں اور اب یہ آخری جملے وہ پانچ تن باہر آئے تا کہ کائنات میں مثال قائم ہو جائے اور جب یہ باہر آئے تو انداز یہ ہے کہ وہ نجران کے عیسائی جنہیں بڑا ناز ہے اپنی روحانیت پر اپنی رہبانیت پر وہ آئے ہیں مقابلہ کرنے کے لئے اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں اور رسولؐ یہ کہہ رہے ہیں کہ کیا کہتے ہو تم وہ خدا کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں وہ تو اللہ کے بندے ہیں نہیں نہیں اس لئے بیٹے ہیں خدا کے کہ ان کا باپ نہیں ہے تو رسولؐ نے کہا کہ اس سے بڑھ کر مثال کیا ہو سکتی ہے کہ آدمؑ کو پہلے حق پہنچتا ہے کہ وہ خدا کے بیٹے ہوں وہاں تو نہ باپ ہے نہ ماں ہے۔ یہاں کم از کم ماں تو ہے۔ آدمؑ خدا کے بیٹے لیکن وہ نہیں مانے کہا کہ نہیں ہم نہیں مانتے ہم آپ کی کوئی بات نہیں مانیں گے لیکن ابھی تک انہیں قرآن سمجھا رہا تھا کہ مان جاؤ عیسیٰؑ خدا کے بیٹے نہیں ہیں تو انہوں نے نہیں مانا، قرآن تنہا نہیں سمجھا سکتا جب قرآن نہیں سمجھا سکا تب اللہ نے کہا کہ بچوں کو لاؤ، عورتوں کو لاؤ، نفسوں کو لاؤ، یعنی کہ جب تک نفس، عورتیں اور بچے نہ آ جائیں یعنی جب تک اہل بیتؑ نہ آ جائیں اس وقت تک بات کو سمجھایا نہیں جا سکتا۔ قرآن اکیلا کافی نہیں ہے اور

صرف قرآن رسولؐ کے لئے کافی نہ اللہ کے لئے کافی نہ مشرک کے لئے کافی، نجران کے عیسائی بھی قرآن سے نہیں مانے۔ وہ بھی قرآن اور اہلِ بیتؑ پر عقیدہ رکھ رہے تھے۔ اللہ بھی قرآن و اہلبیتؑ پر عقیدہ رکھتا ہے۔ رسولؐ بھی قرآن اور اہلبیتؑ پر عقیدہ رکھتا ہے۔ اللہ بھی دونوں کو مانتا ہے۔ رسولؐ بھی رسالت بھی دونوں کو مانتی ہے، مشرک بھی دونوں کو مانتا ہے۔ درمیان میں یہ کون ہے جو کہہ رہا ہے کہ اکیلا قرآن کافی ہے۔ نہ وہ مسلم ہے نہ مشرک ہے کہ جو یہ کہہ رہا ہے کہ ہمارے لئے قرآن کافی ہے تو اللہ نے بتایا کہ دیکھو یہ باہر آرہے ہیں اب جو رسولؐ لے کر چلے تو انداز یہ آگے رسولؐ ان کے پیچھے فاطمہؑ ان کے پیچھے علیؑ رسولؐ حسینؑ کو آگے گود میں لئے ہوئے حسنؑ کی انگلی پکڑے ہوئے اب اس شان سے یہ قافلہ چلا اور اس مقام تک پہنچا جہاں پر بیٹھنا ہے بیرون مدینہ بیٹھ کر اور یہ طے کرنا ہے کہ کون سچا اور کون جھوٹا دعا کے لئے ہاتھ اُٹھانا ہے اور پیچھے والوں کو آمین کہنا ہے تو اب یہ قافلہ جب چل رہا ہے تو اس کی ترتیب دیکھیں کہ آگے رسولؐ اس کے پیچھے فاطمہؑ پھر علیؑ یہ ترتیب جو رکھی گئی پہلی بار بی بی اپنے گھر سے نکلی ہے پہلی بار یہ عصمت مآب بی بی گھر سے باہر آئی ہے تو قدرت یہ چاہتی ہے کہ رسالت و امامت کے حصار میں نکلے اور یہی نہیں بلکہ پردے کا اتنا اہتمام ہے کہ زہراؑ کے قدم کے نشان کا بار نہ زمین محسوس کر سکے نہ چشم فلک اس نشان کو دیکھ سکے یعنی جہاں رسولؐ قدم رکھیں وہاں زہراؑ قدم رکھیں، جہاں زہراؑ قدم رکھیں وہاں علیؑ اپنا قدم رکھیں، یوں زہراؑ کے قدم کا پردہ ہو جائے، رسالت اور امامت کے نشان پردہ کریں۔

(صلوٰۃ)

زمین اُن کے پاؤں کے نقش کو نہ دیکھ سکے۔ آسمان کی آنکھیں اس نشان کو نہ

دیکھ سکیں بلکہ اگلا جملہ یوں کہہ دوں کہ اللہ نے زہراؑ کو اس مقام پر رکھا کہ اگر ایک قدم آگے بڑھ جائیں تو رسولؐ ہو جائیں ایک قدم پیچھے ہٹ جائیں تو امام ہو جائیں ...... صلوٰۃ...... لیکن نہ امام بنایا نہ رسولؐ بنایا۔ اس منزل پر لا کر رکھ دیا ہے کچھ مشکل نہیں تھا کہ اگر ہم چاہتے تو زہراؑ کو رسول بنا دیتے۔ ہم چاہتے تو زہراؑ کو امام بناتے لیکن ہم نے زہراؑ کو عصمت کا مرکز رکھا اور اس مرکزیت کو تم سمجھ جاؤ گے۔ آنے والے دور میں تم اس عظمت کو سمجھو گے کہ ہم ایک بیٹی کو اتنی عظمت کیوں دے رہے ہیں اور جب میدانِ مباہلہ میں پہنچے تو ترتیب بدل دی تو اب ترتیب جو رکھی رسولؐ نے تو ترتیب یہ ہے کہ خود بیٹھے سب سے پیچھے اور اس کے بعد سامنے علیؑ کو بٹھایا۔ علیؑ کے برابر فاطمہؑ کو بٹھایا، فاطمہؑ اور علیؑ کے آگے حسنؑ اور حسینؑ کو بٹھایا۔ اب ترتیب کو بدل کر دکھایا کہ دیکھو یہ ہے شجرۂ طیبہ جو بنا کر دکھا رہا ہوں اس شجرے کو دیکھتے رہنا میں ہوں اصل اور مجھ سے علیؑ اور فاطمہؑ اور علیؑ و فاطمہؑ سے حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں سے جو آتا جائے تو شجرہ بنتا جائے گا اپنے لئے اولی الامر پہچانتے جانا۔ ہادی پہچانتے جانا ،سیرتوں کو پہچانتے جانا، اپنی زندگیوں کو سنوارتے جانا یہ ہم نے شجرۂ طیبہ بنایا ہے۔ نصرانیوں نے دیکھ کر کہا کہ ہم وہ چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔ میں صرف ان مثالوں کو آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں مباہلہ تو بہت پڑھتے ہیں ذاکرین حضرات جن پہلوؤں کو چھوڑ جاتے ہیں میں ان پر اشارے کرتا ہوا چل رہا ہوں۔ نصرانیوں نے یہ کیوں کہا کہ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں گے مثال میں کہتے کہ زمین پھٹ جائے گی اگر یہ بددعا کر دیں تو آسمان گر جائے گا ،طوفان آ جائے گا، انقلاب آ جائے گا، زلزلہ آ جائے گا، زمین تباہ ہو جائیگی ،دنیا تباہ ہو جائے گی۔ یہ

پہاڑ کیوں کہا کہ یہ اپنی جگہ چھوڑ دیں گے یہ پہاڑ کیوں سمجھ میں آیا یہ توریت اور انجیل پڑھے ہوئے عیسائی تھے۔ بار بار ہر نبی کو دیکھ چکے تھے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ اگر تم نبی ہو تو کوہِ طور کو اشارہ کرو کہ یہ اپنی جگہ چھوڑ کر ہوا میں معلق ہو جائے تو نبوت کی ایک شان میں شان یہ بھی تھی کہ اگر نبی چاہے تو پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے۔ اب ان کی سمجھ میں آیا کہ یہ نبی ہے لیکن وہ صرف نبی ہی کو نہیں کہہ رہے تھے یہ پہاڑ ہٹا سکتا ہے پانچوں کو کہا تھا گویا شریک کار رسالت پانچوں ہیں اگر نبی پہاڑ ہٹا سکتا ہے تو یہ چاروں اولادِ رسولؐ بھی پہاڑ ہٹا سکتے ہیں۔ (صلوٰۃ) ہم نہیں کرتے مقابلہ اچھا یہ جو آئے تھے کیا لائے تھے یہ اپنا عقیدہ لائے تھے۔ مقابل میں ٹکرا رہے تھے۔ عقیدے میں کیا لائے تھے؟ تین چیزیں لائے تھے۔ عقیدے میں کہہ رہے تھے تثلیث کہ خدا ہے تو تین میں ہے مریمؑ عیسیٰؑ اور روح القدس۔ روح القدس آیا مریم کے پاس اس نے گود میں بچہ دیا یہ تین چیزیں مل کر خدا بنتا ہے۔ تثلیث کے قائل تھے۔ وہ تین چیزیں عقیدے میں لائے تھے۔ عیسیٰؑ کو لائے تھے، عیسیٰؑ کی ماں مریمؑ کو لائے تھے۔ اب جو بیٹھے رسولؐ کے سامنے تو اپنا عقیدہ لے کر بیٹھے کتنی چیزیں لے کر بیٹھے تین چیزیں لے کر بیٹھے مریم اشارے میں سمجھا دیا کہ تم تین چیزیں لائے ہو نا تو ہم بھی تین چیزیں لائے ہیں تم مریم کو ہمارے مقابل لائے ہو اگر مریم کو لائے ہو تو ہم فاطمہؑ کو لائے ہیں، مریمؑ کے سامنے فاطمہؑ آ گئیں اگر تم روح القدس کو لائے ہو تو میرے نفس علیؑ کو دیکھو اور تم مریمؑ کا ایک بیٹا لائے ہو تو میں فاطمہؑ کے دو بیٹے لایا ہوں مقابلے میں دیکھو تین چیزیں رسولؐ لائے ہیں پتہ چلا کہ فاطمہؑ کے مقابل مریمؑ نہ ٹھہر سکیں۔ علیؑ کے مقابل روح القدس نہ ٹھہر سکے اور فاطمہؑ کے بیٹوں کے سامنے مریم کا بیٹا نہ ٹھہر سکا تو جب

ان پانچ کے سامنے عیسیٰؑ، مریمؑ اور روح القدس نہ ٹھہر سکے تو ان پانچ کے سامنے عرب کے بدو ٹھہریں گے؟ جمل، صفین، نہروان، فدک کیا وہ لوگ ٹھہریں گے جو گندے گڑھے کا پانی پیتے ہیں۔ مُردار کا گوشت کھاتے رہے ہیں، جنہیں حلال و حرام کا پتہ نہیں ہے تو معیار بتایا کہ جب بھی یہ پانچ سامنے کھڑے ہوں اور کوئی اِن کے مقابل آئے تو سچوں کو پہچاننا، جھوٹوں کو پہچاننا اگر علیؑ تنہا ہوں اگر کوئی سامنے ہو اگر فاطمہؑ کھڑی ہوں اور سامنے کوئی ہو، اگر حسن تنہا ہوں اور کوئی سامنے ہو، اگر حسینؑ تنہا ہوں اور کربلا میں کھڑے ہوں اور کوئی سامنے ہو، معیار بنا کر جا رہا ہوں، وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ، یہی تو صدیقین ہیں، یہی تو سچے ہیں اور اس شان سے فتح کر کے واپس آئے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ بار بار مشرک آ رہے تھے عرب کے اور بحث کر رہے تھے کہ بدر و اُحد وخندق خیبر تمام لڑائیاں یہودیوں سے بھی لڑائیاں اور مشرکوں سے بھی لڑائیاں لیکن عیسائیوں سے کبھی کوئی لڑائی نہیں کیا بات ہے یہ عیسائی سے لڑائی کیوں نہیں تو بات یہ تھی کہ عیسائی کبھی میدان میں نہیں آیا۔ وہ اپنی رہبانیت کو لے کر آتا تھا وہ اپنی روحانیت کو لے کر آتا تھا۔ اس کو اپنی روحانیت پر ناز تھا اور رسولؐ نے بھی اسے تلوار سے نہیں مارا بلکہ یہ کہا کہ ہم تمہیں روحانیت سے شکست دیں گے۔ بار بار آ کر مناظرہ کر رہے تھے۔ مجادلہ کر رہے تھے۔ بات مباہلے تک پہنچ گئی لیکن اب تک مقابل سے ہٹ رہے تھے، شکست کھا رہے تھے لیکن یہ آخری مباہلے نے کارنامہ کیا۔ بات کیا کی، روم تک کٹ گیا ہے، یمن تک کٹ گیا ہے، کہاں کہاں سے جزیہ طلب کیا گیا ہے۔ عیسائیوں سے جنگ نہیں کرنی۔ خیبر میں یہودیوں پر تلوار چلے گی لیکن عیسائیوں پر تلوار نہیں چلے گی تو مباہلے میں کارنامہ کیا ہوا مثال

دے دوں اگر کسی بچے کے ساتھ بیٹھ کر لوڈو کھیلنے لگوں، بچہ مجھے ہرا دے اور میں اپنی ضد پر اڑ جاؤں کہ نہیں بھئی یہ ممکن نہیں، بے ایمانی ہوئی ہے تم نے بے ایمانی کی ہے میں جیتا تو لاکھ وہ بچہ سر مارے اور میں اس پہ اَڑ جاؤں کہ نہیں میں ہی جیتا ہوں تو وہ کیسے شکست تسلیم کروائے گا، لیکن شرافت سے میں اپنی باری پر ہار گیا اور میں نے کہا ہاں میں ہار گیا تو میں شکست خوردہ اور وہ فاتح تو زبان سے کہہ دینا ماننا اور عمل کرنا دونوں الگ الگ چیزیں ہیں یعنی آپ کسی کو شکست دے تو سکتے ہیں لیکن آپ اس سے منوالیں کہ تم ہار گئے یہ ایک الگ بات ہے۔ سب سے مشکل کام یہ ہے کہ آپ کسی کو شکست دے کر اس کی زبان سے کہلوا دیں کہ ہاں میں ہار گیا تو ابھی تک تو گیارہ ہجری تک مشرک اسلام سے بھاگ رہا تھا۔ شکست پر شکست کھا رہا تھا زبان سے کہہ نہیں رہا تھا مباہلے نے کہلوایا اور یہ کہا کہ ہم مقابلے میں ہار گئے چونکہ آیت نے یہ کہہ دیا تھا کہ آؤ جھوٹوں پر لعنت کریں اس لئے مقابل سے ہٹ گئے کہ اگر ڈٹے رہے تو قیامت تک ہم جھوٹے قرار پائیں گے اور قیامت تک خدا کی لعنت ہمارے اوپر ہوتی رہے گی۔ بڑے سمجھدار تھے نجران کے عیسائی کہ مقابل سے ہٹ گئے اور اپنے آپ کو لعنت سے بچا لیا۔ کیا کریں اگر وہیں جم جاتے تو قیامت تک ان پر لعنت ہوتی کوئی بھی جم جائے یہ تو اللہ کا فیصلہ ہے اور قیامت تک کا فیصلہ ہے اس طرح زندگی کا آخری کارنامہ یعنی وفات سے صرف دو مہینے پہلے ذوالحج چوبیس تاریخ کو مباہلے کا فیصلہ ہوا محرم اور صفر، صفر کی اٹھائیس تاریخ کو رسولؐ کی شہادت ہے۔ دو مہینے چار یا آٹھ دن پہلے کا واقعہ یعنی زندگی کا آخری کارنامہ اور اس کارنامہ میں علیؑ بھی شامل ہیں شہزادی بھی شامل حسنینؑ بھی شامل اور اس کے بعد یہ بحث شروع ہوئی کہ مباہلے میں کون کون شامل کون کون گیا

تھا؟ اس لئے کہ مؤرخ کے لئے بہت آسان ہے کہ فلاں بھی تھا فلاں بھی تھا یہ بھی تھے وہ بھی تھے یہ بھی تھے تاریخ میں لکھ دیا جائے گا۔ خندق میں، خیبر میں، سب جگہ موجود تھے لیکن اگر کہیں پر رسولؐ چن لے کہ بس اتنے لوگ جائیں گے اور کوئی نہیں جائے گا تو بڑی مشکل ہو گئی اب تاریخ میں شامل کیسے کیا جائے کوئی تاریخ نہیں لکھ سکی کہ پندرہ بیس پچیس آدمی مباہلہ میں گئے تھے۔ اب پھر بحث شروع ہو گئی کہ دھیرے دھیرے چادر میں گھُسو، کیسے گھُسو تو اب مشہور کیا گیا کہ پانچ تھوڑی گئے تھے ان کے ساتھ ایک دو بیویاں بھی گئی تھیں اور ایک دو صحابی بھی گئے تھے۔ اب پورے عرب میں مشہور ہونے لگا ابھی زہراؑ زندہ ہیں ان کے سامنے یہ بحث ہو رہی ہے کہ حلب کی ایک عورت آئی اور گھر میں داخل ہوئی کہا بی بی ایک بات پوچھنے آئی ہوں میں حلب سے، لیکن حلب میں مشہور یہ ہے کہ مباہلے میں رسولؐ کی کچھ بیبیاں گئیں تھیں۔ جلال کے عالم میں شہزادی نے کہا جھوٹ ہے کون یہ کہتا ہے کہ ایک صحابی بھی گیا تھا۔ یہ بھی جھوٹ ہے صرف ہم پانچ گئے تھے کہا میرا بابا میں اور میرا شوہر اور میرے بچے تو کہا کہ یہ کیوں مشہور ہوا کہ کوئی زوجہ گئی تھیں کہا کہ ہاں جہاں ہمیں بیٹھنا تھا مباہلے کے میدان میں اس مقام کو صاف کرنے کے لئے مباہلے کے وقت سے کچھ پہلے اُمِ سلمیٰؑ کو بھیجا تھا کہ جاؤ وہاں پہ جھاڑو دے دو اور اس جگہ کو صاف کرو، بی بی گئیں اور جھاڑو لگا کر واپس آ گئیں پھر سلمانؑ کو بھیجا کہ تم جاؤ اور لکڑیاں لگا کر شامیانہ لگاؤ، دو کی ڈیوٹیاں تھیں کہ ایک شامیانہ لگائے اور جھاڑو دینے وہ بی بی جائے جو خیر پر ہو۔ شامیانہ لگانے وہ جائے جو ایمان کے دس درجہ پر ہو۔ کوئی اور نہیں جائے گا اور وہ جائے جو عیسائی میں سے آیا ہے پہلے مجوسی پھر عیسائی کے پاس جائے اور وہاں سے آئے تو دکھایا کہ یہ عیسیٰؑ کا نائب ہے،

سلمانؑ فارسی ان کو اپنی رہبانیت پر ناز ہے تو ہمارے یہاں ایک صحابی ایسا ہے جو دس درجہ پر فائز ہے ایمان کے، اور تم؟ ہمارے صحابی اور ہیں عیسیٰؑ کے صحابی اور ہیں موسیٰؑ کے صحابی اور ہیں۔ ہمارا ایک ایک صحابی سلمانؑ جیسا ہے صحابیت پر زد نہ آئے۔ اب ازواج پر زد نہ آئے اس لئے ہر جگہ اُم سلمیٰؑ کا نام لے دیا کرتے تھے۔ اگر اُمّ المومنینؑ کی عظمت کو سمجھنا ہے تو اُمِ سلمیٰؑ کو دیکھ لو اور پھر کائنات میں یہ بتا دیا کہ دیکھو جو ہماری بیٹی سے محبت کرے وہ ہمارے مرکز میں مقصد میں داخل ہے۔ ہم اس کو اور اس کے درجوں کو بڑھا دیا کرتے ہیں۔ سلمانؑ دربانی کرتے ہیں زہراؑ کے دَر کی، اُمِ سلمیٰؑ نے دیکھ بھال کی زہراؑ کی، زہراؑ کے گھر میں رہ کر تو ازواج میں مرتبہ کو بڑھا دیا لیکن اگر کبھی اُمِ سلمیٰؑ سے پوچھا گیا کہ بی بیؑ آپ نے دیکھ بھال کس طرح کی، تو ہاتھ باندھ کر کہا کہ پانچ سال کی وہ تھیں جب میں اس گھر میں آئی، لیکن خدا کی قسم میں نے زہراؑ کو کچھ نہیں سکھایا میں نے اُن سے طور اور طریقے سیکھے، زہراؑ سے میں نے عبادت کا طریقہ سیکھا۔ پانچ سال کی عمر میں بی بی بزرگوں کو بتائے انداز کیا کہنا نبیؐ کی بیٹی کی اس عظمت کا ہاں آج آپ جنّت البقیع کی زیارت کرتے ہیں اور میں زیارت کر کے آ رہا ہوں وہاں مٹی کے ڈھیر کے سوا کیا ہے اور دنیا یہی سمجھ رہی ہے کہ وہ مٹی کا ڈھیر ہے۔ رسولؐ ایک دن گھر میں آئے دیکھا بیٹی بہت رنجیدہ ہے۔ سر جھکا ہوا ہے، خاموش ہیں۔ کہا بیٹی آج بہت اداس ہو بابا آج آپ نے خطاب میں یہ کہا ہے کہ محشر کے میدان میں جب سب محشور ہونگے تو برہنہ ہونگے بابا میں اضطراب میں ہوں۔ سر پر ہاتھ رکھا کہا بیٹی یہ کائناتِ عالم کے لئے کہا ہے بیٹی جب صُور پھنکے گا تو جبرئیل امینؑ سب سے پہلے تیری قبر کے سرہانے آ کر سلام کریں گے اور اللہ کے اِذن سے خیمہء نور تیری قبر کے سرہانے نصب کر

دیا جائے گا آج قبر ویران نظر آ رہی ہے لیکن زبان رسولؐ سے سنئے کہ صور پھنکنے کے بعد جبریل امینؑ ایک ناقہ لائیں گے جس کی مہار یاقوت و زبرجد کی ہوگی اور وہ ناقہ نور ہوگا۔ اس پر ایک نور کی عماری ہوگی۔ جبریل امین آواز دیں گے کہ اے رسولؐ کی بیٹی اس خیمہ میں آئیں اور لباس فاخرہ پہنیں خدا نے آپ کے لئے بھیجا ہے۔ آپ کو محشر کے میدان میں چلنا ہے، پھر بی بی کو جبریلؑ و میکائیلؑ اس عماری پر سوار کریں گے جیسے ہی جبریلؑ اور میکائیلؑ اس ناقہ کو لے کر بڑھیں گے ایک بار سارہؑ، ستر ہزار حوروں کو لے کر تمہاری پیشوائی کو آئیں گی کچھ تمہاری دائیں جانب بڑھیں گی تم کچھ اور آگے بڑھو گی تو ستر ہزار حوریں لئے ہوئے آسیہؑ آئیں گی وہ بھی تمہاری پیشوائی میں ہونگی۔ اس کے بعد جناب ہاجرہؑ آئیں گی پھر مریمؑ آئیں گی پھر، خدیجہؑ آئیں گی، ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار حوریں ہونگی۔ تمہارے لئے جواہرات ہاتھ میں لئے ہونگی اور تمام ملائکہ حلقہ کئے ہونگے ایسے میں تم منبر نور کے پاس پہنچو گی۔ اس منبر کے سات زینے ہونگے اور ہر زینے پر ستر ہزار ملائکہ ہونگے۔ تم ایک زینے پر قدم رکھو گی پھر دوسرے زینے پر قدم رکھو گی، یہاں تک جب ساتویں زینے پر پہنچو گی تو ایک بار قدرت کی آواز آئے گی اے کنیز خاص آج تیرا دن ہے مانگ کیا مانگتی ہے؟ یہاں پہ میں نے اس واقعہ کو روک دیا اس کے بعد زہراؑ کیا کہیں گی محرّم کی چھ کو یا محرّم کی آٹھ کو عرض کروں گا تقریر کا رُخ مڑ جائے یہ ہے زہراؑ کی سواری محشر کے میدان میں ہاجرہؑ، آسیہ، سارہؑ، مریمؑ یہ سب پیشوائی میں آئیں۔ جس کی محشر میں سواری ایسی ہو اس کی دنیا میں سواری کا رسول کیا اہتمام کرے گا............ چودہ ہزار کا رسولؐ لشکر لئے ہوئے دس ہجری، مکہ کو فتح کر کے تلواروں کے سائے میں مکّے میں داخل ہوئے۔ زیارتیں آپ نے کی

ہیں آپ نے وہ راستہ بھی دیکھا ہے جہاں سے رسولؐ مکہ میں داخل ہوئے جنّت معلیٰ کا نقشہ بھی آپ کی نظر میں ہے۔ رسولؐ کے ٹھہرنے کا مقام بھی آپ نے دیکھا ہوا ہے۔خانہ کعبہ کتنی دور ہے یہ بھی آپ دیکھ چکےنظر میں رکھیےایک بار چودہ ہزار تلواروں کے سائے میں رسولؐ مکے میں داخل ہوئے اور ابوقبیس کی بلندی پر عباس بن عبدالمطلب ابوسفیان کو لے گئے اور ہاتھ پکڑ کر کہا ابوسفیان دیکھ اس لشکر کی شان کو دیکھ تو اس نے بے اختیار کہا کہ تمہارے بھتیجے کا ملک بہت بڑا ہو گیا ہے تمہارے بھتیجے کا ملک بہت وسیع ہو گیا ہے تو ڈانٹ کر کہا ابوسفیان کیا بکتا ہے یہ ملک نہیں یہ حکومت نہیں یہ نبوت ہے یہ نبوت کی شان ہے۔ دو فکریں وہاں سے چلیں ایک نبوت کی جلالت کو ملک سمجھ رہا تھا، شاہی سمجھ رہا تھا اور ایک گروپ اسے نبوت سمجھ رہا تھا۔ یہی چیز کربلا کا تعارف کہ شاہی سمجھی جا رہی ہے یا نبوت سمجھی جا رہی ہے۔ اسی کی لڑائی تھی اس نے کہا کہ تمہارے بھتیجے کا ملک بہت وسیع ہو گیا ہے تو بے اختیار کہا کہ تو اسے ملک سمجھ رہا ہے یہ نبوت ہے۔ رسولؐ آئے ٹھہرے اور اب تاریخ لکھتی ہے کہ ایک بار جہاں پر رسولؐ ٹھہرے ہوئے تھے ایک چرچا ہوا لوگ باہر نکلے۔ ناقوں کی مہاریں کھینچی جانے لگیں۔ عماریاں نصب کی جانے لگیں۔ پریشان تھے لوگ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ کیا بات ہے تو بتایا گیا کہ رسولؐ کی بیٹی اپنی ماں خدیجہؑ کی قبر پر جانا چاہتی ہے۔ یہ اس کا اہتمام ہے۔ بیٹی باپ سے کہہ رہی تھی کہ بابا پھر مکّے آنا ہو کہ نہ آنا ہو۔ دونوں کی زندگی کا آخری سال تھا فتح مکہ یعنی اب رسولؐ مکہ نہیں آئیں گے۔ زہراؑ بھی مکہ نہ آئیں گی۔ بابا کیا اچھا ہوتا کہ ہم جنّت المعلیٰ ماں کی قبر پر جاتے۔ پورے مکہ میں جب یہ خبر پھیلی کہ زہراؑ اپنی ماں کی قبر پر جا رہی ہیں، چودہ ہزار مسلمانوں نے قبرستان کو گھیر لیا۔ برہنہ

تلوار نکال لیں گئیں ۔قبرستان کو تلواروں کے سائے میں لے لیا گیا اور اس مقام سے لے کر قبرستان تک تلواروں کے سائے میں زہراؑ کی عماری چلی آگے آگے رسولؐ اور علیؑ چل رہے تھے اور تمام اصحاب ساتھ ساتھ تھے۔قبرستان میں زہراؑ کو سواری سے اُتارا گیا۔ماں کی قبر پر پہنچیں، جا کر رخسار کو ماں کی قبر پر رکھ دیا۔بچپن کی بہت سی باتیں یاد آئی ہونگی۔بچپن میں ماں چھوڑ کر چلی گئی تھی ۔آج بہت دن کے بعد قبر کی زیارت نصیب ہوئی ۔تاریخ لکھتی ہے کہ اتنا روئیں کہ آنسوؤں سے قبر تر ہوگئی۔ جب رسولؐ نے دیکھا کہ بیٹی کا گریہ نہیں رکتا تو آگے بڑھ کر زہراؑ کے بازو کو پکڑا اُٹھایا بے اختیار سینے سے لگا لیا اور کہا میری بیٹی اتنا نہ رو دیکھو حسنؑ اور حسینؑ بھی رونے لگے، بچے رو رہے ہیں زینبؑ واُم کلثومؑ رو رہی ہیں، کہتے ہیں کہ ایک بازو علیؑ نے تھاما اور زہراؑ کو قبر سے اُٹھا کر بڑے اہتمام سے عماری میں بٹھایا گیا۔کیا اس سے آگے بھی کچھ پڑھنے کی ضرورت ہے؟ یہ ماں سے لپٹ کر بیٹی کیا کہہ رہی تھی آیئے مدینے میں دیکھئے۔اٹھائیس رجب کی شام ہے ۔بیٹی ماں کی قبر سے لپٹی ہوئی ہے۔اماں قافلہ جارہا ہے۔بس مجلس تمام ہوگئی۔اٹھائیس رجب کی شام تھی ،راوی کہتا ہے۔ میں بہت تھک گیا اور آپ کو میں نے بڑی زحمت دی لیکن کیا کروں آج دوسری محرم ہے دوسری تقریر ہے اور ظاہر ہے کل بھی مجھے مکہ مکرمہ میں تقریر کرنی ہے۔آپ کے لئے جو حضرات وہاں نہیں پہنچ سکتے ان کے لئے گیپ (Gap) ہو رہا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ مصائب کی حد تک جب پرسوں میں آؤں تو ربط اسی طرح باقی رہے تقریروں میں خلا محسوس نہ ہو۔ایک بار راوی کہتا ہے کہ میں بصرہ سے آیا تھا۔کوفہ سے ہوتا ہوا میں مدینے میں ایک شخص کا خط پہنچانے آیا تھا کہ محلّہ بنی ہاشم کی ایک گلی سے گزرا تو دیکھا بہت مجمع ہے، کچھ لوگ گھوڑوں پر سوار ہیں،

کچھ ناقے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، سامان بار کیا جا رہا ہے، کچھ شامیانے ہیں، کچھ اونٹوں پر اناج کی بوریاں ہیں، کچھ خیمے ہیں کسی پر اسلحے ہیں بڑا حیران تھا کہ آج کیسا اہتمام ہے چاروں طرف پردے لگے ہوئے ہیں۔ میں رُک گیا پوچھا کہ بھائی اتنا چرچا اتنا شور اس گلی میں کیوں ہے؟ کہا کیا نیا آیا ہے مدینے میں، تجھے نہیں معلوم اس گلی سے حدِ ادب سے گزرنا ہوتا ہے یہ حسینؑ ابن علیؑ کے مکان کی گلی ہے کہا یہ اتنا اہتمام کیسا؟ کہا آج فرزند رسولؐ مدینہ چھوڑ کر جا رہا ہے۔ وہ فراش تھا جو فرش اٹھاتا تھا اس سے کہا بھائی کیا ان سواریوں کی شان کو دیکھ سکتا ہوں؟ اچھا تو خاموشی سے پردے کے پاس کھڑا ہو جا جہاں میں کھڑا ہوں، وہاں سے تو صاف دیکھ سکتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ عصمت سرا کا پردہ ہٹتا تھا کوئی بی بی چادر میں لپٹی ہوئی آتی تھی ایک جوان ناقے کو قریب لاتا تھا ناقے کو بٹھایا جاتا تھا اس بی بی کا بازو پکڑ کر بٹھایا جاتا تھا ایک جوان نے اس کو سوار کیا میں نے پوچھا یہ کون کہا یہ اُم لیلیٰؑ مادر علی اکبرؑ ہیں۔ بیٹے نے ماں کو سوار کیا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک اور بی بی نکلی اس کی گود میں ایک چھوٹی سی بچی تھی جو چادر میں لپٹی ہوئی تھی میں نے کہا یہ کون ہے کہا یہ اُم ربابؑ ہیں زوجہ امام حسینؑ ہیں، حرم امام حسینؑ ہیں، سکینہؑ اور علی اصغرؑ کو لئے ہوئے نکلی ہیں ان کو بھی سوار کیا گیا۔ ایک اور بی بی نکلی میں نے کہا یہ کون کہا یہ اُمِ کلثومؑ چھوٹی شہزادی ہے جسے عبّاسؑ نے سوار کیا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ قناتیں ہلنے لگیں، خیمے لرزنے لگے، ہر جوان اُٹھ کر مستعد ہو گیا۔ میں نے دیکھا حسینؑ کرسی پہ تشریف فرما تھے کہ عباسؑ نے کان میں کچھ کہا۔ علی اکبرؑ آگے بڑھے، عونؑ و محمدؑ آگے بڑھے، قاسمؑ آگے بڑھے۔ میں نے دیکھا کہ عصمت سرا کا پردہ ہٹا، ایک بلند قامت بی بی آگے بڑھی۔ میں نے دیکھا کہ

چادر کا ایک کونہ عونؑ و محمدؑ نے اُٹھایا، نعلین علی اکبرؑ نے اُٹھائیں، ایک چادر کا کونہ قاسمؑ نے تھاما ہوا تھا اور جب عماری قریب آئی تو میں نے دیکھا عباسؑ نے اپنے گھٹنوں کو جھکایا، بی بی نے اپنے قدم رکھے بی بی سوار ہوئیں۔ علی اکبرؑ نے عماری میں بٹھایا کہا یہ کون کہا یہ زینبؑ کبریٰ ہیں، علیؑ کی بڑی بیٹی حسینؑ کی بہن، یہ زینبؑ کی سواری ہے۔ اب اس کے آگے کیا جملے کہوں کس شان سے مدینے سے زینبؑ کبریٰ ثانی زہراؑ سوار ہو رہی تھیں۔ گیارہ محرم کی صبح تھی کہ ایک بار آواز دی لیلیٰؑ آؤ میں سوار کراؤں گی، فضہؑ آؤ میں سوار کراؤں، اُمِ ربابؑ آؤ میں سوار کراؤں اور جب اپنی باری آئی تو ایک بار فرات کا رخ کیا کہا بھیا عباسؑ میرے غیرت دار بھائی! بہن جا رہی ہے آؤ بہن کو سوار کرواؤ، عباسؑ مدینے سے بڑی شان سے لے کر آئے تھے آج کوئی نہیں جو زینبؑ کو سوار کرائے۔

———☆———☆———

تیسری مجلس

نذرِ ابو طالبؑ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

جو مومنین جدّہ سے تشریف لائے ہیں انہیں معلوم ہے کہ ہمارا عنوان کیا ہے اور جو حضرات آج پہلی دفعہ مکہ معظمہ میں تقریر سن رہے ہیں ان کے لئے عنوان بتا دوں کہ ''قرآن کی قسمیں اور حروفِ مقطعات'' سرنامہ کلام میں ہم نے آیت رکھی ہے سورہ یٰسین کی ابتدائی چار آیات بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ یٰسٓ ○ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ○ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ○ یٰسین تیری قسم قرآن کی قسم تو مرسل ہے اور صراط مستقیم پر ہے۔ یہ ہے سرنامہ کلام اور طریقہ کار یہ ہے کہ ایک تقریر روز کسی کی مدح میں ہوتی ہے۔ پہلی تقریر نذر کی حضور ختمی مرتبتؐ کو دوسری تقریر ہم نے نذر کی بارگاہ حضرت فاطمہ زہراؑ میں (صلوٰۃ) اور آج کی تقریر ہم نذر کر رہے ہیں سر پرستِ ختمی مرتبت حضرت ابو طالبؑ کو (صلوٰۃ) عنوان آپ کے ذہن نشین ہو گیا۔ سرنامہ کلام کی آیت بھی ذہن نشین ہو گئی ہو گی۔ قرآن کی قسمیں اور مجلس کی نذر ذہن میں رکھیں۔ یٰسین سورہ شروع ہوتا ہے قسم سے اے سید و سردار آپ کی قسم اور اس قرآن کی قسم، دو قسموں کے ساتھ پورے قرآن میں مالک کائنات نے ستاسی قسمیں کھائیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم اور آپ قسمیں کیوں

کھاتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر کسی بات کو کوئی مان نہ رہا ہو تو آپ یقین دلانے کے لئے قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں سچ بول رہا ہوں لیکن قسم کھانے کے کچھ اصول ہیں۔ ہم اور آپ جو قسمیں کھاتے ہیں ان قسموں کے کھانے کے صرف تین اصول ہیں۔ ہم جو قسم کھاتے ہیں اس شے کی کھاتے ہیں جو ہم سے بلند ہو، یعنی کسی کمتر شے کی قسم نہیں کھاتے اپنے سے برتر شے کی قسم کھاتے ہیں پہلا اصول، دوسرا اصول ہم جس شے سے ڈرتے ہیں تو اس کی قسم کھاتے ہیں اگر خدا کا خوف ہے تو اس کی قسم یا حضرت عباسؑ کی قسم اس سے زیادہ ڈر والی قسم ملتِ جعفریہ کے پاس نہیں ہے۔ جس سے ہم ڈرتے ہیں یا ہم سے جو برتر ہے اس کی قسم کھاتے ہیں اور تیسرا اصول جو چیزیں ہمیں پیاری ہیں عزیز ہیں ہم اس کی قسم کھاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اولاد کی قسم، یعنی جس چیز سے ہم محبت کر رہے ہیں اس کی قسم کھا کر ہم اپوزیشن (opposition) کو یقین دلانا چاہ رہے ہیں جو ہمیں جھوٹا سمجھ رہا ہے۔ اب چوتھا کوئی اصول نہیں ہے۔ معبود سے پوچھئے تو کس سے ڈرتا ہے ستاسی قسمیں کھا رہا ہے تُو کس سے ڈرتا ہے، تجھ سے بلند کون ہے؟ دو قسمیں تو مائینس (Minus) ہو گئیں۔ ایک ہی قسم رہ گئی کہ جو عزیز ترین شے ہوگی اس کی قسم کھائے گا۔ (صلوٰۃ) یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اے سید و سردار آپ کی قسم اور قرآن پاک کی قسم دو ہی چیزیں عزیز ہیں رسولؐ یا قرآن (صلوٰۃ) اللہ کسی سے ڈرتا نہیں، نہ اس سے کوئی بلند ہے، ہاں یہ دونوں اللہ کو عزیز ہیں اس لئے قسم کھا رہا ہے، اب ایک اور اصول ایک دوسری ذات کی قسم کھا رہا ہے وہ بڑا عجیب و غریب اصول ہے، جب بھی آپ قسم کھائیں گے مثال کے طور پر کسی نے کہا کہ آپ کے سرِ عزیز کی قسم اور اگر سر میں پٹی بندھی ہو ٹوٹ پھوٹ گیا ہو تو آپ قسم کھائیں گے کہ آپ کے ٹوٹے سر کی قسم

کبھی نہیں کھائیں گے۔ کامل جو چیز مکمل ہو اُس کی قسم کھائی جائے گی۔ جب بھی اللہ نے قسم کھائی اس اصول کو سامنے رکھا۔

ہمیں قسم ہے اس آفتاب کی جس کی روشنی کامل نظر آ رہی ہے۔ ہم کو اس چاند کی قسم جو کامل ہو چکا ہے۔ قمر چودھویں کا چاند کہلاتا ہے اور پہلی تاریخ کا چاند ہلال کہلاتا ہے۔ پورے قرآن میں اس نے ہلال کی قسم نہیں کھائی کامل چیز کی قسم کھائی ہے اور کامل چیز کی قسم اس لئے کھا رہا ہے کہ چودھویں کا چاند جو ہے وہ اس وقت طلوع کرتا ہے جیسے ہی سورج ڈوبتا ہے۔ اسی مطلع پر ابھرتا ہے یعنی بلا فصل آتا ہے سورج کے بعد کامل چاند جانشین ہے تو کبھی کسی ناقص چیز کی قسم نہیں کھاتا۔ اب آپ دیکھتے جائیں ساسی قسموں میں چاند کی قسم، سورج کی قسم، اے حبیب تیری عمر کی قسم، عمر کی قسم کھا رہا ہے تو ناقص نہیں کھا رہا ہے۔ چالیس برس کی عمر میں جب تم نے اعلان کیا تب سے لے کر گیارہ ہجری تک اس عمر کی قسم کامل عمر کی قسم بچپن کی بھی قسم، جوانی کی بھی قسم، بڑھاپے کی بھی قسم، سفر حضر اور جہاں جہاں عمر گزری ہے ہر ایک لحہ کی، تمہاری طول عمر کی قسم کوئی چیز مائینس نہیں ہو سکتی۔ چاند پورا ہو سورج پورا ہو پوری قسمیں آپ کھنگال ڈالئے کہیں بھی اس نے تارے کی قسم نہیں کھائی، چاند کی قسم کھائی، سورج کی قسم کھائی، حد ہے کہ گھوڑے کی قسم کھائی، اس کے سموں سے اُڑتی ہوئی گرد کی قسم، منہ سے نکلتے ہوئے جھاگ کی قسم، گھوڑے کی قسم کون کھائے معبود تو چاند سورج گھوڑا جانور ساری قسمیں وہ معبود جو اتنی قسمیں کھا رہا ہے، وہ معبود جو کامل چیزوں کی قسم کھاتا ہے تو کیا میں اس سے پوچھوں کہ تو ہی تو خالق ہے آفتاب و ماہتاب کا تو ہی تو خالق ہے گھوڑے کا تو کچھ چیزیں تجھے عزیز ہو گئیں اور کچھ تجھے عزیز نہیں۔ چاند تجھے عزیز، سورج تجھے عزیز کوئی تارا کیوں نہیں

تجھے عزیز ہے۔ تارا بھی تو تو نے بنایا ہے۔کروڑوں ستارے تو نے بنائے ہیں۔چاند کی قسم کھالی، سورج کی قسم کھالی، تو ستارے کی قسم کیوں نہیں کھائی، کہا نہیں ستارے کی قسم ہم نہیں کھائیں گے۔ہم قسم کھائیں گے ہم اشارہ کریں گے وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى، قسم ہے ستارے کے اُترنے کی جگہ کی قسم، ستارے کی قسم نہیں کھائیں گے اگر ہم تارے کی قسم کسی مقام پر کھالیتے تو ہمیں اپنے قضاوقدر کے علم سے معلوم ہے تو دنیا یہ کہے گی کہ رسولؐ کے سارے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ جس سے چاہنا ہدایت لے لینا اگر ہم ستارے کی قسم کھاتے تو لوگ کہتے کہ معبود نے اصحاب کی قسم کھائی۔ یہ دیکھو ہم اس جگہ کی قسم کھا رہے ہیں جس جگہ تارا جھک رہا ہے گھر پر نظر رہے تارے پر نظر نہ رہے (صلوٰۃ) وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى اس طرف دیکھو جس طرف ستارہ جھکتا جارہا ہے اب یہ نہ پوچھنا کہ چاند کی قسم کیوں کھائی اور سورج کی قسم کیوں کھائی؟ چاند کی قسم نہیں کھائی، سورج کی قسم نہیں کھائی، ہم نے تمہیں مثال دی ہے یہ سورج نہیں پلٹ کر دیکھو یہ ذات رسالت کی قسم کھا رہے ہیں۔ ہم تشبیہ دے رہے ہیں عربی ادب پر تمہیں بڑا ناز ہے۔تم اپنی زبان پر ناز کرتے ہو، دنیا کو عجم کہتے ہو کہ سب گونگے ہیں۔ اپنے آپ کو عرب کہتے ہو تو ادب دیکھو ہاشمی زبان میں جو ادب ہم اتار رہے ہیں اپنے حبیب پر اس کی تشبیہات کو دیکھو، اس کے استعاروں کو دیکھو، اس کے موضوع کو دیکھو۔ ہم جو سورج کی قسم کھا رہے ہیں، ہم ذاتِ رسالت کی قسم کھا رہے ہیں اچھا گر تو رسالت کی قسم کھا رہا تھا تو یہ کیوں کہا کہ آفتاب کی قسم اور اس کی روشنی کی قسم، تم سمجھے نہیں رسالت کی روشنی زہراؑ ہیں، زہراؑ کے معنی روشنی ہے، آفتاب کی قسم، اس کی روشنی کی قسم، رسولؐ کی قسم، زہراؑ کی قسم۔ ہمارے آئمہ میں چھٹے امامؑ نے یہی تشریح کی ہے

اوراس کے بعد فرماتے ہیں وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا چاند کی قسم، چاند کی قسم نہ سمجھنا ہم ذات امامت کی قسم کھا رہے ہیں۔ اب یہ پوچھو کہ ہم نے چاند اور سورج کی تشبیہ کیوں دی۔ رسالت اور امامت کا بیان کرنا تھا جب سورج طلوع ہو تو اس کی روشنی ساری کائنات پر چھا جائے گی یعنی وہ ہر ایک کے لئے ہے اسی طرح ہے جیسے ذاتِ رسالت رحمت ہے ہر ایک کے لئے، اسی طرح آفتاب کی روشنی ہر ایک کے لئے ہے جو چاہے فائدہ اُٹھائے اور چاند کی تشبیہ اس لئے دی ہے کہ غور کرنا کبھی ڈوب جاتا ہے، کبھی چھپتا ہے، کبھی نکلتا ہے۔ امامت کے لئے کبھی غیب ہے، کبھی ظہور ہے۔ اب دیکھو کہ ہم نے چاند سے تشبیہ کیوں دی ہے؟ تم نے غور نہیں کیا سورج ایک ہے، روز طلوع کرتا ہے۔ چاند بھی ایک ہے۔ سورج روز طلوع کرے چاند ایک ہے لیکن سال میں بارہ بار آئے۔ امامت کو ہم نے تشبیہ اس لئے دی ہے کہ چاند ایک ہے طلوع بارہ بار کرے۔ امامت بھی ایک ہے اوّل اَنَا محمدٌ اوسطُ اَنَا مُحمدٌ و آخرُانا محمد وکُلُّ اَنَا محمدٌ یہ سب کے سب محمدؐ ہیں لیکن بارہ بار نظر آئیں گے جیسے چاند ایک ہے لیکن بارہ بار چڑھ کر بتائے گا کہ لو پہچانو نئے مہینے کا آغاز ہو رہا ہے اور یہ دیکھو ہم نے احکامات جتنے ہیں فروع دین کے ہم نے اس کو سورج سے متعلق نہیں رکھا ہم نے اس کو چاند سے متعلق رکھا ہے۔ احکامات رسولؐ سے متعلق نہیں ہیں امام سے متعلق ہیں اور وہی تم سے سوال کرے گا وہی حکم دے گا سورج سے مطلب نہیں ہے۔ جب تک چاند نہ ہو، روزے واجب نہیں، جب تک چاند نہ ہو خمس واجب نہیں، جب تک چاند نہ ہو زکوٰۃ واجب نہیں، چاند نکل کر بتائے کہ کب رجب آیا، کب شعبان آیا، کب زکوٰۃ دینی ہے، کب خمس دینا ہے اور کب حج کرنا ہے۔ چاند بتائے گا کہ کب محرّم آیا، کب غم حسینؑ

آیا۔امامت تمہیں احکامات بتائے گی۔تمہیں ہدایت ادھر سے لینی ہے۔تقریر طویل ہو جائے گی ہمیں آگے جانا ہے، ہم بات یہیں چھوڑ رہے ہیں کیونکہ عنوان چل رہا ہے سلسلہ آئے گا قسمیں کھاتے کھاتے ایک بار کہا وَالضُّحٰی ۝ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی زیادہ قسمیں تیسویں پارے میں ہیں، چڑھتے ہوئے دن کی قسم اور اس کے بعد کہا تاریک راتوں کی قسم تو چڑھتے ہوئے دن کی جب بات ہوگی تو ادب کا یہ عجیب انداز ہے۔ بچوں اور ساتھیوں کو سمجھا دوں کہ انداز یہ ہے کہ جب کوئی بہت ہی زبردست بات کہنی ہوتی ہے شاعر کو تو وہ بات یہاں سے شروع کرتا ہے۔ مثال کے طور پر میر انیسؔ کو اگر امام حسینؑ کی جنگ لکھنی ہے اور بہت ہی قیامت کی جنگ دکھانی ہے تو وہ مرثیہ کو ایسے شروع کریں گے ''جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے'' یعنی آفتاب طلوع کر رہا ہے یہاں سے بات کو شروع کیا یا حضرت قاسمؑ کی جنگ ارزق شامی سے دکھانی ہے تو اب یہاں سے مرثیہ شروع کریں گے ''پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح'' تو بات صبح سے شروع ہوگی۔ اسی طرح جوش کے یہاں بھی یہی انداز ہے کہ اگر بات کوئی زوردار کہنی ہے تو صبح سے بات شروع کریں گے ''مسکرا کر جب ہوئی طالع تمدن کی سحر'' یعنی آفتاب طلوع کر رہا ہے، تو قدرت کو کوئی ایسی بات کہنی ہے جو بڑی اہم ہے تو وہ چڑھتے ہوئے دن سے بات شروع کر رہا ہے والضحیٰ چڑھتے ہوئے دن کی قسم اور اچانک اس کے بعد تاریک راتوں کی قسم اور آگے بڑھ کر اب اس نے اعلان کیا کہ ہم کہنا کیا چاہتے ہیں۔

اے حبیبؐ! آپ یتیم تھے، بے سہارا تھے، ہم آپ کے سرپرست بن گئے، ہم نے آپ کی سرپرستی کی۔ ہم اپنے عنوان پر آ گئے تمہیدی بیان ختم ہوا تقریر کے عنوان پر آ گئے نذر ہے اس ذات گرامی کی اور ذات گرامی کا ذکر یہاں سے شروع

ہو رہا ہے کہ قسم کھا کر یہ کہے کہ ہم نے سر پرستی کی۔ معبود یہ آواز دے کہ ہم نے تمہاری سر پرستی کی۔ تاریخ دیکھو کہ سر پرستی کس نے کی؟ ایک دو دن نہیں اُڑتیس برس کون سر پرست رہا؟ مسلمانوں کی ہر تاریخ نے پکار کر کہا کہ اڑتیس برس جو ساتھ ساتھ رہا جو سایہ بنا رہا بادل کی طرح اس کا نام ''ابوطالبؑ'' ہے..... صلوٰۃ۔

سر پرستی ابو طالبؑ کرے، خدا کہے کہ ہم نے سر پرستی کی تو خدا کا اصول یہ ہے کہ یاد رکھئے کہ جب کبھی بھی وہ اعلان کرے کہ یہ کام ہم نے کیا حالانکہ وہ کام جبریلؑ کے ہاتھ سے ہوا ہو، میکائیلؑ اور جبریلؑ جائیں، مٹی لائیں اور پتلا بنے ان کے ہاتھ سے حضرت آدمؑ کا لیکن وہ اعلان کرے کہ ہم نے اپنے ہاتھ سے چالیس برس مٹی گوندھی اور ہم نے آدمؑ کا پتلا بنایا، میکائیلؑ اور جبریلؑ نے بنایا لیکن اعلان کیا اسے ہم نے بنایا، شب ہجرت رسولؐ گھر سے نکلے تو کیا اعلان کیا اللہ نے اے نبی یہ مٹھی بھر مٹی تم نے نہیں ہم نے پھینکی ہے۔ اب خدا کا انداز یہ ہے کہ اپنے عمل کو جہاں پر وہ واضح کرے گا کسی کا عمل لے کر یہ کہے گا کہ یہ ہم نے کیا ہے تو وہ ہمیشہ معصومؑ ہوگا۔ جبریلؑ معصوم، میکائیلؑ معصوم، حضورؐ معصوم، اب یہ تیسرا مقام ہے کہ جہاں یہ کہہ رہا ہے کہ سر پرستی ابو طالبؑ نے کی لیکن ہم نے کی تو اب ماننا پڑے گا کہ وہ سر پرست معصوم ہے اور جب وہ سر پرست معصوم ہے اس کے عمل کو خدا اپنا عمل کہہ رہا ہے تو پھر اب ایمان پر کیسی بحث، جہاں عصمت ہے وہاں ایمان بھی ہوگا وہ تو معصوم ہے۔ آپ یہ ثابت کر دیں کہ معصوم نہیں ہے تب ہٹ کر بحث ہوگی ایمان کی اب بحث کس بات پر ہو ایمان کی بحث تو ختم ہوگئی۔ بھئی جو معصوم ہے، وہ معصوم ہے جبریلؑ جیسا معصوم، میکائیلؑ جیسا معصوم، حضورؐ جیسا معصوم تو اب اس سے کم درجہ کی بحث تھوڑی ہوگی کہ وہ صاحبِ ایمان تھا کہ نہیں تھا۔ اب بحث یہ

ہوگی کہ وہ صاحبِ عصمت تھا کہ نہیں تھا، اچھا جب بحث شروع ہوگی کہ وہ صاحبِ عصمت تھا کہ نہیں تھا تو اب بات یہاں سے شروع ہوگی قرآن نے اعلان کیا کہ وہ معصوم اس کا عمل ہمارا عمل وہ بے خطا صاحبِ عصمت، آپ کہیں گے نہیں، جہاں آپ نے نہیں کہا کہ وہ معصوم نہیں، ہم یہ کہیں گے کہ وہ ولی ہے۔ ہم ایک درجہ بڑھ گئے، آپ ایک درجہ گھٹ گئے، ہم نے کہا وہ صاحبِ عصمت ہے، ایک درجہ ہم نے اور بڑھایا ہم نے کہا ابوطالبؑ ولی آپ نے اس کی رد کی ہم نے ایک درجہ اور بڑھایا ہم نے کہا وہ صاحبِ وحی اب بحث ہو جائے جس کا دل چاہے وہ تین باتوں کو کاٹ دے۔ جس کا دل چاہے، جس کو دعویٰ ہو وہ انکار کر دے کہ ابوطالبؑ معصوم نہیں، ابو طالبؑ کے پاس ولایت نہیں، ابوطالبؑ صاحب وحی نہیں۔ آپ کہیں گے کہ کیا توہین کر رہے ہو ختمی مرتبت کی، وحی حضورؐ پر آئی اس سے پہلے کسی پر وحی نہیں آئی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء گزرے کسی پر وحی نہیں آئی آدمؑ پر، شیثؑ پر، نوحؑ پر، ابراہیمؑ پر اسماعیلؑ پر، اسحٰقؑ پر، یعقوبؑ پر، یوسفؑ پر، داؤدؑ پر، سلیمانؑ پر، شعیبؑ پر، عیسیٰؑ پر آپ کہیں گے کہ وحی آئی یا نہیں آئی آپ کہیں گے کہ یہ تو سب نبی تھے ان پر تو وحی آنی چاہئے تھی ابوطالبؑ کوئی نبی نہیں ہیں۔ نبی پر وحی آتی ہے تو صرف نبی پر وحی آتی ہے تو وحی آنے کے تین طریقے ہیں کوئی چوتھا طریقہ نہیں ہے وحی آنے کا، خواب دکھائی دے نبی کو خواب میں کچھ بتایا جائے، نبی کا خواب سچا ہوتا ہے یا دل میں الہام ہو پتہ چلے دوسرا طریقہ تیسرا طریقہ ملک پکارے کان میں آواز آئے یہ تین طریقے ہیں وحی آنے کے حضرت ابراہیمؑ نے عرفات میں جو خواب دیکھا تھا کہ بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں تین دن تک یہ خواب دیکھتے رہے وہ وحی تھی حکم الٰہی تھا قرآن میں خدا نے کہا کہ ہم نے وحی کی تھی

ہم نے الہام کیا۔ بعض نبی ایسے تھے جنہیں الہام ہوتا تھا حضورؐ پر ملک آیا کان میں آواز آئی، اب یہ یاد رکھیئے گا کہ وحی آنے کے تین طریقے ہیں اور یہ اصول ہے آپ نے کہہ دیا کہ وحی صرف رسولؐ پر آتی ہے غیر نبی پر نہیں آتی لیکن اگر میں کہوں کہ قرآن آواز دے رہا ہے، ہم نے مادرِ موسیٰؑ پر وحی کی، ہم نے مریمؑ پر وحی کی ایسے عالم میں کہ بیت المقدس میں وہ اپنے حُجرے میں تھیں۔ روح القدس اندر چلے گئے، گھبرا گئیں کہ کون آ گیا کہا کہ ہم آئے ہیں تمہیں بیٹا دینے اتنی تفصیلی بات ہو رہی ہے کس سے عورتوں سے پتہ چلا کہ اللہ جب غیر نبی پر وحی کرتا ہے تو عورتوں تک پر وحی کرتا ہے۔ مادرِ موسیٰؑ پر وحی مادرِ عیسیٰؑ پر وحی نہیں صاحب جب موسیٰؑ چلے دریائے نیل سے گزرنے لگے بنی اسرائیل کو لے کر راستہ بنا گزر گئے۔ پیچھے آیا فرعون اور جب اس راستہ پر پہنچا تو ایک بار وہ زمین غرق ہوگئی فرعون کہہ رہا ہے جب زمین غرق ہوگئی تو اس نے پکار کر کہا کہ ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر ایمان لائے دیکھئے موسیٰؑ اور بنی اسرائیل دریائے نیل پار کر کے آگے پہنچ گئے فرعون یہاں ڈوب گیا، ڈوبنے سے پہلے بیچ دریا میں یہ کہہ رہا ہے کہ ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر ایمان لائے، قرآن میں اللہ کہتا ہے کہ ہم نے اسے یہ جواب دیا کہا کہ جا آخر وقت کا ایمان قابل قبول نہیں، یہ وحی کرتا ہے اللہ کافر پر، دشمنِ نبی پر، بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔

ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کی، ہم نے چیونٹی پر وحی کی۔ ہم نے شہد کی مکھی سے کہا کہ بلندی پر تو اپنے مکان بنایا کر، اللہ نے عورتوں پر وحی کی، کافروں پر وحی کی حد ہے کہ کیڑے مکوڑوں پر تو نے وحی کی تو کیا ایسے گئے گزرے تھے نبیؐ کے گھر والے کہ ان پر تو نے وحی نہیں کی۔ صلوٰۃ۔

ثابت ہوئی بات کہ نہیں اگر موسیٰؑ کی ماں پر وحی اگر عیسیٰؑ کی ماں پر وحی تو علیؑ کی ماں پر بھی وحی بات یہاں سے شروع ہوگی۔ ابھی ابو طالبؑ کی بات نہیں ہو رہی ہے اگر مادرِ موسیٰؑ اگر مادرِ عیسیٰؑ پر وحی تو پھر جو فخرِ موسیٰؑ ہے جو فخرِ عیسیٰؑ ہے اس کی ماں پر بھی وحی آپ کہیں گے کہ دلیل دو دلیل سامنے ہے۔ کتنی دور ہے یہاں سے خانہ کعبہ، آپ بہت قریب بیٹھے ہیں اب عباس ابن عبدالمطلبؑ کہتے ہیں کہ ہم خانہ کعبہ کے پاس اپنی مسند پر بیٹھے تھے۔ ہم نے دیکھا ایک بی بی محلہ بنی ہاشم سے چادر اوڑھے ہوئے آئی رُکنِ یمانی کی جانب آئی۔ آتے ہی اس نے ہاتھوں کو بلند کیا اور اپنے آپ کو دیوار سے مس کیا دیوار پھٹ گئی بی بی اندر چلی گئی۔ عباس بن عبدالمطلبؑ سے یہ روایت تمام مسلمانوں کے یہاں موجود ہے بعد میں پتہ چلا کہ یہ فاطمہ بنت اسدؑ ہیں۔ علیؑ کی والدہ گرامی اب پوچھیے فاطمہؑ بنت اسد سے کہ خدا کے گھر میں کیا کرنے آئی تھیں۔ کہیں گی دعا مانگنے کہ اللہ میری مشکل کو آسان کر دے۔ اگر آپ جائیں خانہ کعبہ میں کوئی دعا کریں اور ایک دم سے دیوار پھٹ جائے تو کیا ہوگا ذرا بتائیں آپ گئے ہیں دعا مانگنے آپ کو تو علم ہی نہیں کہ آپ جائیں گے اور دیوار پھٹ جائے گی اور پہنچے اور دیوار پھٹ جائے تو آپ کی دعا تو ایک طرف چاروں طرف سے اسے انتظامیہ گھیر لے گی اب وہاں کوئی جا نہیں سکتا۔ اخباروں میں خبریں ٹیلی ویژن پر خبریں اس کی تصویریں آ رہی ہیں۔ تین طرف لوگ نمازیں پڑھ رہے ہیں ایک طرف خالی کرالی جائے گی جب تک یہ طے نہ کرلیا جائے کہ یہ شگاف کیوں ہوا جب تک اس طرف کوئی جا نہیں سکتا۔ ایک عجیب ماحول ہو گیا گئے تھے نماز پڑھنے روزے گلے پڑ گئے۔ فاطمہ بنت اسدؑ نے دعا کی دیوار پھٹی اندر گئیں یعنی معلوم ہے کیا ہونے والا ہے۔ یہ کیسے پتہ بی بی کو کہ دیوار

پھٹے گی تو مجھے اندر جانا ہے اس کے معنی یہ کہ جب دیوار پھٹی تو آواز آئی اندر آ جاؤ بس اسی آواز کو تو وحی کہتے ہیں۔ صلوٰۃ۔

اب یا تو رات کو خواب میں بتایا گیا کہ دیوار پھٹے گی تم اندر آ جانا یا دل میں الہام ہوا کہ دیوار جیسے ہی پھٹے تم اندر آ جانا یا آواز آئی کہ دیوار ہم نے پھاڑ دی ہم نے دروازہ بنایا اندر آ جاؤ تو تین طریقے ہیں وحی آنے کے جب زوجہ پر وحی ہو سکتی ہے خانہ کعبہ کے پاس تو اس کے شوہر ابو طالبؑ پر وحی کیوں نہیں ہو سکتی؟ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وحی ہو یا نہ ہو اللہ نے بنی ہاشم سے اپنا رابطہ توڑا نہیں اس لئے کہ اس گھر میں نبی کو آنا ہے چاہے وہ قصیٰؑ ہوں، ہاشمؑ ہوں یا عبدِ منافؑ ہوں یا عبدالمطلبؑ ہوں یا ابو طالبؑ ہوں ہر ایک سے قدرت باتیں کر رہی ہے کہ تمہارے صلب میں ہمارا حبیبؐ ہے حفاظت کرو، ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں، ہم تم سے باتیں کر رہے ہیں رابطہ ختم نہیں ہے۔ قدرت جو ہے وہ برابر گفتگو کر رہی ہے۔ پیغام آ رہے ہیں جا رہے ہیں وہ دوسرا انداز ہو سکتا ہے جبریلؑ نہ آتے ہوں کوئی اور ملک آتا ہو عبدالمطلبؑ خانہ کعبہ کو پکڑے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ بارِالٰہ تو اپنے گھر کو بچا لے۔ ابرہہ پوچھ رہا ہے کہ تم اونٹ مانگ رہے ہو گھر کی بات نہیں کرتے تو مسکرا کر کہہ رہے ہیں گھر کا مالک گھر کو بچائے گا، ہم اپنا مال لینے آئے ہیں اور بنی ہاشم کو لے کر بلند پہاڑی پر چلے گئے۔ سب سے اونچے پہاڑ پر چلے گئے کہاں؟ منیٰ کے قریب اور سارے بنی ہاشم اور قریش بھی گئے ہوں گے۔ جن جن کو معلوم ہوگا کہ ابرہہ آ رہا ہے اپنے ہاتھیوں کو لے کر سب ہی گئے ہونگے حضرت عبدالمطلبؑ کے ساتھ سب پہاڑی پر پہنچ گئے تو تاریخ یہ کہتی ہے مسلمانوں کی کہ ایک بار سب کو جمع کر کے آواز دی کہ کہاں ہے میرا فرزند؟ کسی نے کہا حمزہؑ، کسی

نے کہا زبیر، کسی نے کہا حارث، کسی نے کچھ کہا نہیں میرے فرزند کو بلاؤ جب دوبارہ کہتے تھے کہ میرے فرزند کو بلاؤ تو سمجھ جاتے تھے کہ عبداللہؑ کو بلا رہے ہیں۔ جناب عبداللہؑ کو بلایا گیا کہا بیٹے اس پہاڑ کی پشت پر جاؤ اور جا کر دیکھو کچھ نظر آ رہا ہے، بیٹا واپس آیا کہا نہیں بابا کچھ نظر نہیں آ رہا ہے کہا نہیں اب جاؤ اور جا کر دیکھو کہا کچھ سیاہ بادل ہیں جو اس طرف بڑھتے ہوئے نظر آ رہے ہیں کہا بیٹا یہ سیاہ بادل نہیں ہیں یہ ہمارے لئے اللہ کی جانب سے مدد آ رہی ہے، یہ لشکر آ رہا ہے۔ میں پوچھوں حضرت عبدالمطلبؑ سے کیا آپ کو معلوم تھا کہ ابابیل کا لشکر آنے والا ہے اگر وحی نہیں ہوتی تو کیسے معلوم ہوتا کہ اللہ کا لشکر آئے گا، ایک ہی طریقہ یا خواب میں بتایا گیا یا الہام ہوا یا ملک نے پکار کر کہا کہ مدد آ رہی ہے اور ایسی مدد کہ اس کا ذکر قرآن میں سورہ فیل میں کر دیا جائے صلوٰۃ۔...... کہا کہ مدد آ گئی۔ اب پتہ چلا کہ اس پورے گھرانے سے خدا چاہتا ہے کہ ہم تم سے باتیں کرتے رہیں۔ یہ اس لئے پسند ہے خدا کو کہ جس کی زبان پسند ہوتی ہے، جس کی زبان میں شیرینی ہوتی ہے اس سے باتیں کر کے بڑا مزہ آتا ہے یا تو تاریخ میں موسیٰؑ سے باتیں کر کے مزہ آتا تھا کہ تمہاری زبان میں جو ذرا سی لکنت ہے وہ ہمیں بہت پسند ہے یا بنی ہاشمؑ کی ادائیں اس لئے پسند آ گئیں کہ ان کی زبان میں مٹھاس تھی تو خدا نے ان سے بار بار باتیں کیں اور طے کر لیا کہ انہی کی زبان میں قرآن اتاریں گے۔ جب رابطہ ختم نہیں ہو رہا ہے سلسلہ اور رابطہ خدا سے قائم ہے تو ایمان پر کیسی بحث، اب یہ بات کہ عبدالمطلبؑ مسلمان تھے کہ نہیں تھے۔ عبداللہؑ مسلمان تھے کہ نہیں ابوطالبؑ مسلمان تھے کہ نہیں تو بات کیا ہے یہ بحث نکلی کیوں یہ بحث اس لئے نکلی، تقریر کا رُخ مڑ رہا ہے تمہیدی چیزیں ختم ہو چکیں اب تقریر کا وہ مقام آ رہا ہے جہاں سے

ہمیں ختم شد کی طرف پہنچنا ہے کہ یہ بحث شروع کیوں ہوئی؟ کہاں سے شروع ہوئی شروع یہاں سے ہوئی کہ جب بعد رسولؐ علیؑ نظر آئے تو پوری دنیا نے دیکھا کہ ہم نے ان سے سب کچھ تو لے لیا ہے اب ان کے پاس کیا ہے اقتدار ہمارے پاس، سکہ ہمارا، آئین ہمارا، اصول ہمارے، زمین ہماری، خزانے ہمارے، بیت المال ہمارا، سب کچھ ہمارا لیکن اب جو پلٹ کر دیکھا تو خود بھکاری نظر آئے، وہ بادشاہ نظر آیا کیوں کہ اس کے پاس فضائل کی دولت تھی، حدیثوں کی دولت تھی، اقوال رسول کی دولت تھی، اس کے ساتھ ساتھ فضیلت میں ایسی بات بھی تھی جو کانٹا بن کر چبھ رہی تھی۔ وہ تھی خاندانی عظمت، ان کی عظمت کو دیکھا پھر اپنے آپ کو دیکھا کہ ان کا دادا سردار مکہ سردار عرب ان کا دادا، ان کی دادی، ان کا پردادا، ان کی پردادی، پھر اپنے کو دیکھا ماں کون ہے ہماری، باپ کون ہے ہمارا کس سے پوچھیں کہ دادا کون ہے؟ ہماری دادی کون ہے؟ ہمارے شجروں کا پتہ ہی نہیں، اب کیا کریں۔ بڑے بڑے عیار لوگ تھے بڑے بڑے سازشی لوگ تھے کہ جیسے ہمارے باپ ایسے ہی علیؑ کے باپ، جیسی ہماری ماں ویسی ہی علیؑ کی ماں بنادیں، مطلب یہ کہ کہہ دو کہ علیؑ کا باپ کافر تھا، مدینے سے لے کر شام تک، شام سے لے کر مدینے تک ہر قریہ میں یہی آواز کہ علیؑ کا باپ جہنم میں جل رہا ہے۔ پچیس برس سنا علیؑ نے مدینے کی گلیوں میں سنا مگر ایک دن جب یہودی کے باغ میں جھکے ہوئے درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ ایسے میں ایک گھڑ سوار نے آ کر کہا کہ علیؑ سنا ہے تمہارا باپ جہنم میں جل رہا ہے۔ علیؑ خاموش رہے وہ چلا گیا اور جا کر لوگوں سے کہا کہ میں نے تو منہ پر کہہ دیا اب مجمع ساتھ چلا کہ دیکھیں باپ کو جہنمی ہم نے بیٹے کے منہ پر کہہ دیا اور وہ خاموش رہا گویا اس کی مرضی ہے وہ صحیح سمجھ رہا ہے سب ساتھ چلے مرتے

والے بھی ساتھ چلے، اب جو مرتبے والا آیا اس نے بھی یہی کہا کہ علیؑ ہم نے سنا ہے کہ تمہارا باپ جہنم میں جل رہا ہے۔ ایک مرتبہ سر کو اُٹھایا اس کو جواب نہیں دیا بلکہ اس مرتبے والے کو جواب دیا کہ اس کو اگر میں ذلیل کر دوں گا تو پورا عرب دیکھے گا تو کہا کہ سنو گھوڑے سے اترو اور زمین پر بیٹھو اگر جواب سننا ہے۔ اس کے بعد کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی غور سے سنئے اور بچے ذہنوں میں محفوظ کر لیں۔ گھوڑے سے اترے بیٹھ گئے۔ مجمع بھی بیٹھ گیا۔ تم نے مسجد نبویؐ میں یہ حدیث رسولؐ سے سنی ہے کہ نہیں علیؑ جنّت اور جہنم کا بانٹنے والا ہے وہی تقسیم کرے گا جنّت کو اور جہنم کو کہا ہاں ہم نے یہ حدیث رسولؐ سے سنی ہے، کہا بتاؤ جب جنّت اور جہنم کو بانٹوں گا تو میں اپنے باپ کو کدھر لے کر جاؤں گا؟ خاموشی چھا گئی۔ آپ نے غور نہیں کیا علیؑ نے ایک فیصلہ نہیں کیا دو فیصلے کئے ایک فیصلہ میں دو فیصلے کئے یہ بتا دیا کہ جدھر میں جاؤں گا۔ اپنے باپ کو لے کر جاؤں گا میں جنّت اور جہنم کا بانٹنے والا ہوں۔ ایک سوال کیا خاموش سوال کہ یہ بتاؤ کہ میں تو اپنے ماں اور باپ کو بچا لوں گا مگر تم اپنے ماں باپ کے بارے میں کیا کرو گے؟ تم اپنے ماں باپ کی خیر مناؤ۔ اپنے باپ کے ایمان کا اعلان کیا اور دوسرے کے باپوں کا کُفر بتا دیا۔ اس کے بعد تاریخ کا ایک عجیب فیصلہ ہے کہ حسنِ مجتبیٰؑ آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے آئے اور کہا بابا مدینے کے کچھ لوگ ہمارے دادا کو کافر کہتے ہیں۔ حسنؑ کے آنسو اپنے ہاتھ سے پونچھے اور کہا حسنؑ آنکھ میں آنسو کیسے جاؤ باپ اجازت دیتا ہے کہ بیٹا جو تم سے بحث کرے اس سے کہہ دو کہ محشر کے دن جب سب اہل محشر آئیں گے اور لواءِ حمد کا پرچم کھل جائے گا رسولؐ خدا پرچم کے نیچے آ جائیں گے تو تمام اہل محشر میں دو نور ایسے ہوں گے جو چھا جائیں گے پورے عالم محشر پر ایک ہمارا نور اور

ایک نبیؐ کا نور اور اس نور کے ساتھ جو نور ہوگا وہ ابو طالبؑ کا نور ہوگا۔ معبود خود پکار کر کہے گا کہ ابوطالبؑ تم جس طرح چاہو جس کی شفاعت کردو۔ اس مقام پر ہے میرا باپ جاؤ اور یہ جا کر کہہ دو مدینے والوں سے یہ عصمت کی گواہی ہے کہ بیٹا گواہی دے، پوتا گواہی دے اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تاریخ کی ساری روایتیں جھوٹ ہو جائیں، اگر قرآن کی تفسیر غلط کر دی جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ ابوطالبؑ کا ذکر قرآن میں نہیں ہم ان کو صاحب ایمان نہیں مانتے۔ ہم ان کو صاحب عصمت نہیں مانتے۔ ہم ان کو ولی نہیں مانتے، ہم ان کو کچھ نہیں سمجھتے، ہم تاریخ میں ان کو کہیں صاحب ایمان نہیں پاتے تو سب کچھ جھٹلا دو۔ ایک حقیقت ایسی ہے جسے کائنات نہیں جھٹلا سکتی کربلا میں جتنی قربانیاں پیش کی گئیں سوائے ابوطالبؑ کے کسی کے گھر کی قربانیاں نہیں بڑا عجیب جملہ کہا میں نے اس میں مبالغہ نہیں ہے۔ چار بیٹے ابوطالبؑ کے ایک بیٹی سب سے بڑی اولاد اُمِ ہانیؑ۔ خانۂ کعبہ میں بابِ عبدالعزیز کے بعد بابِ اُمِ ہانیؑ جو ہے وہی مکان تھا جناب اُمِ ہانی کا جہاں پر وہ دروازہ خانہ کعبہ میں بنا ہوا ہے اسی مقام سے حضور کو معراج ہوئی اور دوپہر کے وقت جب آرام کرنے کے لئے گھر سے نکلتے تھے تو چچا زاد بہن کے گھر میں اور اکثر راتوں کی نمازیں وہیں پڑھتے تھے۔ وہیں سو جاتے تھے۔ اس گھر سے معراج ہوئی۔ اس کے بعد بیٹا ان کا نام طالبؑ ان سے دس سال چھوٹے عقیلؑ اور ان سے دس سال چھوٹے جعفرؑ اور ان سے دس سال چھوٹے علیؑ۔ بڑے فرزند طالبؑ بدر میں شہید ہو گئے راستے میں مار دیا کافروں نے، عقیلؑ، جعفرؑ اور علیؑ تین بیٹے حیات رہے عقیلؑ کے آٹھ بیٹے سب سے بڑا بیٹا مسلمؑ بن عقیلؑ پھر اس کے بعد موسیٰ بن عقیلؑ پھر جعفر بن عقیلؑ پھر عبدالرحمٰن بن عقیلؑ، پھر عون بن عقیلؑ آٹھ بیٹے

اور آٹھوں بیٹے کربلا آئے اور آٹھوں بیٹوں کی اولاد جس میں کسی کے تین بیٹے کسی کے چار بیٹے سب کربلا میں خود مسلمؑ کے چار بیٹے یعنی عقیلؑ کا پورا گھرانا کربلا میں کٹ گیا تو سب ابو طالبؑ کے پوتے اور پروتے سب آل ابو طالبؑ دوسرا بیٹا جعفرؑ جو بعثت کے چوتھے سال حبش گیا مدینے فتح خیبر کے روز آیا۔ اللہ نے حبش میں اس کو تین بیٹے دیئے عبداللہ بن جعفرؑ، دوسرا بیٹا عون بن جعفرؑ تیسرا بیٹا محمد بن جعفرؑ، عبداللہؑ کی شادی علیؑ کی بڑی بیٹی زینب کبریٰؑ سے ہوئی دوسرے بیٹے عون بن جعفرؑ کی شادی علیؑ کی چھوٹی بیٹی اُم کلثومؑ سے ہوئی عونؑ بن جعفرؑ وہ بھی صاحب اولاد ان کی اولاد بھی کربلا میں یعنی جعفرؑ کی پوری اولاد کربلا میں اور اب تیسرا بیٹا علیؑ اور ان کے اٹھارہ بیٹے تھے اور اٹھارہ بیٹیاں تھیں اٹھارہ بیٹوں اور اٹھارہ بیٹیوں کی اولاد اور گیارہ داماد علیؑ کے شہید ہوئے اور گیارہ بیٹیاں علیؑ کی کربلا میں بیوہ ہوئیں۔ آپ کیا سنتے ہیں کہ دو بیٹیاں، گیارہ بیٹیوں کے ہاتھوں کی چوڑیاں ٹوٹ گئیں، بچے یتیم ہو گئے۔ یہ سب ابو طالبؑ کا خاندان تھا، میں کہوں گا معبود تیرا دین اور گھر کٹے ابوطالبؑ کا معبود تیرا قرآن تیرا دین یہ ابو طالبؑ سے قربانیاں کیوں مانگ لیں۔ جاؤ ابوطالبؑ تمہارا پورا گھرانا کربلا میں جائے۔ دین ہمارا بچے قرآن ہمارا بچے، ہمارے نبیؐ کی عزت بچے ہمارے نبیؐ کا روضہ بچے گھر کسی کا لٹے سر کسی کا کٹے، چھوٹے چھوٹے بچے کس کے شہید ہوں ابو طالبؑ کے تو پھر کہہ دیجئے اس فضیلت کے سوا ہمیں نہیں چاہئے ایمان ابو طالبؑ بس کافی ہے محشر کے روز فخر سے کھڑے ہو کر یہ کہیں گے کہ معبود یہ کربلا ہے، یہ میرا گھر ہے، یہ لاشیں ہیں، یہ قبریں ہیں یہ لہو ہے یہ سب میں نے قربانی دی ہے۔ اللہ اکبر کہ میں کیا کروں کہ بچپن سے انداز سکھایا تھا قربانی کا بچوں کو، شعب ابی طالبؑ جسے آپ جنّت المعلیٰ کہتے ہیں مکہ سے نکالے گئے تو ان

پہاڑیوں پر ابوطالبؑ جھونپڑیاں ڈال کے رہے اور جب رات آتی تھی تو محمدؐ کو بستر سے ہٹایا، کبھی طالبؑ کو سلایا، کبھی عقیلؑ کو سلایا، کبھی علیؑ کو سلایا۔ بچوں سے کہتے تھے کہ اگر آج کی رات تم کٹ گئے تو ابو طالبؑ یہ سمجھے گا کہ اس نے نبوت کو بچا لیا گھبرانا نہ عقیلؑ، گھبرانا نہ علیؑ بچپن کی ڈالی ہوئی عادت تھی کہ بستر پر سو جاؤ اور محمدؐ کو بچا لو یہی وجہ تھی کہ علیؑ شب ہجرت چادر اوڑھ کر سوئے۔ باپ کی ڈالی ہوئی عادت تھی بڑے آرام سے سوئے حق کو جانے دیا چالیس تلواروں کے سائے میں سو گئے۔ رسولؐ مکہ کو چھوڑ کر جا رہے تھے۔ میں کیا کروں کہ رضوان صاحب نے فرمائش کی تھی کہ آپ ہجرت پر پڑھئے لیکن عنوان اس وجہ سے بدل گیا کہ وسیم صاحب نے نسیم صاحب کا مسدس ابو طالبؑ کی شان میں شروع کر دیا۔ ہم نے عنوان بدل دیا۔ میں کیا کروں پھر کسی اور موقع پر کسی تقریر میں شب ہجرت کا ذکر کروں گا، وہ چاہتے تھے کہ اس جگہ سے لیکر ابوقبیس کی پہاڑی تک اور غار ثور تک جو راستہ ہے ہجرت کا ہم اس پر تبصرہ کریں۔ ہم انشاء اللہ کسی اور تقریر میں اسے عرض کریں گے اور پوری ہجرت پڑھیں گے۔ آج کی حد تک بس اتنا کہ جب مکہ کی سرحد سے نکل رہے تھے، غار ثور کو بھی چھوڑ رہے تھے تو تاریخ لکھتی ہے کہ مڑ مڑ کر مکہ کی دیواروں کو دیکھتے جاتے تھے اور نبیؐ روتے جاتے تھے اور آنکھ سے آنسو جاری تھے اور یہ کہتے تھے اے مکہ کی دیوارو، اے مکہ کے مکانو، پتہ نہیں ہم اب واپس آئیں کہ نہیں۔ ہاں! جہاں آدمی پیدا ہوتا ہے، جہاں بچپن گزرتا ہے اس سرزمین سے بڑی محبت ہوتی ہے۔ یہ فطرت کا تقاضہ تھا کہ حسینؑ کا بچپن جہاں گزرا، جس مسجد کے پاس بچپن گزرا، جس منبر کے پاس بچپن گزرا، جہاں جوانی گزری اور اُم سلمیٰؑ سے کہہ رہے تھے نانی ہم سے آج مدینہ چھوٹ رہا ہے اب حسینؑ واپس نہ آئے گا۔ ہم

کل یہاں تک پہنچے تھے، کہ عماریاں تیار ہو گئیں۔ بیبیاں سواریوں پر بٹھائی گئیں۔ محلّہ بنی ہاشم سے ناقے نکلنے لگے، سنیئے اور جب بھی آپ یاد کریں گے تو آپ بہت روئیں گے۔ ابھی ہم سفر پر ہیں کل سے ہم آگے بڑھیں گے موضوع میں بھی اور اپنے مصائب میں بھی سواریاں آگے بڑھ رہی تھیں۔ ناقے آگے بڑھ گئے، جن ناقوں پر عماریاں تھیں، جن ناقوں پر خیمے تھے، چھولداریاں تھیں، اناج کی بوریاں تھیں، وہ سارے ناقے محلّہ بنی ہاشم کی گلی سے آگے بڑھ گئے۔ آگے بڑھنے لگا قافلہ، لیکن راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ عصمت سرا کے سامنے اس گلی میں دو گھوڑے تیار کھڑے تھے۔ ہم نے اپنے ساتھی سے پوچھا راوی آپ کو یاد ہے جو پرسوں سے راوی چل رہا ہے جس نے یہ سفر دیکھا ہے جو بصرہ کا ہے۔ ہم نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ یہ دو گھوڑے کیسے ہیں تو اس نے بتایا کہ یہ حسینؑ کے پاس چھ گھوڑے ایسے ہیں جو نبیؐ کی سواری کے گھوڑے ہیں جس میں ایک گھوڑے کا نام عقاب ہے۔ ایک گھوڑے کا نام مرتجز ہے۔ کہا اچھا یہ گھوڑے بڑے خوبصورت ہیں۔ پوچھا یہ عقاب کس کا گھوڑا ہے، کہا ابھی دیکھنا جب اس گھر سے ایک جوان نکلے گا پھر اس گھوڑے پر سوار ہوگا اس کا نام علی اکبرؑ ہے اور یہ دوسرا گھوڑا جو تیار ہے اس کا نام مرتجز ہے۔ ابھی ایک جوان بتیس سال کا نکلے گا جو علیؑ کی شبیہ ہے وہ گھوڑے پر سوار ہوگا اور جب اس پر سوار ہوگا تو اُس کے پیر رَکاب سے نیچے تک پہنچیں گے۔ تم ان جوانوں کو دیکھنا ایک نبیؐ کی شبیہ ہے ایک علیؑ کی شبیہ ہے راوی کہتا ہے کہ ہم ذرا قریب ہو گئے۔ عورتوں کی سواریاں نکل گئی تھیں، ہم نے دیکھا کہ وہ بزرگ جو کرسی نشین تھے جو کرسی پر بیٹھے تھے وہ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ علی اکبرؑ ذرا میرے قریب آؤ بس چار جملے سنتے جائیں، روتے جائیں اور آنسو بہاتے

جائیں۔اس سے زیادہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ایک بار آواز دی علی اکبرؑ ذرا میرے قریب آؤ۔سر کو جھکائے ہوئے قریب آئے کہا بابا فرمایئے کہا علی اکبرؑ صغرؑا سے مل لئے، بابا دل تو بہت چاہا کہ چلتے وقت بہن سے مل لیں لیکن بابا ہمت نہیں پڑتی کہ بہن کے سامنے کیسے جاؤں؟ جان رہے تھے کہ آخری ملاقات ہے کہا علی اکبرؑ جاؤ اور بہن سے مل کر رخصت ہو میں انتظار کرتا ہوں علی اکبرؑ گئے۔آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے ہوئے صغرؑا کے قریب پہنچے۔بہن نے بھائی کو دیکھا ایک بار بہن نے دوڑ کر سر بھائی کے کاندھے پر رکھ دیا اور کہا بھیا علی اکبرؑ یہ چاند سی شکل بہن کی نگاہوں سے چھپ جائے گی۔یہ کہہ کر بے اختیار سینے پر سر ملنے لگی اور کہا بھیا جا رہے ہو بہن کو چھوڑ کر اسی لئے تو علی اکبرؑ نہیں آنا چاہتے تھے۔اب کیا جواب دیں کہا صغرؑا تم بیمار ہو۔بابا نے منع کیا ہے تم اس سفر کو برداشت نہیں کرسکتیں ورنہ بابا تمہیں چھوڑ کر نہیں جاتے۔بے اختیار کہا بھیا علی اکبرؑ ایک وعدہ کرو کہ جب کہیں بابا چین سے بیٹھیں گے اور بستی بسائیں گے تم آ کر مجھے لے جاؤ گے، کہا صغرؑا ہم وعدہ کرتے ہیں، جہاں بابا ٹھہریں گے،بستی بسائیں گے ہم تمہیں آ کر لے جائیں گے۔کچھ سوچ کر کہا کہ اے علی اکبرؑ اگر ایسا ہو جائے کہ تم آؤ اور صغرؑا کو جنّت البقیع میں قبر میں پاؤ تو جب تم شادی رچانا تو دلہن کو میری قبر پر ضرور لانا۔بھائی کیا جواب دے؟ ہاں عاشور کے دن علی اکبرؑ جب ماں کے خیمے میں آئے۔سب سے رخصت ہو لئے تو فِضہؑ نے آواز دی شہزادے کو عابدؑ بیمار ملنے آرہے ہیں۔بڑا بھائی آیا،چھوٹے بھائی نے تڑپ کر لپٹا لیا۔کہا آپ بیمار تھے، میں خود آتا کہا نہیں علی اکبرؑ میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ مدینے والوں کے لئے کوئی پیغام ہو تو مجھے بتاؤ۔بھیا! صغرؑا سے وعدہ کیا تھا جانا تو کہہ دینا بابا نرغہ اعداء میں گھر گئے ہم کربلا سے تمہیں

لینے نہ آسکے۔

اس معرکے سے جب ہو وطن آپ کا جانا　　صغراؑ کو کئی بار کلیجے سے لگانا
کہنا کہ بہن پھر گیا بابا سے زمانا　　وعدہ تو کیا تھا پہ نہ تم تک ہوا آنا

شبیرؑ پہ فوجوں کی گھٹا چھا گئی صغراؑ
آنے کو ہی تھے کہ اجل آ گئی صغراؑ

یہ کہہ کر خیمہ سے نکل گئے صغراؑ کو پیغام ملا ہوگا، راوی کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ علی اکبرؑ روتے ہوئے عصمت سرا سے برآمد ہوئے اور یہ تقریر کے آخری جملے۔ راوی کہتا ہے ہم نے دیکھا کہ حسینؑ کا بہادر چونتیس سال کا بھائی جسے مدینے والے علیؑ ثانی کہتے تھے، ایک بار عصمت سرا کا پردہ ہٹا، ایک کنیز چادر میں لپٹی ہوئی آئی اور اس نے آواز دی شہزادے ماں بلا رہی ہے بس یہ تقریر کا آخری جملہ اگر آپ برداشت کر سکیں اور بقیع میں آپ کو معلوم ہے کہ اُم البنینؑ کی قبر کہاں ہے؟ تصور میں وہ قبر رہے تصور میں وہ عظیم بی بی رہے شہزادے ماں بلا رہی ہے۔ راوی کون ہے اب راوی کنیز ہے شہزادہ عصمت سرا میں داخل ہوا اور پردے کو ہٹا کر بے اختیار دیکھا ماں حجرے کے در پر بال بکھرائے ہوئے کھڑی ہے دوڑ کر عباسؑ جیسے سپاہی نے ماں کے قدموں پر اپنے سر کو رکھ دیا۔ ماں نے سر کو اُٹھایا اور سینے سے لگایا تو بے اختیار عباسؑ نے کہا اماں آپ تو رخصت کر چکی تھیں اب چلتے وقت کیوں بلایا ہے؟ کہا عباسؑ ایک بات کہنے کے لئے بلایا ہے میرے لال ایک وصیت کرنی ہے، ایک بات کرنی ہے، کہا ماں دست بستہ بیٹا کھڑا ہے، کہو میں اس بات کو مانوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔ بے اختیار کہا عباسؑ تمہارے ساتھ حسینؑ نہیں جا رہے یہ زہراؑ کی عمر بھر کی کمائی ہے عباسؑ میں حسینؑ کو سلامت تجھ سے لوں گی، زہراؑ کی کمائی تجھ سے لوں گی حسینؑ کی حفاظت کرنا۔

چوتھی مجلس

نذرِ خاندانِ ابوطالبؑ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ وآل محمدؐ کے لئے

آج سلسلہ ایام عزا کی چوتھی تقریر آپ سماعت فرما رہے ہیں پہلی تقریر ہم نے ختمی مرتبت کے حضورؐ نذر کی تھی دوسری تقریر شہزادی کونین کی بارگاہ میں نذر ہوئی اور کل کی تقریر مکہ میں حضرت ابوطالبؑ کی بارگاہ میں نذر کی۔ اسی تسلسل کے ساتھ آج کی تقریر ہم خاندان ابوطالبؑ کی بارگاہ میں نذر کریں گے صلوٰۃ۔

عنوان کا علم ہے آپ کو ”قرآن کی قسمیں اور حروفِ مقطعات“ سرنامہ کلام میں سورۂ یٰسین کی چار آیتیں روز تلاوت کی جا رہی ہیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ یٰسٓ ○ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ○ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ○ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ○

یٰسین آپ کی قسم اور قرآن کی قسم، آپ نبی مرسلؐ ہیں اور صراط مستقیم پر ہیں سرنامہ کلام میں قسم سے بات شروع ہو رہی ہے۔ ہم کچھ قسمیں پیش کر چکے ہیں اب تک کل مکۂ معظمہ کی تقریر میں ہم نے سورۂ والضحیٰ کی تلاوت کی تھی اور یٰسین کے بعد قسم سے آغاز کیا بات شروع ہوئی اب کچھ اور قسمیں آج پیش کروں گا جو قسمیں رب کائنات نے بار بار کھائیں جن کی تعداد ستاسی ہے قرآن میں، کل میں نے کہا کہ قسم کھانے

کے تین اصول ہیں انسان جب قسم کھاتا ہے تو اپنے سے برتر شے کی قسم کھاتا ہے یا جس سے ڈرتا ہے اس کی قسم کھاتا ہے یا جس چیز کو عزیز رکھتا ہے اس کی قسم کھاتا ہے کل میں نے واضح کیا تھا مثالوں سے کہ اگر ہم اللہ کی قسم کھائیں کہ وہ ہم سے بڑا ہے ہم سے برتر ہے اگر ہم حضرت عباسؑ کی قسم کھائیں گے تو اس لئے کہ ہم اُن کی ذات گرامی سے ڈرتے ہیں، اگر ہم اپنی اولاد کی قسم کھائیں گے تو اس لئے کہ ہم اسے عزیز رکھتے ہیں، چوتھی کوئی قسم کھانے کی نہیں ہے تو معبود جب قسم کھائے گا تو اس لئے قسم کھائے گا کہ اس سے کوئی برتر نہیں کسی سے ڈرتا نہیں کہ کسی سے ڈر کے قسم کھائے تو ایک ہی قسم بچی کہ وہ جس چیز کو عزیز رکھتا ہے اس شے کی قسم کھائے (صلوٰۃ) قسمیں تو ایسے کہ اگر ہم کو محبت ہے ہمیں یہ چیزیں پسند ہیں تو قسم کھائے۔ کل مثالیں دیں کہ چاند کی قسم سورج کی قسم، تارے کے اترنے کی جگہ کی قسم کھائے، گھوڑوں کے دوڑنے کی قسم کھائے، گھوڑوں کے سموں کی قسم کھائے گھوڑوں کے منہ سے گرتے ہوئے جھاگ کی قسم کھائے اور اچانک اتنی چھوٹی قسمیں وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ○ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ○ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ○ لیجئے نباتات پر آ گیا جڑی بوٹیوں کی قسم کھانے لگا، پتوں کی قسم کھانے لگا، مجھ کو انجیر کی قسم، درختِ انجیر کی قسم وَالتِّیْنِ آغاز یہاں سے ہوتا ہے، تیسواں پارہ مجھے انجیر کے درخت کی قسم اس کے پھل کی قسم، وَالزَّیْتُوْنِ زیتون کے درخت کی قسم، پتوں کی قسم، وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ اور اس پہاڑ کی قسم جس کا نام طور سینا ہے وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ○ اور ہمیں اس جائے امن کی قسم کہ جہاں انسان گیا تو امن پا گیا، یہاں تک پہنچتے پہنچتے تو بات سمجھ میں آ جائے گی کہ حدودِ حرم کی قسم کھائی جا رہی ہے لیکن نہ انجیر سمجھ میں آئی، نہ زیتون کی قسم سمجھ میں آئی نہ پہاڑ کی قسم جس کا نام طور سینا ہے اور پھر قسم کھائے دوسرے سورے میں جیسا کہ کل

عرض کیا تھا وَالضُّحٰی ○ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ہمیں چڑھتے ہوئے دن کی قسم ہمیں تاریک راتوں کی قسم اور کبھی قسم کھائے لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ بڑی عجیب قسم کھا رہے ہیں، ہم اگر سمجھنے والے عقل رکھتے ہیں تو سمجھیں زمین کی قسم، وَاَنْتَ حِلٌّ م بِھٰذَا الْبَلَدِ حالانکہ آپ اس سرزمین پر رہتے ہیں اس سرزمین کی چاردیواری کی قسم کھا رہے ہیں، وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ حالانکہ آپ کے ساتھ وہاں باپ بھی رہتا ہے اور بیٹا بھی رہتا ہے ہم کو باپ کی بھی قسم بیٹے کی بھی قسم، شروع یہاں سے ہوئی کہ بڑی عجیب قسمیں کھا رہے ہیں ہم زمین کی قسم حدود حرم کی قسم چاردیواری کی قسم باپ کی قسم بیٹے کی قسم اب ہم بات پھر وہیں سے شروع کر رہے ہیں یہ پانچ چھ قسمیں کھانے کے بعد ہم کو انجیر کی قسم، ہم کو زیتون کی قسم کیا یہ درخت اور انجیر کی قسم کھائی جا رہی ہے یہ کسی زیتون کی درخت کی قسم کھائی جا رہی ہے یہ کسی پہاڑ کی قسم کھائی جا رہی ہے یہ کسی زمین کی قسم کھائی جا رہی ہے نہیں ہم جو بات کرتے ہیں اس میں استعارے ہوتے ہیں، اس میں تلمیحات ہوا کرتی ہیں، آج اُردو ادب کو دیکھ کر کوئی ترقی یافتہ ذہن یہ کہے کہ اردو شاعری میں کیا ہے سوائے پھول پتیوں کے درختوں کے کلیوں کے گلاب کا پھول چنبیلی کا پھول، گیندے کے پھول کا ذکر ہے۔ اب تو انقلاب کی باتیں ہونی چاہئیں لیکن معبود جب انقلابی بات کرتا ہے چڑھتے ہوئے دن کی بات کرتا ہے چاند کی بات کرتا ہے صبح کی بات کرتا ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ قرآن سے اردو شاعروں کا ربط کیا ہے جس نے قرآن سے ربط نہیں توڑا وہی شاعر اردو کے اُفق پر جگمگا رہا ہے وہ چاہے میر تقی میرؔ ہوں یا غالبؔ ہوں یا میر انیسؔ ہوں یا جوشؔ ہوں اب غور کریں آپ کہ میر انیسؔ یا مرزا دبیرؔ جتنے بھی مداحِ اہلِ بیتؑ تھے، جنھوں نے اپنے کو وابستہ رکھا دریز ہراؑ سے انہوں نے جب بھی شاعری کی تو فکر قرآن کو پہلے دیکھا، شعرائے کرام کو

آپ پڑھ جائیں، انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کو آپ غور کریں گے کہ جب بھی بات شروع کی انیسؔ نے یا دبیرؔ نے تو چڑھتے ہوئے دن سے، نکلتے ہوئے آفتاب کے منظر سے، آگے کوئی انقلابی بات کہنی ہوگی یعنی فکر جو ہے وہ قرآن کی چل رہی ہے، اُردو شاعری میں، کل مثالیں دیں تھیں کہ ''پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح'' سورج نکل رہا ہے، آسمان پر اُفق میں لالی پھیل گئی لالہ کا پھول سرخ ہوتا ہے۔ انیسؔ نے اُفق کو دیکھا تو سمجھے کہ لالہ کے پھول بکھر گئے ہیں کس پر، اُفق پر نہ آفتاب کو دیکھا نہ اس کی کرنوں کو دیکھا اس لئے کہ صبح عاشور کا سورج دکھا رہے تھے تو آسمان پر لالہ کے پھول دیکھے، لہو کے گل دیکھے، شاعری یہاں سے شروع ہوئی ''جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے'' رات جا چکی ہے، سفر تمام کر چکی ہے، اب آفتاب آ رہا ہے'' طے کر چکا جو منزل شب کاروانِ صبح'' یعنی صبح کا کارواں رات بھر چلتا رہا، چلتے چلتے یہ کارواں اس منزل پر پہنچا کہ آفتاب نمودار ہونے والا ہے۔ اسی طرح مرزا دبیرؔ نے کہا کہ ''پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی'' عجیب مصرع ہے دبیرؔ کا انداز بڑا بلیغ ہوتا ہے یعنی سورج کی قینچی نے نکل کر بیچ سے جو کاٹا تو رات ادھر گئی دن اِدھر آیا۔ قینچی چلی، مقراض چلی تو دن آپ سے آپ نمودار ہو گیا اور پردۂ شب کٹ کر چھٹ کر الگ ہو گیا یا جوشؔ نے کہا ''مسکرا کر جب ہوئی طالع تمدن کی سحر'' یا جوشؔ یہ کہتے ہیں'' جب چہرۂ اُفق سے اُٹھی سرمئی نقاب'' اب یہ انقلاب کا دور جوشؔ نے جو دیکھا تو تمدن کے آفتاب کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھا۔ بات وہی رہی کہ صبح سے شروع ہو رہی ہے، دن سے شروع ہو رہی ہے، آفتاب کی روشنی سے شروع ہو رہی ہے تو فکر قرآن سے لی ہے، مبالغہ نہیں ہے، شعراء نے اُردو ادب والوں نے فکر کو قرآن سے لیا تو اب سوال یہ ہے کہ شاعری میں جو یہ لالہ کی باتیں، پھولوں کی باتیں، کلیوں کی باتیں،

آفتاب کی باتیں، جو ہیں یہ باتیں کیا بتانا چاہ رہے ہیں؟ پہلے یہ دیکھئے معبود یہ باتیں کر کے کیا کہنا چاہتا ہے زیتون کی باتیں کر کے کیا کہنا چاہ رہا ہے؟ وہ یہ بتا رہا ہے کہ استعاروں میں ہم بات کرتے ہیں، جن کے پاس عقل ہے جو تجزیہ کر سکتے ہیں جو مشاہدہ کرتے ہیں جو تدبر کرتے ہیں جو عقل رکھتے ہیں وہ خود اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہم نے انجیر کی قسم نہیں کھائی بلکہ جب ہم نے پہلے انسان کو زمین پر بھیجا، آدمؑ کو بھیجا حواؑ کو بھیجا نہ مکان تھا نہ کپڑے تھے نہ رہنے کی جگہ تھی، سب سے پہلے جس لباس کو انہوں نے اپنایا انجیر کے پتوں کو توڑا اپنا لباس بنایا، یہ وہ دور ہے جب انسان پتے کھاتا تھا، پتے پہنتا تھا انجیر کی قسم نہیں، بلکہ عہد آدمؑ کی قسم، عہد حواؑ کی قسم تمدن کا پہلا آغاز، عہدِ آدمؑ کی قسم اور وَالزَّيْتُوْنِ اب یہ دوسرا دور آیا، ارتقا کا دور آیا، تجسس کا دور آیا، اب جو تجسس کا اور تحقیق کا دور آیا، طوفان آچکا، سفینہ چل رہا ہے، یعنی اب صنعتیں ایجاد ہونے لگیں، دنیا کی پہلی صنعت کشتی بنانا ہے، جب پڑھایا جاتا ہے نیوی (Navy) میں اسٹوڈنٹ (Student) کو جہاز کی کہانی تو یہ بتایا جاتا ہے کہ پہلا جہاز حضرت نوحؑ نے بنایا تھا، آج سے سات آٹھ ہزار برس پہلے پہلی صنعت، کشتی بنی، سفینہ میں سب بیٹھے، اس میں جانور بھی، پرندے بھی پانی میں دنیا ڈوب گئی، کشتی چل رہی ہے، کئی ہفتے گزر گئے، اوپر بھی پانی، نیچے بھی پانی، ایک بار آواز دی معبود کیا خشکی نظر نہ آئے گی؟ وحی ہوئی کبوتر کو بھیجو حضرت نوحؑ نے ہاتھ پر کبوتر کو بٹھایا، کبوتر چلا اُڑا پرواز کی کوہِ جودی تک پہنچا زیتون کا پتّا منقار میں رکھا آ کر نوحؑ کے قدموں میں رکھ دیا، خشکی نظر آ گئی، کشتی کا رُخ کوہ جودی کی طرف موڑ دیا یعنی خشکی کا پتہ طوفان کے بعد زیتون کے پتّے سے چلا، زیتون کی قسم نہیں، عہد نوحؑ کی قسم (صلوٰۃ) وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ○ آدمؑ کا دور پہلا ہے دوسرا نوحؑ کا دور

صنعتی دور ہے اور تیسرا دور کہ جب انسان پتھر کے دور میں آ گیا اب پتھر کی بلڈنگیں بننے لگیں، اب پہاڑوں غاروں میں انسان رہنے لگا، بلند عمارتیں عاد اور ثمود بنانے لگے، فراعنہ نے اہرام مصر بنائے، پہاڑوں کو کاٹ کر گھر بنایا، اب پہاڑوں کا دور آ گیا پتھر کا دور آ گیا تو اس پہاڑ کی قسم، اس تمدن کی قسم جہاں پتھر کے دور سے گزرتا ہوا مصر تک آیا تو یہ کوہِ طور کی قسم نہیں ہمیں عہدِ موسیٰؑ کی قسم، آدمؑ کے عہد کی قسم، نوحؑ کے عہد کی قسم، موسیٰؑ کے عہد کی قسم، اب ارتقائی منزل پر موسیٰؑ سے عیسیٰؑ تک، ایک عہد چلتا رہا، چھ سو سال کے بعد اب جو عہد نے ترقی کی تو وہی دور قیامت تک جائے گا وہ کونسا دور وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ امن والی زمین سے جو تمدن شروع ہوا شہر مکہ سے جو عہد شروع ہوا تو یہاں پر وہ کہہ سکتا تھا کہ اس تمدن کی قسم جو نبیؐ آخر کے دور مکہ سے شروع ہو رہا ہے، کہا کہ امن والی زمین کے تمدن کی قسم یعنی واضح کر دیا کہ قیامت تک دین جائے گا، لیکن جنگ کا نہیں امن کا دین رہے گا (صلوٰۃ پڑھیں) بہت غور سے سنیں میں اپنی منزل تک اسی طرح پہنچوں گا آپ ساتھ دیتے رہیں (صلوٰۃ پڑھیں) ہم کو امن والی زمین کی قسم یہ نہ سمجھنا کہ فتوحات اسلام کا طرہ امتیاز بنیں گی۔ یہ تصور میں نہ رہے کہ ہم تلوار لے کر نکلیں گے، زمینوں کو فتح کریں گے، ہم ایران جائیں گے، ہم اسپین تک جائیں گے، ہم یونان تک جائیں گے، ہم مصر کو لیں گے، ہم یہاں عمارتیں جلا دیں گے، وہاں کتب خانہ جلا دیں گے یہ اسلام کی تاریخ نہیں بنے گی یہ اسلام کی تاریخ اس لئے نہیں بنے گی کہ اگر اسلام تلوار کا مذہب ہوتا ہم آدمؑ سے کہتے تلوار کھینچو، ہم نوحؑ سے کہتے تلوار کھینچو، ہم موسیٰؑ سے کہتے کہ تلوار کھینچو، ہم ابراہیمؑ سے کہتے کہ تلوار کھینچو ہم عیسیٰؑ سے کہتے کہ تلوار کھینچو، تلوار سب کو دی مگر چلی نہیں تو علیؑ نے پلٹ کر یہی تو کہا تھا جب کسی نے کہا کہ خلافت آپ کا حق ہے تو تلوار کیوں نہیں نکالی

تو پلٹ کر کہا تھا کہ آدمؑ نے اپنے حق کو چھیننے کے لئے تلوار کبھی چلائی؟ نوحؑ نے کبھی تلوار چلائی؟ ابراہیمؑ نے کبھی تلوار چلائی؟ موسیٰؑ نے کبھی تلوار چلائی؟ عیسیٰؑ نے کبھی تلوار چلائی؟ یہاں جب بھی تلوار نکلا کرتی ہے تو دفاع کے لئے نکلا کرتی ہے، کسی کے حق کو چھیننے کے لئے نہیں نکلتی، بدر و اُحد و خندق و خیبر و حنین حق کی حفاظت میں، جمل، صفین و نہروان قرآن کی حفاظت میں، ہم کوئی عمارت نہیں چھینیں گے، ہم کوئی حکومت فتح نہیں کریں گے، ہم کوئی زمین لینے نہیں جائیں گے، بلکہ ہم دفاع کریں گے، جب تلوار نکلے گی یہ امن کا دین ہے اور یہ امن کا دین اس نے پیش کیا جس کے لئے اللہ نے بتایا کہ وہ رحمت اللعالمین ہے، رحمت ہے سارے عالم کے لئے، امن ہے سارے عالم کے لئے، حد یہ ہے کہ مشرک اور کافر کہ امین کہہ کر پکارے گا، جو صاحب امن ہے، مشرک اور کافر کی زبان سے خدا نے کہلوا دیا کہ یہ امن والا پیغمبر ہے، امین ہے، غور کرتے جائیں ہم نے اس کی ماں کا نام آمنہؑ رکھا ہے، آمنہؑ امن والی بی بی اس کے باپ کا نام عبداللہؑ، اللہ کا بندہ وہی ہوتا ہے جس سے امن ہو، باپ بھی امن والا ماں بھی امن والی، بلکہ ہم نے اس کی بیٹی کو خیر النساء کہا ہے، جو خیر ہی خیر ہے حد ہے کہ ان کے گھر میں جو کنیز بھیجی ہے اس کا نام اُم ایمن ہے، وہ بی بی جو امن والی ہے جو امن کی ماں ہے، اُم ایمن پورا دین امن کا دین ہے، جنگ کا دین نہیں ہے، هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ اس امن والی زمین کی قسم جہاں انسان جائے تو امن ہے صرف انسان نہیں بلکہ پرندوں کو بھی امن ہے، جانوروں کو بھی امن ہے حد تو یہ ہے کہ چیونٹی کو بھی امن دیا اور اس امن والی زمین کی قسم اور قسمیں کھاتے ہوئے تمدن اور تہذیب کو بتاتے ہوئے ان ہی قسموں میں معبود بتائے یہ مت سمجھنا کہ ہم یہ کہہ رہے ہیں والضحیٰ چڑھتے ہوئے دن کی قسم تو کیا چڑھتے ہوئے دن کی قسم ہمیں چڑھتے

ہوئے دن سے کیا ہاں وہ چڑھتا ہوا دن کہ جس کا تعلق ہمارے نبیؐ سے ہے، راتوں کی قسم جن راتوں سے کچھ تعلق ہے ہمارے نبیؐ کو اور یہ دیکھو کہ ہم بات کیا کہہ رہے ہیں۔ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی تم یتیم تھے، تم بے سہارا تھے ہم نے تم کو سرپرست دیا، ہم نے سرپرستی کی، سرپرستی کرنے والا ابوطالبؑ معبود کہے کہ ہم نے سرپرستی کی، کل کی تقریر سے ربط مل رہا ہے، میں نے تشریح چھوڑ دی تھی آج تشریح کہ والضحیٰ کیا ہے؟ چڑھتے ہوئے دن کی قسم کیا ہے؟ دن چڑھ رہا تھا اور غارِ حرا سے نبیؐ اتر رہے تھے، چادر زمین پر خطّ دیتی جا رہی تھی کاندھے پر عبا پڑی ہوئی تھی اور جب غارحرا سے مکہ میں داخل ہوئے حمزہؓ کا مکان چھوڑا، عباس بن عبدالمطلبؑ کا مکان چھوڑا ابولہب کا مکان چھوڑا سارے چچاؤں کے مکانات چھوڑتے ہوئے ابوطالبؑ کے مکان پر ٹھہر گئے، دروازے پر دستک دی، چچا نے آواز دی، بھتیجا اندر چلا گیا، صحن میں پہنچے تاریخوں نے لکھا کہ چچا کا عالم یہ کہ جب بھی بھتیجے کو دیکھا آنکھ سے آنسو گرنے لگتے تھے، اگر کوئی پوچھتا کہ ابوطالبؑ بھتیجے کو دیکھ کر رونے کیوں لگتے ہو تو بے اختیار کہتے کہ میرا بھائی عبداللہؑ مجھے یاد آ جاتا ہے، حضرت عبداللہؑ کی عظمت آپ کو معلوم ہے ماہِ حرم کہے جاتے تھے، یوسفِ آلِ ہاشم کہے جاتے تھے یعنی مکہ میں عبداللہؑ سے زیادہ حسینؑ انسان کوئی نہ تھا اس لئے حدودِ حرم کے چاند کہلاتے تھے، اتنا خوبصورت انسان، جوانی میں حضورؐ کی ولادت سے پہلے وفات پا گئے اور ابھی حضورؐ چھوٹے تھے کہ ماں بھی چھوڑ کر چلی گئیں، آٹھ سال تک دادا عبدالمطلبؑ نے پالا اور آٹھ سال کی عمر سے لے کر اُڑتیس سال، ابوطالبؑ کے ساتھ رہے، ایک دسترخوان پر کھانا کھایا، ایک ہی مکان میں رہے، یہ محبت کا عالم کہ اگر نظر پڑے تو آنکھ سے آنسو گرنے لگیں، جیسے ہی بھتیجے کو دیکھا آنکھ سے آنسو ٹپکنے لگے، تو بے اختیار کہا میرے لعل، میرے

بیٹے، اس دوپہر میں چڑھتے ہوئے دن میں کیسے آئے والضحیٰ اس چڑھتے ہوئے دن میں، دوپہر میں کیسے آئے؟ کہا چچا! آج غارِ حرا میں ملک آیا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اللہ کا پیغام ہے کہ ہم نے تمہارے کاندھے پر نبوت کا بار ڈالنے کا فیصلہ کیا ہے تم اس بار کو اُٹھا سکتے ہو یا نہیں؟ ملک چلا گیا، میں خاموش تھا کہا کیا چاہتے ہو، کہا نبوت کے بار کو اُٹھاؤں یا نہ اُٹھاؤں، چچا آپ سے پوچھنے آیا ہوں یہ ہے مرتبہ ابوطالبؑ کا، ایمان کی بحث جانے دو صلوٰۃ پڑھئے گا، خدا کی قسم میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ابوطالبؑ یہ کہہ دیں کہ نہیں ہم بے سہارا ہیں، ہمارے پاس طاقت نہیں ہے، فورس (Force) نہیں ہے، جو ہونے والا ہے ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو بتایئے آج یہ نبوت ہوتی، آج یہ خانہ کعبہ کتنا خوبصورت ہے، سومنات کا مندر ہوتا وہی بت ہوتے نا! ہندو بھی ہوتے یہاں پھول چڑھاتے اپنے دیوتاؤں پر، ایک ابوطالبؑ کی ہاں یا نہیں پر فیصلہ ہے قیامت تک کا کیا جواب دیا اس بات کا کہ نبوت کے بار کو اُٹھاؤں کہ نہ اُٹھاؤں بے اختیار کھڑے ہو گئے حضرت ابوطالبؑ اور آواز دی آپ آگے بڑھئے اے میرے سید و سردار پہلے لعل کہتے تھے، بیٹا کہتے تھے، مگر اب آواز دی اے میرے سیّد و سردار آگے بڑھئے، دیر کیا ہے، اعلان کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں، بنی ہاشم کی تلواریں آپ کے ساتھ ہیں، اگر کسی کی آنکھ اُٹھے گی تو اس کی آنکھ چہرے پر نہ رہے گی اور اگر کسی کا ہاتھ اُٹھے گا تو اس کا ہاتھ جسم پر نہیں رہے گا (صلوٰۃ) آگے بڑھئے ہم ان عربوں کو گھیر کر آپ کے قدموں میں اس طرح ڈالیں گے، جیسے عرب کے چرواہے شام کو جانور گھیر کر لاتے ہیں، اور گلّے پر باندھ دیا کرتے ہیں یہ عرب آپ کے قدموں پر گریں گے ابوطالبؑ کی تلوار آپ کے ساتھ ہے، اے میرے سید و سردار آگے بڑھئے، یہ اعلان تھا، یہ پہلا دن تھا، چڑھتا ہوا دن والضحیٰ اس چڑھتے

ہوئے دن کی قسم جب تمہارے سرپرست نے ابوطالبؑ نے تم سے نصرت کا وعدہ کیا اس چڑھتے ہوئے دن کی قسم جو سرپرست ہم نے دیا اس نے تم سے وعدہ کرلیا ہم نے بارِ نبوت تمہارے دوش پر ڈال دیا، آپ ثبوت مانگیں گے بارِ نبوت دوش پہ ڈال دیا گیا اور جب ابوطالبؑ کی وفات ہوگئی تو یہ وحی آئی کہ اب سرپرست نہیں رہا، مکہ چھوڑ دیجئے اگر ابوطالبؑ زندہ رہتے تو نبیؐ کو کبھی ہجرت نہ کرنی پڑتی۔ یہ تاریخ کی صداقتیں ہیں اسے کون جھٹلا سکتا ہے، وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى اور ہمیں تاریک راتوں کی قسم سارے عربوں نے مل کر یہ کہا کہ اب بنی ہاشم کا سوشل بائیکاٹ (Social boycot) کیا جائے، اچھا نکال دو، وہ گھاٹی جو پہاڑیوں سے گھری ہوئی تھی اس کا نام شعب ابی طالبؑ تھا ابوطالبؑ نے دستخط کر دیئے اور اس گھاٹی میں سب کو لے کر چلے گئے ہمیں اپنے بھتیجے کی زندگی پیاری ہے، ہمیں مکہ کی سوشل زندگی نہیں چاہئے، سب کو لے کر چلے جاتے ہیں، اب تاریک راتیں آتی ہیں، دن آتا ہے کھانا بند، پانی بند، مگر ایک گیارہ سال کا بہادر بیٹا شعب ابی طالبؑ کی پہاڑیاں پھاند کر جاتا تھا، کبھی دو بوریاں اناج کی، کبھی مشکیں بھر کر پانی لاتا، مکے والے دیکھتے رہ جاتے تھے کہ یہ ابوطالبؑ کا گیارہ سال کا شیر پانی کدھر سے لے کر جاتا ہے، کھانا کدھر سے لے جاتا ہے، شعب ابی طالبؑ میں علیؑ کھانا بھی پہنچاتے رہے پانی بھی پہنچاتے رہے اور جب رات آتی تو ابوطالبؑ بستر سے محمدؐ کو ہٹاتے، عقیلؑ یہاں تم لیٹو، اُٹھو طالبؑ اب تم لیٹو یہاں، اُٹھو علیؑ اب تم لیٹو یہاں، ہم یہ چاہتے ہیں سنو ہم عادت ڈال رہے ہیں قربانیوں کی، اگر تم میں سے ایک بھی قربان ہو جائے تو ہم سرخرو ہو جائیں گے محمدؐ کو بچا کر ان راتوں کی قسم جن راتوں کو ابوطالبؑ نے اپنے بیٹوں کو لٹا کر تمہیں بچایا، اے محمدؐ ان راتوں کی قسم وَالضُّحٰى ○ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ہم نے تمہیں سر

پرست دیا تو اللہ نے قسمیں کھا کر بتایا کہ سرپرست نے سرپرستی کی کس طرح یہ ہے راز قسمیں کھانے کا ایک اور صلوٰۃ پڑھئے اور اس کے بعد سورۂ بلد میں ارشاد ہوا۔

وَاَنْتَ حِلٌّ ۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ بڑی عجیب قسمیں کھا رہے ہیں ہم اس سرپرستی کی قسم کھا رہے ہیں جس چار دیواری میں تم موجود ہو حالانکہ تمہارے ساتھ باپ بھی ہے بیٹا بھی ہے ہمیں باپ کی قسم بیٹے کی بھی قسم ہمیں بتلاؤ اس دور میں جب اسلام کا آغاز ہو رہا تھا تو مکہ میں کون وہ دو باپ بیٹے تھے کہ جن کی قسم معبود کھائے تو بے اختیار آواز دی اس چار دیواری کی قسم جس میں تم ہو اور تمہارے ساتھ مدد کرنے میں باپ بھی ہے بیٹا بھی ہے وہ باپ جو ابو طالبؑ ہے وہ بیٹا جو علیؑ ہے، ہم کو ابو طالبؑ کی قسم، ہم کو علیؑ کی قسم (صلوٰۃ) میں اپنی طرف سے تو نہیں کہہ رہا ہوں یہ تفسیر ہے اور ابی الحدید معتزلی یہ عربی ادب کے ماہر اور ابی الحدید معتزلی نے کہا کہ حبیبؐ خدا کی حفاظت صرف دو ہستیوں نے کی مکہ میں باپ نے کی مدینہ میں بیٹے نے کی مکّہ میں ابو طالبؑ مدینہ میں علیؑ ہم کو ابو طالبؑ کی قسم، ہم کو علیؑ کی قسم، باپ کی قسم، بیٹے کی قسم اور آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے پہلی تقریر میں ایک آیت سورۂ آل عمران سے پڑھی تھی اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ آج اس کی تشریح اسی تسلسل کے ساتھ کر رہا ہوں، ہم نے چن لیا، ہم نے انتخاب کیا، ہم نے آدمؑ کا انتخاب کیا، نوحؑ کا انتخاب کیا، ہم نے آلِ ابراہیمؑ کا انتخاب کیا، ہم نے آلِ عمرانؑ کا انتخاب کیا پوری کائنات میں چار انتخاب بس معبود نے جن کا انتخاب کیا ہے یہ لفظ اصطفیٰ جو ہے عربی میں اصطفےٰ کے معنی ہیں چن لینا انتخاب کر لینا اور اسی اصطفیٰ سے لفظ بنا مصطفیٰ، مصطفیٰ کے معنی چنا ہوا پسندیدہ اور اسی مصطفیٰ کی طرح ہے مرتضیٰ جسے اللہ نے چن لیا اور اسی مرتضیٰ کی طرح ہے مجتبیٰ

جسے اللہ نے چن لیا اور اسی مجتبیٰ کی طرح ہے مختار جسے اللہ نے چن لیا اس کے علاوہ کوئی چھوٹا لفظ نہیں عربی میں یہ عجیب بات ہے کہ مصطفیٰ محمدؐ کو بنایا مرتضیٰ علیؑ کو بنایا، مجتبیٰ حسن کو بنایا اور مختار اس کو بنایا جس نے خون حسینؑ کا انتقام لیا۔ (صلوٰۃ)

ہم نے پوری کائنات میں چنا ہے، ہم نے آدمؑ کو چنا، کیوں چنا؟ ہم نے آدمؑ کا انتخاب اس لئے کیا کہ پہلا انسان پہلا نبی، نہ اس سے پہلے کوئی انسان نہ اس سے پہلے کوئی نبیؑ چن لیا تو اچھا پھر نوحؑ کو کیوں چنا؟ ہم نے نوحؑ کو اس لئے چنا کہ پہلی شریعت کا آغاز نوحؑ سے ہوا، ہمارے دین کا پہلا شارع اس لئے ہم نے نوحؑ کو چنا کہ وہ پہلے شریعت والے نبی تو پھر ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ کو کیوں چنا تو کہا اس لئے کہ ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ جو ہیں اِنہی کے پاس نبوت، انہی کے پاس رسالت، انہی کے پاس امامت، انہی کے پاس خُلّت تو آدمؑ چنے جائیں، اس لئے کہ پہلے نبی اور نوحؑ چنے جائیں اس لئے کہ پہلے شارع اور ابراہیمؑ اس لئے چنے جائیں کہ وہ نبی بھی، رسول بھی، امام بھی، خلیل بھی، تو یہ عمران اور آلِ عمران کون لوگ ہیں۔ جن کو اب چنا جا رہا ہے اب تفسیر پڑھیے بعض مفسرین نے حاشیہ پر لکھا کہ یہاں عمران اور آلِ عمران سے مراد ہے موسیٰؑ اور ان کے والد اور کہیں مُفسر نے لکھا مریمؑ کے والد عمران حضرت عیسیٰؑ کے نانا نام یاد ہے نا آپ کو، موسیٰؑ اور جناب ہارونؑ کے والد جن کا نام عمران تھا خدا کیا کہہ رہا ہے کہ ہم نے آلِ عمران کو چن لیا یہ آخری انتخاب ہے یعنی اس کے بعد کوئی انتخاب نہیں ہوگا اور اسی انتخاب کو قیامت تک جانا ہے، آیت ابھی منسوخ نہیں ہوئی آیت ابھی موجود ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ آلِ عمران بھی موجود ہیں، اگر آلِ عمران ختم ہو چکی ہوتی تو آیت بھی منسوخ ہو چکی ہوتی اور وہاں کیا ہوا موسیٰؑ کے والد کا نام عمران اور ان کے دو بیٹے ہارونؑ اور موسیٰؑ نہ موسیٰؑ کے اولاد نہ

ہارونؑ کی اولاد آگے نسل نہیں بڑھی ان عمران کی اور اب یہ عمران مریمؑ کے والد ایک بیٹی مریمؑ، مریمؑ کا ایک بیٹا عیسیٰؑ تینتیس سال کی عمر میں چوتھے آسمان پر اُٹھا لئے گئے شادی ہوئی نہیں نہ آل نہ اولاد عیسیٰؑ پر آلِ عمران یہاں تک موسیٰؑ اور ہارونؑ پر آلِ عمران وہاں ختم۔ کوئی ایسی ہستی ہے آل عمران جسے تا قیامت رہنا ہے اسے چنا ہے تو وہ کون ہے تاریخ میں ابو طالبؑ کا صحیح نام تاریخی نام عمران ہے، ہم نے آل عمران کو چن لیا لیکن بات واضح نہیں ہوگی کہ خدا نے جو آواز دی ہے جو چنا ہے تو لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم نے ابو طالبؑ اور اولاد ابو طالبؑ کو چن لیا جب تک آپ اپنی نگاہوں سے یہ چناؤ نہ دیکھیں گے اس وقت تک مزا نہ آئے گا، آٹھ سال کی عمر ہے محمدؐ کی اور عبدالمطلبؑ بستر مرگ پر ہیں، چند گھڑیاں وفات میں رہ گئیں، دادا کی گود میں بیٹھا ہے پوتا اور سارے کے سارے بارہ بیٹے مؤدب کھڑے ہوئے ہیں اس لئے کہ باپ کا آخری وقت ہے، نزع کا عالم ہے اور بیٹے غور سے سن رہے ہیں کہ باپ کیا کہہ رہا ہے؟ متولی حرم ہے مالکِ کعبہ ہے، حج کا انتظام کرتا ہے اور بادشاہ ہے۔ باہر قریش عرب رعایا کا مجمع ہے اور قصر میں سارے بیٹے کھڑے ہوئے ہیں انتظار میں کہ باپ آخر وقت میں کیا کہتا ہے؟ کسے سردار بناتا ہے؟ کسے خانۂ کعبہ کی کنجی دیتا ہے؟ کسے سقائیت دیتا ہے؟ سب کچھ بٹنے والا ہے، مگر عبدالمطلبؑ نہ خانہ کعبہ کی بات کرتے ہیں نہ خانہ کعبہ کی کنجی کی بات کرتے ہیں نہ سردار عرب کی بات کرتے ہیں کہ کون بنے گا، متولی کون بنے گا، صرف ایک بات ہے کہ تم میں سے کون ذمہ داری لیتا ہے میرے اس پوتے کی پرورش کی؟ (صلوٰۃ) اس لئے کہ عبدالمطلبؑ کو معلوم ہے کہ خانہ کعبہ کی سرداری کچھ نہیں، خانہ کعبہ کی کنجی کچھ نہیں، جو کچھ ہیں اس کے قدم ہیں، قیامت تک اس کے قدموں کو جانا ہے، بس ایک کی بات بس ایک ہی بات ہوگی خدا

کے گھر کی اب کوئی بات نہیں ہوگی، اب مکہ کی کوئی بات نہیں ہوگی اب یہ کہہ کہ جانا ہے کہ اس کا خیال رکھنا جدھر یہ جائے گا اُدھر خدا کی مرضی جائے گی، سب باادب خاموش کھڑے ہیں ایسے میں ابولہب نے آواز دی بابا میرے حوالے کیجئے ایک مرتبہ دیکھا، ابولہب مجھے معلوم ہے تو بہت دولت مند ہے تو اس بچہ کو پال سکتا ہے، غور سے ایک ایک لفظ سنیے گا بڑی فکری گفتگو ہے ساری کی ساری لیکن اے ابولہب تو زبان کا بہت بدتمیز ہے تو بہت سخت زبان ہے، تیری زبان میں نرمی نہیں ہے۔ میرے مرنے کے بعد اگر تو نے میرے پوتے سے سختی سے بات کی تو میری روح قبر میں لرز جائے گی، میں تیرے حوالے نہیں کروں گا، بیٹا ہٹ گیا، باپ نے ڈانٹ دیا، ایک بار عباس بن عبدالمطلبؑ آگے بڑھے کہا بابا بچے کو میرے حوالے کر دیجئے، میں پالوں گا میں ذمہ داری لیتا ہوں پرورش کی، چہرے کو دیکھا عباس دولت ہے تمہارے پاس، مگر تم کثیر الاولاد ہو، جس کے زیادہ بیٹے ہوتے ہیں وہ اپنے بچوں کی محبت میں دوسروں کی محبت بھول جایا کرتا ہے، تم غافل ہو جاؤ گے اپنے بچوں کی محبت میں، اس لئے تمہارے حوالے نہیں کروں گا، یہ بیٹا بھی ہٹ گیا ایک بار زبیر آگے بڑھے کہا میرے حوالے کر دیجئے محمدؐ کو میں ساتھ رکھوں گا زبیر تمہارے حوالے کر تو دیتا مگر تم لاولد ہو جس کے کوئی اولاد نہیں ہوتی وہ دوسرے کی اولاد کے درد کو نہیں سمجھ سکتا اس لئے میں تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ یہ ہے بصیرت حضرت عبدالمطلبؑ کی یہ ہے فکر عبدالمطلبؑ کی سب کو کسی نہ کسی وجہ سے پیچھے ہٹاتے گئے، ایک بار عمران ابوطالبؑ سب سے آخر میں آگے بڑھے کہا بابا اسے میرے حوالے کیجئے یہ نہیں کہا کہ تم میں یہ خامی، یہ خامی، یہ غلطی اب تاریخ لکھتی ہے ایک بار مڑ کر چہرے کو دیکھا اور کہا محمدؐ کیا مرضی ہے؟ تم کیا چاہتے ہو؟ تو تاریخ نے لکھا کہ ایک مرتبہ محمدؐ دادا کی گود سے اُترے

اور ابو طالبؑ کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کے حصار میں آ گئے۔ (صلوٰۃ)

ہم نے مصطفیٰ بنایا عمران کو ہم نے پرورش کے لئے چن لیا ابو طالبؑ کو۔ مصطفیٰ نے ابو طالبؑ کو مصطفیٰ بنا دیا۔ اپنی سرپرستی کے لئے، اللہ نے چنا تو رسالت نے بھی چن لیا اب غور سے سنیے گا آغوش کے کیا معنی ہیں، تاریخ نے لکھا کہ ابو طالبؑ نے حصار میں لے لیا اور بچے کو گود میں لینے کے بہت سے طریقے ہیں مگر آغوش اُسے کہتے ہیں کہ دونوں بانہوں میں بچّے کو لے لیا جائے، جب کبھی اس نے اپنے حبیبؐ کو پکارا کس شان سے پکارا ہم کو اس چار دیواری کی قسم، جس میں تم ہو، تمہاری قسم نہیں بلکہ اس چار دیواری کی قسم، اس لئے کہ وہ عظمت والی چار دیواری کہ اس میں تم ہو، اے سبز چادر کے حصار میں سمجھ رہے ہیں نا آپ، اے کالی کملی اوڑھنے والے، یعنی محبوب پیارا تو محبوب جس چیز کے حصار میں آ جائے وہ شے بھی پیاری چاہے وہ چادر ہو یا کملی یا مکہ کی چار دیواری اب کملی سے چادر سے یا مکہ کی چار دیواری سے زیادہ بڑھ کر حضرت ابو طالبؑ کا حصار تھا کہ نہیں تھا۔ اس لئے باپ کی قسم کھا رہا ہے کہ تم ان کے ہاتھوں کے حصار میں آ گئے اور اڑتیس برس اس طرح حفاظت کی کہ تمہارا بال بیکا بھی نہیں ہونے دیا، اس شان سے حفاظت کی ہے کہ وہ ابو قبیس پر اعلان اور وہ ابولہب کا چلّانا کہ کیا ہے یہ بکواس یہ کیسا دین لائے ہو تم اور بار بار مجمع کو منتشر کرنا چاہا کہ ایک بار اشارہ کیا حمزہؓ کو، حمزہؓ آگے بڑھے جعفرؓ آگے بڑھے ایک نے اس کا بازو تھاما دوسرے نے سینے پر ہاتھ رکھا ابولہب کو پکڑ کر بٹھا دیا جب ابولہب کو پکڑ لیا گیا تو ابو طالبؑ نے کہا اے میرے سیّد و سردار اعلان کیجئے اسلام کا، آج پہلا دن ہے۔ (صلوٰۃ) اس شان سے پہلا اعلان بیٹا دعوت کا انتظام کرے، کھانا پکوائے اور گھر گھر جا کر اعلان کرے کہ آؤ ابو قبیس کی پہاڑی پر آؤ، میرا بھائی کچھ کہنا چاہتا ہے۔ وہ پیغامبر بنے

اور باپ حفاظت کرے اعلان کیجئے اس شان سے اڑتیس برس حفاظت کی ہے، کیا کہنا ابو طالبؑ کا تقریر خاتمہ پر آ گئی تو معبود نے ابو طالبؑ کی قسم بھی کھالی کہ ہاں ہاں اس نے حفاظت کی ہے یہی وجہ تھی کہ شعب ابی طالبؑ میں رہنے کے بعد اتنی تیز دھوپ پہاڑوں کی چٹانوں کی گرمی اور کھانے اور پانی کا نہ پہنچنا، تاریخ نے لکھا کہ شعب ابی طالبؑ سے نکلنے کے بعد چند مہینے آپ زندہ رہ سکے، اور حضرت خدیجہؑ چند مہینے جی سکیں، شعب ابی طالبؑ سے باہر آنے کے بعد کل تین مہینے ابو طالبؑ اور خدیجہؑ زندہ رہے، سب سے زیادہ مصیبت اُٹھائی ایک بی بی اور ایک سردار بنی ہاشم نے اب ایک سال میں چچا اور زوجہ دونوں چلے جائیں تو عالم یہ غم کا تاریخ طبری نے لکھا اس سال کا نام عام الحزن رکھ دیا، وہ سال جو غموں کا سال ہے اور وحی آ گئی کہ وہ جو دولت دے رہی تھی انشاء اللہ کل کی تقریر میں عرض کروں گا، کل کی تقریر جناب خدیجہؑ سے متعلق ہوگی کہ جو دولت دے رہی تھی وہ بھی دنیا سے گئی جو تلوار سے حفاظت کر رہا تھا جو سر پرستی کرر ہا تھا ساتھ ساتھ تھا وہ بھی گیا اب مکہ چھوڑ دیں، اب مکہ میں آپ کا کوئی ہمدرد نہیں، اب کوئی ناصر حفاظت کرنے والا نہیں رہا اور یہ طے کر لیا کہ مکہ چھوڑ نا ہے وحی آ گئی تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ علیؑ کو بلایا اکیس سال کی عمر ہے ابو طالبؑ کے لعل کی، نہ تلوار چلائی ہے نہ کوئی لڑائی لڑا ہے، اسے بلا کر کہا کہ علیؑ مجھے تو حکم ہے کہ میں اس رات کو خاموشی سے چلا جاؤں لیکن تمہیں یہ حکم ہے کہ سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سونا ہے، چالیس قبیلوں کے چالیس پہلوان، چالیس سردار تلوار کے ساتھ میرے گھر کو گھیرے ہوئے ہیں، میں نکل جاؤں گا یہ مجھے دیکھ نہ سکیں گے، تم کو سونا ہے بستر پر تم کو لیٹنا ہے، تاریخ یہ لکھتی ہے صرف اتنا پوچھا تھا کہ میرے سونے سے آپ کی جان بچ جائے گی تم سو جاؤ تو اس لفظ سے یہ سمجھے تھے کہ ہاں، تو بے اختیار سجدۂ شکر

ادا کر کے یہ کہا تھا کہ میں اپنے معبود کا شکر ادا کرتا ہوں اور تاریخ میں پہلا سجدۂ شکر علیؑ نے ادا کیا اس کے بعد سجدۂ شکر کا آغاز ہوا یہ عجیب بات ہے کہ اگر آپ قرآن کو پڑھیں اس مقام سے کہ جہاں پر حج کے احکامات ہیں، جہاں خدا نے بیان کیا کہ تمہیں طواف کرنا ہے پھر عرفات جانا ہے پھر منیٰ جانا مشعرالحرام میں رات کو ٹھہرنا ہے، اس کے بعد آنا اس کے بعد تمہیں قربانی دینی ہے یہ ہم نے رکھا ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی یاد میں تمہیں اس پر عمل کرنا ہے جیسے ہی یہ آیتیں ختم ہوئیں حج کی ویسے یہ آیتیں آئیں کہ بندگانِ خدا میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے نفسوں کو خدا کے ہاتھ بیچ ڈالا کرتے ہیں، تاریخ نے لکھا کہ یہ آیت آئی وہاں پر جہاں علیؑ بستر پر سو گئے اور رسولؐ غارِ ثور کی طرف چلے گئے، اس رات یہ آیت آئی جس رات علیؑ نے اپنے نفس کو بیچ ڈالا تو احکام حج سے اس آیت کا تعلق کیا تھا بس یہ عرض کر کے تقریر کو ختم کر رہا ہوں، مقصد یہ تھا کہ جس قربانی پر آیت کو ختم کیا ہے وہاں سے دوسری قربانی کا ذکر کیا اور کہا کہ دیکھو دو قربانیاں نظر میں رکھنا وہاں بھی قربانی پیش کی وہ زندہ رہی بچ گئی، وہ ابراہیمؑ کی قربانی یہ ابو طالبؑ کی قربانی ایک ہی خاندان، ایک ہی اولاد، ہم اسماعیلؑ کو لٹا رہے ہیں چھری رکھ دی دُنبہ آ گیا، اسماعیلؑ بچ گئے ذبح نہ ہوئے، لیکن قربانی رہی، یہ کیا بات ہوئی بھئی ذبح ہو جاتے تو قربانی کہی جاتی ہم نے اسے قربانی مان لیا اگر اسماعیلؑ کی ذبح نہ ہو کر قربانی رہے تو ہجرت کی رات علیؑ نہ قتل ہو کر شہید رہیں گے لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ جب وہاں باپ نے بیٹے سے کہا میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو بیٹے نے کہا آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے یعنی موت کو صبر سمجھ کر قبول کیا، ہمیشہ یاد رکھئے جب مصیبت پڑتی ہے تو انسان صبر کرتا ہے اور جب نعمت ملتی ہے تو انسان شکر کرتا ہے۔ اسماعیلؑ نے موت کو مصیبت سمجھا صبر کیا، علیؑ نے موت کو نعمت

سمجھا شکر کیا صلوٰۃ۔ تفسیر اس کی جس دن ہجرت پڑھوں گا اُس دن پڑھوں گا تو اس گھرانے نے پہلا دن تھا موت کو شکر سمجھ کر لے لیا تو نعمت سمجھ کر جب تم نے موت کو لے لیا تو اے آلِ محمدؐ تم ہمیشہ شکر ادا کرو گے جب بھی موت تمہاری نگاہوں میں آئے گی تو تم یہ نہیں کہو گے کہ ہم صبر کر رہے ہیں بلکہ شکر کر رہے ہیں۔ یہی سوچ کر چھوڑا تھا مدینے کو کہ ہم موت نہیں لے رہے ہیں، یہ مصیبت نہیں بلکہ نعمت ہے تو حسینؑ یہ کہہ کر نکلے کہ معبود تیرا شکر ہے کہ یہ نعمت لینے جا رہے ہیں۔ کل آپ سن چکے کہ سواریاں نکل چکیں، قافلہ آگے بڑھ چکا۔ سب سے آخر میں علی اکبرؑ و عباسؑ سوار ہوئے، ان کے گھوڑے بھی بڑھ گئے۔ اب حسینؑ عصمت سرا سے نکلے خادم کھڑے ہوئے ہیں کہ اب آقا سوار ہوں گے۔ اتنے میں راوی نے دیکھا کہ گھوڑے کی طرف رُخ نہیں ہے بلکہ قدم نانا کے روضے کی طرف اُٹھ رہے ہیں، راوی کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ آپ ضریح رسولؐ کے قریب کھڑے ہوئے اور قریب ہوئے اور قبر کے قریب ہو گئے اس کے بعد آواز دی معبود یہ تیرے نبیؐ کی قبر ہے اور میں تیرے اس نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا ہوں، معبود دنیا والے مجھے کہیں پناہ نہیں دیتے، راوی کہتا ہے کہ اپنے آپ کو قبر پر گرا کر آواز دی نانا حسینؑ کو اپنی قبر میں چھپا لو۔ تاریخ کے جملے ہیں پیشانی رکھ دی، تاریخ لکھتی ہے کہ قبر سے آواز آئی، میرے لعلؑ کربلا کی راہ تیرا انتظار کر رہی ہے، میرے لعلؑ میرے معبود نے چاہا ہے کہ تمہیں اپنی راہ میں ذبح ہوتا دیکھے، جاؤ حسینؑ اپنے طفلی کے وعدے کو وفا کرو، گھبرانا نہیں میرے لعلؑ ماں بھی ساتھ ہے، نانا بھی ساتھ ہے، اب اس کے بعد تاریخ لکھتی ہے کہ گھوڑے پر سوار ہوئے آگے بڑھے تو قافلہ کچھ دور گیا تھا کہ عباسؑ اور علی اکبرؑ قریب آئے، کہا کیا بات ہے؟ کہا شہزادی کا حکم ہے کہ سواریاں جنّت البقیع کی طرف سے چلیں، عماری روکی جائے ہم

ایک بار ماں کی قبر پر جانا چاہتے ہیں، سواریاں روکی گئیں بیٹی ماں کی قبر پر اتری اور جا کر ماں سے ملی، یاد رکھیں گے آپ یہ بیٹی جو ماں سے مل کر جا رہی ہے تو جب واپس آئیں آنے کی ترتیب بھی یہی تھی کہ پہلے نانا کو سلام کیا اور جب رات آئی تو ماں کی قبر پر گئیں لیکن اُس دن زینبؑ کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی جب اٹھائیس رجب کی شام کو چلی تھیں تو بھرا خاندان ساتھ تھا علی اکبرؑ نگاہوں میں تھے عباسؑ اور گیارہ بھائی ساتھ تھے بھانجے بھتیجے ساتھ تھے اور جب کربلا سے مدینے واپس آئیں تو تنہا ماں کی قبر پر گئی تھیں اور جا کر آواز دی تھی اماں تمہارا بھرا گھر میں لا نہ سکی اماں میں اکیلی آئی ہوں اور تحفوں میں یہ بازوؤں پر نیل لائی ہوں، تمہارے بیٹے کا خوں بھرا کرتا ہے، سواری آگے بڑھ گئی، مدینے کی سرحد سے سواریاں آگے بڑھ چکی تھیں کہ ایک بار عباسؑ نے گھوڑے کو تیز دوڑایا اور حسینؑ کے قریب آئے اور کہا آقا قافلہ کو روک لیجئے کہا تم ایسا بار بار کیوں کہتے ہو کہا کیا کروں قافلے کے پیچھے بیمار بیٹی روتی ہوئی آ رہی ہے، قافلے کے پیچھے صغراؑ پکارتی ہوئی آ رہی ہے بس دو چار آخری جملے بس یہ سننا تھا کہ کہا قافلہ روکو عباسؑ، قافلہ بیرون مدینہ روک دیا گیا عماریاں اتار دی گئیں ایک طرف اُم البنینؑ صغرا کو چادر میں لپٹائے ہوئے سہارا دیئے ہوئے، اُم البنینؑ سہارا دئے ہوئے بیٹی کو قریب لائیں بے اختیار بیٹی کو تھام لیا کہا صغراؑ تم تو رخصت کر چکی تھیں، کہا بابا دل نہیں مانتا ایک بار علی اصغرؑ کو دکھا دو، بابا میرے چھوٹے بھائی کو میری گود میں دے دو، صغراؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں لپٹا لیا دیر ہو گئی، حسینؑ ٹہلتے رہے کہا عباسؑ اب دیر نہ کرو، ہمیں جلدی نکلنا ہے، ہمیں مکے پہنچنا ہے، سواریاں بڑھاؤ عباسؑ خاموش ہیں عباسؑ خاموش کیوں ہو کہا کیا کریں شہزادے آتے نہیں، کبھی پھوپھی پکارتی ہے، کبھی ماں پکارتی ہے لیکن اصغرؑ اب جو گود سے لپٹے ہیں تو الگ نہیں ہوتے

یہ سننا تھا کہ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے ہوئے قریب گئے جھک کر علی اصغرؑ کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر علی اصغرؑ چونک کر حسینؑ کی گود میں آ گئے گود میں لے کر ربابؑ کی گود میں دیا، کہا عباسؑ سواریاں آگے بڑھاؤ ایک مرتبہ صغراؑ نے رو کے کہا بابا میرے ننھے بھائی کے کان میں آپ نے کیا کہا میں تو سمجھ رہی تھی کہ دل بہلے گا، چھوٹا بھائی ساتھ رہے گا، کہا صغراؑ بس اتنا کہا تھا کہ نانا کی اُمت کو بخشوانے نہ چلو گے، علی اصغرؑ یہ سن کر میری گود میں آ گئے، قافلہ چلا گیا، صغراؑ اسی جگہ خاک پر بیٹھی روتی رہی قافلے والوں کی گرد صغراؑ کے سر پر پڑتی رہی نانی اور دادی اُٹھا کر گھر لائیں، ذوالحج کا مہینہ گزرا، محرّم کا مہینہ آ گیا کبھی حجرے میں جاتیں کبھی دادی کی قبر پر جنّت البقیع جاتیں، کبھی نانا کی قبر پر جاتیں اور بار بار کہتیں نہ کھانا اچھا لگتا ہے، نہ پانی اچھا لگتا ہے، سات تاریخ سے، ایک بار وہ شب آ گئی جسے آپ شب عاشور کہتے ہیں کہا نانی مجھے لے کر فاطمہ زہراؑ کی قبر پر چلو میرے مسافروں کی خیر ہو، میں اپنے نانا سے اپنے جد سے فریاد کروں گی کہ میرا بھائی علی اکبرؑ زندہ ہو، میرا چچا عباسؑ زندہ ہو، عاشور کا دن آیا تو ایک بار گھبرا کر ظہر کے وقت اُم سلمیٰؓ اُٹھیں اور کہا میں نے رسولؐ کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ آئے اور کہہ رہے تھے کہ کربلا میں اُمِ سلمیٰؓ میرا گھر لُٹ گیا، گھبرا کر اُمِ سلمیٰؓ کہتی ہیں کہ میں اس شیشی کے پاس گئی جس میں خاک شفا رکھی تھی، میں نے دیکھا وہ خاک سرخ ہو چکی تھی، لہو بن چکی تھی بس تقریر کے آخری جملے اس شیشی کو لائیں اور لا کر بیچ میں رکھا اور بنی ہاشم کی عورتوں سے کہا کہ مجھے صادقِ امین نے خبر دی ہے کہ حسینؑ شہید ہو گئے، آؤ مل کر روضۂ رسولؐ پر پُرسہ دینے چلیں حسینؑ کا ماتم کریں تقریر کا آخری جملہ ایک بار اُمِ سلمیٰؓ کے ساتھ بنی ہاشم کی عورتوں نے حسینؑ کا ماتم شروع کیا، اتنی دیر میں کنیز نے پکار کر کہا کہا بی بی صغراؑ آ رہی ہے، بیمار بیٹی آ رہی ہے، اس کو بھی کچھ پتہ چلا

ہے یہ سننا تھا کہ اس شیشی پر اُمِ سلمیٰؓ نے اپنی چادر ڈال دی تا کہ باپ کا لہو بیٹی نہ دیکھ سکے، مگر اللہ یہ سکینہؑ تھی جو باپ کا کٹا ہوا گلا دیکھ رہی تھی، ایک بیٹی وہ تھی جس نے باپ کے لہو کو بہتے ہوئے دیکھا۔
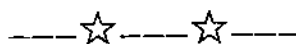
پانچویں مجلس

نذرِ بابِ مدینۃ العلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے

آپ کے شہر جدہ میں میری پانچویں تقریر ہے سرنامۂ کلام کی آیت کا علم ہے آپ کو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ یٰسٓ ○ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ○ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ○ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ○ یٰسین اور قرآن کی قسم آپ مرسل ہیں اور صراط مستقیم پر ہیں، یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا عنوان کیا ہے ''قرآن کی قسمیں اور حروف مقطعات'' یہ بھی آپ کے علم میں ہے کہ ہم روزانہ اپنی تقریر نذر کرتے ہیں کسی ذات گرامی پر آج کی تقریر ہم نذر کر رہے ہیں باب العلم کی بارگاہ میں (صلوٰۃ) بعض علماء نے یہ کہا کہ قسمیں اور حروف مقطعات ایک ہی چیز ہیں بعض علماء نے کہا نہیں حرف الگ ہیں قسمیں الگ چیز ہیں، قسمیں واضح ہیں جبکہ حروف واضح نہیں، محکم نہیں بلکہ متشابہ ہیں اور مسلمانوں کے تمام مفسرین نے جب یہ حروف آئے، پورے کلام پاک میں انتیس سورے ایسے ہیں جو حروف مقطعات سے شروع ہوتے ہیں، جب یہ حروف آئے تو انہوں نے کہا کہ اس کے معنی بندوں کو نہیں بتائے، اس کا علم صرف خدا کو ہے اس نے انسان کو نہیں بتایا حروف مقطعات کیا ہیں۔ پورا سوال کر دوں بزرگوں کو علم ہے بچوں اور جوانوں کے

لئے جب آپ کلام پاک شروع کرتے ہیں سورۂ الحمد کے بعد جب آپ سورۂ بقرہ شروع کریں گے تو یہاں سے شروع ہوتا ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ الف لام میم یہ حروف مقطعات ہیں اور اسی طرح جب سورہ آلِ عمران شروع ہوا تو وہ بھی الٓمّٓ سے شروع ہوا اور اس کے بعد دو چار سورہ اور آئے اور جو دسواں سورہ آیا سورۂ یونس اور جب آیا گیارھواں سورہ اور اس کے بعد سورۂ ھود اور پھر سورۂ یوسف آ گیا اور اس کے بعد سورۂ ابراہیمؑ اب جو یہ سارے سورے ہیں اس میں سے کوئی سورہ الف لام را سے شروع ہوتا ہے، کوئی الٓمّٓ سے اور اب یہ حروف میں بتاتا جاتا ہوں، ان کو بچے اور جوان ذہن میں محفوظ کر لیں، انتیس سورے جب انہیں اکٹھا کیا گیا تو ان کی تعداد بہتّر ہے اب تعداد اور گنتیاں آپ ذہن میں رکھ کر لائیں گے اب جب بحث آگے آئے گی علم ابجد اور میتھ میٹکس (Mathematics) پر اگلی تقریروں میں تو آپ کو لطف آئے گا، میں چاہوں گا کہ ہر تسلسل اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں، یہ ساری تقریریں اور ان کا تسلسل آپ کی سمجھ میں آ جائے گا، الٓمّٓ، الٓرٰ اور اک بار اچانک سورہ مریم انیسواں سورہ شروع ہوا، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ كٓهٰيٰعٓصٓ اس طرح سورہ طٰہٰ، سورہ نٓ وَالْقَلَمِ، سورہ صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ سورہ قٓ○ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ○ یعنی ان حروف سے یہ سورے شروع ہو رہے ہیں، بعض سورے شروع ہوئے طٰسٓمٓ، حٰمٓ سجدہ یہ کل بہتّر ہیں قدرت نے عجیب تعداد رکھ دی، گنتی کی گئی سب کو ملا کر تو بہتّر ہیں، علمائے اسلام کا کہنا کہ اس کے معنی ہم کو نہیں معلوم، بندوں کو یہ علم نہیں دیا گیا۔ اچھا قرآن بار بار یہ کہتا ہے کہ اس قرآن کے ایک ایک لفظ میں فکر کرو، تدبر کرو، عقل سے کام لو، اس کے معنی تلاش کرو، ہم

نے آسان زبان میں تمہارے لئے نازل کیا، اگر بندوں کے لئے نہیں نازل ہو رہے تھے یہ حروف تو ان کی ضرورت کیا تھی؟ تفہیم القرآن مولانا مودودی کی مقبول ترین تفسیر قرآن ہے اس کو بھی اُٹھا کر آپ پڑھیں سرسید کو پڑھیں ڈپٹی نذیر احمد کو پڑھیں تو اردو میں جتنی تفسیریں لکھی گئیں ان میں لکھا گیا کہ اس کے معنی جاننے کی ضرورت نہیں جب جاننے کی ضرورت نہیں تھی تو نازل کیوں کیا؟ جب تک فکر وہاں سے نہ آئے جو باب مدینۃ العلم ہے تم کیا جان سکو گے اس لئے کہ اس نے تو پچیس برس دوش پر چادر نہیں ڈالی گھر سے نہیں نکلے ہم قرآن ترتیب دے رہے ہیں۔ اور جب تاریخ میں آیا کہ قرآن علیؑ نے بھی ترتیب دیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ ان کا تو قرآن الگ ہے وہ چالیس پاروں کا قرآن علیؑ ہے ہمارا تیس پاروں کا قرآن ہے بحث کرنے والا بات کرنے والا جب تک تول نہ لے بات نہ کرے وہ بات مستند نہیں ہوا کرتی جو بولنے سے پہلی تولی نہ جائے کیوں اس لئے کہ یہ تو بتائیں کہ پارے قرآن میں بنے کب، مسلمانوں نے قرآن کو پارہ پارہ کیا کب؟ تاریخ میں جب تلاش کیا تو حضرت عثمان کے دَور میں پارے بنے اس سے پہلے پارے نہیں تھے، زیر وزبر اعراب نہیں تھے، حجاج بن یوسف نے لگائے تو قرآن میں کتنی تبدیلیاں ہوتی آئیں تاریخ میں انہوں نے کہا چالیس پارے کا قرآن اور بنا بعد میں تیس پارے کا قرآن تو کوئی چالیس پارے کا قرآن نہیں بات یہ تھی کہ جو قرآن علیؑ نے ترتیب دیا تھا جو رسولؐ نے اپنے سامنے علیؑ کو لکھوا دیا تھا وہ قرآن بس تھوڑا سا فرق تھا اس قرآن میں اور اس قرآن میں فرق کتنا جتنے سورے اس میں اتنے ہی سورے اس میں فرق کیا تھا فرق یہ تھا کہ جب آیت آئی تو اس ترتیب سے علیؑ نے لکھی جس تاریخ کے حساب سے آئی تھی، جہاں آیت کو لکھا وہاں یہ بھی

لکھا کس وقت آئی کس دن آئی کس مہینے میں آئی، کیوں آئی، مقصد کیا ہے، حاشیہ پر لکھتے جاتے تھے، ترتیب بناتے جاتے تھے، آج کی ترتیب پورا مسلمان یہ مانتا ہے کہ پہلی وحی اقراء تیسویں پارے میں آخری آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ شروع میں سورہ مائدہ میں پانچویں سورہ میں تو پتہ چلا جو پہلی وحی تھی وہ آخر میں گئی جو آخری وحی تھی، وہ پہلے آ گئی کم از کم مسلمان یہ تو مانیں گے کہ ترتیب غلط ہے، یہ سب مانتے ہیں بھئی اقراء کہاں ہے تیسویں پارے میں اور یہ سب کو معلوم ہے کہ پہلی وحی، تو علیؑ نے ترتیب رکھی تھی تا کہ قرآن کے سمجھنے میں دشواری نہ ہو، آج جتنے فرقے بنے لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں فرقے خلافت پر جھگڑ کر بنے، میں یہ کہتا ہوں کہ صرف قرآن پر جھگڑا تھا، اس لئے بنے۔ صلوٰۃ...... آج اگر مسلمان صرف قرآن پر متحد ہو جائے تو سارے عالمِ اسلام کا اتحاد ہو سکتا ہے، اگر صرف قرآن کو صحیح سمجھا دیا جائے اور صحیح سمجھانے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ یہ کہیں گے کس سے لیں ہم روایت، تو آیئے ابھی فیصلہ ہو جائے کہ صحیح روایت کس سے لی جا سکتی ہے مستند راستہ کون سا ہے، دیکھئے تین طریقے رسولؐ کی زندگی کو سمجھنے کے لئے رسولؐ کے پاس جو وحی آئی اس کو سمجھنے کے لئے تین راستے جن راستوں سے آپ سمجھ سکتے ہیں ایک راستہ تو یہ ہے کہ ہم اصحاب رسولؐ سے پوچھیں کہ ہمیں بتاؤ کہ رسولؐ کی سیرت کیا تھی وحی کب آئی، کہاں آئی، ہم کو سب کچھ بتا دو، ہم صحیح راستہ پر چلیں گے، دوسرا راستہ ہے کہ ہم ازواج سے پوچھیں جو ہماری مائیں ہیں کہ ہمیں بتایئے کہ صحیح راستہ کیا ہے صحیح دین کیا ہے حضورؐ کی سیرت کیا تھی، قرآن کیا تھا، تیسرا راستہ یا غلاموں سے پوچھیں یا کنیزوں سے پوچھیں تم نے حضورؐ کو کیسا پایا تم نے کیا کیا سنا، وحی بتاؤ اور سیرت بتاؤ چوتھا راستہ اہل بیتؑ سے پوچھیں کہ حضورؐ کی سیرت

کیا تھی؟ مسلمان فیصلہ کریں کہ چاروں راستوں میں سے کس راستہ کو اپنانا چاہتے ہیں یہ بحث نہیں ہے کہ آپ زبردستی کسی راستے کو اپنا لیں فیصلہ کیجئے کہ ان چاروں راستوں میں سے صحیح راستہ کون سا ہے، فیصلہ میں کرتا ہوں اگر پسند آ جائے تو اپنا لیں، اگر ہم اصحاب سے پوچھیں گے کہ حضورؐ کی سیرت بتاؤ تو وہ یہ کہیں گے کہ مسجد میں دیکھا یہ بتاتے ہیں حجرے میں ہم جا نہیں سکتے ہمیں نہیں معلوم کہ حجرے میں کیا کرتے تھے؟ آدھی سیرت، اصحاب مسجد کی بتائیں گے، میدان جنگ کی بتائیں گے، باہر کی بتائیں گے لیکن حجرے کے اندر کی باتیں تو نہیں بتا سکتے، نامکمل سلسلہ ادھورا ہے سلسلہ آیئے ازواج سے پوچھیں تو وہ کہیں گی جو کچھ حجرے میں ہوتا تھا وہ ہم بتائے دیتے ہیں باہر کی باتیں ہمیں معلوم نہیں کہ بدر میں کیا ہوا، اُحد میں کیا ہوا، خندق میں کیا ہوا، حدیبیہ میں کیا ہوا، خیبر میں کیا ہوا، ہم گھر سے نکلتے ہی نہیں تھے، حکم خدا یہ تھا کہ گھر سے نہ نکلو تو ہم باہر کی باتیں نہیں بتا سکتے، سلسلہ ناقص، غلاموں سے پوچھیں وہ کہیں گے کہ ہم باہر خدمت کرتے تھے گھر کی نہیں بتا سکتے، کنیزوں سے پوچھیں تو وہ کہیں گی ہم اندر کی بات بتا سکتے ہیں، باہر کی نہیں بتا سکتے، تینوں راستے ناقص ہوئے۔ علیؑ یعنی اہل بیتؑ کے پاس آئے تو علیؑ نے کہا ہم بھی اہل بیت، فاطمہؑ کے پاس آئے انہوں نے کہا ہم بھی اہلِ بیتؑ باہر کی بات علیؑ سے پوچھو، اندر کی بات فاطمہؑ سے پوچھو۔ (صلوٰۃ) ایک راستہ مستند ہے، اگر مسلمان چاہیں تو متحد ہو کر قرآن کو اہلِ بیتؑ سے لے لیں، سیرت نبیؐ کو اہلِ بیتؑ سے لے لیں، اسی لئے کہا تھا کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں، کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ کائنات میں سب سے زیادہ علم ہمارے پاس ہے یا ہمارے بعد علیؑ کے پاس ہے، اس کے کہنے کی ضرورت نہیں تھی یہ حدیث تھی اس لئے کہ اگر

شہر علم میں داخل ہونا چاہتے ہو تو پہلے راستے میں دروازہ پڑے گا، اور اگر دروازے سے اتنا مل جائے کہ بس وہیں سیر ہو جاؤ تو پھر واپس چلے جانا، شہر میں آنے کی ضرورت نہیں، جا کر تو دیکھو دروازے پر کہ شہر میں جانے کی ضرورت ہے کہ نہیں، دروازے پر اتنی بھیک مل جاتی ہے کہ شہر میں سیر کرنے کی ضرورت نہیں، جانے کی ضرورت نہیں، ایک طرف نبیؐ کا یہ کہنا مُستند حدیث کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ اور ایک طرف مسلمانوں نے ایک اور حدیث رکھ دی اور اتنی مستند ہوئی کہ سب نے اس کو سچا مان لیا اور اس کے ترجمہ کو بھی سچ مان لیا ''اگر علم چین میں بھی ہو تو حاصل کرنے کے لئے چین جاؤ'' دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس کا ترجمہ غلط کیا لَوْ کَانَ فِی الصِّیْن آپ خود تصور کریں چ ہوتا ہے عربی میں؟ حضورؐ نے چ بولا؟ چین کہا ہوگا؟ چ ہے عربی میں؟ کوئی بولتا ہے چ؟ آپ تو بول بھی لیتے ہیں یہاں والے جدّہ کو گدّہ کہتے ہیں، حالانکہ گ نہیں ہے عربی میں لیکن چ نہیں بولتا عربی وہ مانوس نہیں ہے لفظ چ سے، چ سے صرف بھارت والے مانوس ہیں یا اردو والے تو چین کا لفظ حضورؐ بولے کیسے؟ جب تصور نہیں تھا چ کا تو چین کا لفظ کہاں سے آیا ترجمہ آپ نے غلط کیا، حضورؐ نے صین کہا تھا کہ اگر علم حاصل کرنا ہو تو صین جانا آپ نے صین کا ترجمہ چین کیا کیوں کیا، کیا عربی میں صین کو چین کہتے ہیں، اب لغت اُٹھا کر دیکھئے آپ کے پاس عربی زبان کی، چینی زبان کی، انگلش زبان کی ہے تو دیکھ لیجئے گا عربی میں چین کو غضن کہتے ہیں غ ض ن، غضن اگر چین مراد ہوتی تو حضورؐ کہتے کہ علم حاصل کرنے کے لئے غضن جانا، اب ذرا عقل کے معیار پر پرکھیئے کہ جو کہے کہ شہرِ علم وہ اُمت سے کہے کہ چین جانا، مکہ نہ آنا، مدینے نہ آنا، چین جانا، نہیں بات یہ تھی کہ ضروری کے معنی میں کہا تھا کہ اگر بہت ضروری

ہو تو عرب سے چین دور تھا، چین دور ہے عرب سے، یونان زیادہ دور تھا، برما جانا، لنکا جانا، اس وقت یہ ملک وجود میں آ چکے تھے، نام ان کے موجود تھے، چین جاؤ اچھا اگر حضورؐ کی زبان سے کوئی لفظ نکل جائے کہ وہ علم کا مرکز ہے اور اگر نہیں بھی ہوگا تو معجزاتی طور پر وہ علم کا مرکز بن جائے گا، جتنے افراد یہاں بیٹھے ہیں وہ مجھے انصاف سے بتائیں کہ آپ میں سے ایک دوسرے سے بات ہوئی کہ صاحب میرا بیٹا پڑھنے جا رہا ہے، کہاں بھیج رہے ہیں آکسفورڈ بھیج رہے ہیں یا جامعہ ازہر مصر بھیج رہے ہیں، نہیں صاحب اعلیٰ تعلیم کے لئے چین جا رہا ہے، میرا بیٹا آج تک کسی نے آپ کے معاشرے میں یہ کہا کہ میرا بیٹا چین جائے گا اعلیٰ تعلیم کے لئے، آج تک کسی ملک سے کوئی باشندہ چین نہیں گیا، یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ قیامت تک سند ہوتا ہے، دوسری مثال دے رہا ہوں اور آپ کے ملک کی مثال دے رہا ہوں تاریخ نے کہا علیؑ نے پہلی غلطی یہ کی کہ خلافت ملنے کے بعد دارالحکومت بدل دیا، پہلے تمام خلیفہ نے مدینہ میں رکھا علیؑ نے پہلی غلطی یہ کی کہ دارالحکومت کوفہ لے گئے، بس یہیں سے علیؑ کا زوال شروع ہو گیا، یہ سیاسی غلطی تھی علیؑ کی، اعتراض تو کر دیا آپ نے، اعتراض کرنے والا تاریخ میں مسلسل اعتراض کرتا رہے، لیکن اگر اس سے پلٹ کر یہ کہیئے کہ علیؑ کے بعد چودہ سو سال گزر چکے کتنے خلفاء آئے بنی اُمیہ کا دَور گزرا، بنی عباس کا دور گزرا، آلِ عثمان کا دور گزرا، تاتاریوں کا دَور، خلجیوں کا، مغلوں کا کتنے دور گزرے اور اس وقت آپ کے ملک کا حال آپ کے سامنے ہے پھر یہ بتایئے کہ علیؑ کے بعد کسی بادشاہ نے یہ کوشش کیوں نہیں کی کہ علیؑ کے بنائے ہوئے غلط درالحکومت کو پھر مدینے لے آتا، کہ ہم صحیح جگہ مرکز حکومت کو لے آئیں تو علیؑ کا بدلہ ہوا دارالحکومت پھر کوئی دوبارہ

مدینے واپس نہ لا سکا آج بھی ریاض ہے دارالحکومت مدینہ نہیں اور علیؑ کے بعد کبھی مدینہ دارالحکومت نہ بن سکا اس لئے نہ بن سکا کہ علیؑ کا جو فیصلہ تھا وہ صحیح تھا علیؑ نے دو فیصلے کئے مدینے کو دارالحکومت نہ رہنے دیا اور آج تک علیؑ کا فیصلہ اٹل ہے اب قیامت تک مدینے کو کوئی عرب کا دارالحکومت نہیں بنا سکتا۔ یہ میرا دعویٰ ہے کیوں نہیں بنا سکتا، آپ کہیں گے کہ کوئی دلیل تو دو، میں دلیل دیتا ہوں کہ ریاض کی بجائے مدینہ بن گیا دارالحکومت یہ بتایئے امریکن سفیر مدینے میں ٹھہر سکتا ہے؟ وہ تو آپ نے سڑک ہی الگ کر دی ہے کافروں کی ،وہ مدینے کہاں جاتے ہیں وہ جدّہ میں رہیں گے ،دارالحکومت وہاں رہے گا تو کام کیا چلے گا حکومت کا اب تو سب آ جاتے ہیں عیسائی صدر بھی آ جاتا ہے یہ بھی آ جاتا ہے وہ بھی آ جاتا ہے مدینے میں کیسے رہیں گے علیؑ نے سوچ کر دارالحکومت بدلا تھا کہ مدینہ تا قیامت دارالحکومت نہیں رہے گا تا کہ نبیؐ کے روضہ کی حرمت قیامت تک باقی رہ جائے۔ (صلوٰۃ) اب یہ پوچھئے کہ کوفہ کو کیوں بنایا؟ اس لئے بنایا کہ مدینے میں بعد رسولؐ سیاست پروان چڑھی اور تاریخ نے لکھا کہ مدینے میں ایک سو تیئس پارٹیاں سیاسی بن چکی تھیں، جمہوریت کوئی نئی بات نہیں ہے ،بعد رسولؐ فوراً جمہوریت آ گئی مدینے میں اور آج جو سیاسی پارٹیاں پاکستان اور ہندوستان میں آپ دیکھتے ہیں بعد رسولؐ فوراً پارٹیاں بن گئی تھیں ان کے نام بھی تھے ان کے لیڈر بھی تھے اور علیؑ جیسا دانشور یہ جانتا تھا کہ جہاں سیاست پروان چڑھتی ہے وہاں علم پروان نہیں چڑھ سکتا ،جس ملک میں سیاست زیادہ ہوگی وہاں طلباء علم حاصل نہیں کر سکتے ،علیؑ کا مقصد یہ تھا کہ علیؑ کو ایک یونیورسٹی بنانی تھی۔کوفہ کا انتخاب کیوں کیا ؟ کوفہ کا انتخاب اس لئے کیا کہ عراق میں کوفہ اس کے مرکز میں تھا کہ جب یونان کا قافلہ چلتا تھا ہندوستان کے

لئے تو کوفہ راستے میں پڑتا تھا، جب چینی قافلہ مصر جاتا تھا، کوفہ راستے میں پڑتا تھا جب روس کا قافلہ یونان جاتا تھا تو، کوفہ راستہ میں پڑتا تھا، یعنی جب سارے وفد جاتے تو ادھر کا پیغام علیؑ کا لے کر جاتے اور علم پھیلنے لگا، کائنات میں۔صلوٰۃ......

وفد ٹھہرتے تو علیؑ کا پیغام لے کر جاتے علیؑ نے آتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ کوئی لشکر نہیں بنایا، لشکر کو قوی نہیں کرنا ہے، فوجوں کو ہتھیار نہیں بانٹنے، پولیس نہیں تیار کرنی تنخواہیں نہیں دینی ہیں، ایک کام کیا کہ مسجد کوفہ کو یونیورسٹی بنا دیا، پہلی دانش گاہ بنایا اور جب منبر پر بیٹھے تو ایک ایک چہرے کو دیکھا اور یہ علیؑ کا کمال تھا کہ چہرے دیکھ دیکھ کر پہچان گئے کہ کس کس کو کونسا علم چاہئے، منبر پر بیٹھے کمیل تمہیں علم دعا کا شوق ہے اچھا یہی علم دے کر جائیں گے، آج جتنی دعائیں ہیں سب کمیل سے منسوب ہیں اگر دعاؤں کا عمل سیکھنا ہے تو کمیلؒ سے سیکھو، میثم تمارؒ تمہیں علم حدیث چاہیئے ہم تمہیں یہ علم دے کر جائیں گے، اب جتنی بھی مستندترین حدیثیں پتہ کرنی ہیں وہ میثم تمار سے پوچھو ہم تم کو علم منایا اور علم بلایا دیتے ہیں واقعات کا پہلے سے معلوم ہو جانا یہ علم میثم کو دے دیا اور اس کا کمال یہ کہ کشتی جا رہی ہے تیز سمندر میں اور بیٹا ساتھ ہے علی بن میثم تمار کہتا ہے کہ ایک بار باپ نے کہا کہ کشتی کا رُخ موڑ دو آندھی تیز آ رہی ہے، ہم نے کشتی کا رُخ موڑا بادبان چھوڑے، ساحل پر کشتی لگائی، ہم نے پوچھا بابا یہ کشتی کیوں رُکی، یہ آندھی کیسی تھی کہا کہ ہمیں علیؑ اور رسولؐ سے معلوم ہوا ہے کہ جب ہم اس مقام پر ہونگے اور تیز آندھی آئے گی تو بدھ کا دن ہوگا اور شام کا حکمران مر چکا ہوگا، وہ مر گیا شام میں، بیٹا کہتا ہے جب اطلاع آئی وہی دن تھا، وہی وقت تھا، میثمؒ تمار تم یہ علم لے لو، کمیلؒ تم یہ علم لے لو، ابن عباس تمہیں علم تفسیر کا شوق ہے آؤ ہم تمہیں سکھائیں علم تفسیر، مولاؑ ہم کو بسم اللہ کی

تفسیر بتایئے اور جب صبح کی اذان ہو رہی تھی تو ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ صرف ''ب'' کے نقطے کی تفسیر نہیں ختم ہوئی تھی اور علیؑ یہ کہہ رہے تھے کہ اگر صرف بسم اللہ کی تفسیر سناؤں تو ستر اونٹوں پر بار ہوں کتابیں یہ ہیں علیؑ۔ ابن عباسؓ کتنا علم چاہئے قرآن کا، ایک بار محمد حنفیہؓ کو دیکھا کہا بیٹا تمہیں علم صرف ونحو چاہئے اچھا لو یہ علم دے دیا اور جب یہ علم تمہیں مل جائے گا تو اگر تیر بھی برس رہے ہیں تلواریں بھی چل رہی ہیں تو میدان جنگ میں بھی اسی علم کو استعمال کرو گے، دیکھئے بڑا مشکل ہے اگر کسی کا فن شاعری ہو اور اس سے کہا جائے کہ گردن پر تلوار ہے، شعر کہو کیسا شعر، قافیہ بھول جائے گا کیونکہ سر پر تلوار ہے لیکن یہ علیؑ کا بیٹا، علم لئے ہوئے، ایسا پختہ شاگرد کہ صفین کی لڑائی، تیروں کی بارش، ایک مرتبہ لڑتے ہوئے آئے زِرہ سے خون ٹپک رہا ہے علیؑ نے کہا، جاؤ حملہ کرو، اب جو سترھویں بار واپس آئے تو کسی نے آواز دی محمد حنفیہؓ یہ کیا بات ہے پہلو میں حسنؑ اور حسینؑ کھڑے ہیں ان کو نہیں بھیجتے بار بار تم کو بھیجتے ہیں علیؑ، کس کی مجال ہے جو ایسے وقت میں بھی اس علم کو استعمال کرے اور صحیح جواب بھی دے دے، لیکن یہ بتا دوں کہ علم صرف ونحو کیا ہے عربی میں، یعنی سندوں کے ساتھ گفتگو کرنا علم کی زبان میں صرف ونحو کہلاتا ہے؟ قواعد اور گرامر سے بات کرنا یہ علم صرف ونحو ہے یہ علم محمد حنفیہؓ نے ڈائریکٹ علیؑ سے لیا تھا، میدان جنگ ہے اور ایک بار جواب دیا کیا بکتا ہے تجھے نہیں معلوم حسنؑ و حسینؑ علیؑ کی آنکھیں ہیں، میں علیؑ کا ہاتھ ہوں، دیکھئے نفسیاتی طور پر اگر آنکھ پر گرد آتی ہے تو ہاتھ آنکھ کو بچاتا ہے، علیؑ آنکھ کو بچا رہے ہیں، ہاتھ کو میدان میں بھیج رہے ہیں، حسنؑ اور حسینؑ علیؑ کی آنکھیں ہیں میں علیؑ کا ہاتھ ہوں، ہاتھ کا کام ہے کہ وہ آنکھوں کو بچائے یہ ہے علم صرف ونحو اور کمیلؔ جیسا دعا جاننے والا رات آدھی گزر

چکی سناٹا ہے ویرانہ ہے، صحرا میں علیؑ ٹہل رہے ہیں، کمیلؒ کا ہاتھ تھامے ہوئے کہا کمیل ان دونوں پسلیوں کے درمیان علم کا ایک سمندر ہے جو جوش مار رہا ہے کوئی جاہل ہوتا تو جملہ کو سمجھتا بھی نہیں بے اختیار کمیل نے کہا مولا اس میں سے کچھ ہم کو نہیں ملے گا، اب یہ سوال دیکھئے اور اب جواب دیکھئے تو بے اختیار کہا کمیل جب محفل میں جام آتا ہے تو اپنوں پر چھلکا کرتا ہے، پوچھ کیا پوچھنا چاہتا ہے، کوئی جاہل ہوتا تو کوئی طویل سوال پوچھتا کمیل نے بے اختیار کہا مولا بتایئے کہ حقیقت کیا ہے۔ صلوٰۃ۔

بہت دور جانا ہے مجھے اس لئے مختصر کرتا جا رہا ہوں، ہم اس مقام پر ہیں جہاں رسولؐ کہیں کہ آؤ در پہ آؤ یہ ہے درِ علم، کوئی لا سکتا ہے مقابل اس در کے، مقابل میں تاریخ نے کھڑکی بھی بنائی، چھت بھی بنائی، پرنالہ بھی بنایا، کہا اس شہر کی چھت بھی ہے، اس کا پرنالہ بھی ہے، چھت کی دیوار بھی ہے۔ ساری تاریخ عالم پڑھی میں نے مصر کا تمدن پڑھا، بابل و نینوا کا تمدن پڑھا، یونان کا تمدن پڑھا، میں ڈھونڈتا رہا کہ کسی تاریخی شہر میں مجھے چھت ملتی، نہیں ملی آج تک نہیں ملی، پرنالہ ملتا، کھڑکی ملتی، بس یہ ملا کہ فصیل ہوتی ہے، قلعہ میں اور شہر کا دروازہ لازمی ہے، وہ آج بھی ہے اور اب چیک پوسٹ (Check post) کہلاتا ہے، آپ جب دوسرے شہر میں داخل ہونگے تو چیکنگ ہوگی بس وہی دروازہ ہے تو شہر کے دروازے قیامت تک باقی رہیں گے، مثال ایسی ہونی چاہئے کہ اگر مٹ گئے ہوتے شہر کے دروازے تو کہا جاتا کہ شہر کا دروازہ نہیں ہوتا، پرانے دروازے بھی موجود نئے دروازے بھی موجود تو شہر بھی ہے دروازہ بھی ہے تو شہر کے پاس آپ نے چھت کیوں کہا؟ کچھ چھپانے کے لئے اب جو ہم نے لُغاتِ عرب دیکھیں تو اس نظر

سے دیکھی کہ آج جو عرب کے نئے شہر اور مقامات ہیں پہلے ان کے کیا نام تھے، یہ بھی ایک موضوع ہے اگر اس طرح آپ مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ بہت سے قریے اور جگہیں بدل گئیں ہیں عرب میں۔ زیدی صاحب ہمارے تشریف فرما ہیں بہت تجسّس میں رہتے ہیں کہ شہروں کا پرانا نام کیا تھا، اب یہ نام کیوں بدل گیا تو اگر یہ ساری چیزیں ریسرچ (Research) میں رہیں تو بڑا مزا آئے گا، ساتھ ساتھ اور کاموں کے یہ چیز بھی چلتی رہے، ہم نے جب لغت دیکھی تو پتہ چلا کہ آج جس مقام کا نام نجف ہے پہلے اس مقام کو صین کہتے تھے، حدیث میں یہی کہا تھا کہ درِ علم تک آنا اگر علم حاصل کرنا چاہو تو صین تک آنا یعنی لازمی اگر علم میں کامل بننا چاہتے ہو تو نجف جانا پڑے گا، نجف آج بھی علم کا مرکز ہے، کل بھی علم کا مرکز تھا اور اگر مرکز نہ بھی رہے تو صرف سلام کرنے در تک جائے اور علم لے کر آئے۔ (صلوٰۃ)

معصوم سے پوچھو کہ حروف مقطعات کیا ہیں اب جو معصومؑ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ پڑھو اور ترجمہ کر کے دیکھو الف لام میم، الف لام میم وہ کتاب ہیں جس میں شک و شبے کی گنجائش نہیں، کسی عالم نے کہا کہ قرآن کا نام الف لام میم ہے دیکھو کونسی کتاب ہے کیا قرآن سے ہٹ کر کوئی کتاب ہے، معصومؑ نے فرمایا کہ جس طرح آج تمہارے پاس شارٹ ہینڈ (Short hand) کا علم ہے اسلام پہلے ہی یہ علم دے چکا ہے، یعنی شارٹ ہینڈ تو سمجھتے ہیں نا آپ لوگ، بڑے سے بڑے حروف چند اشاروں میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔ چند نشانات میں لکھ دیئے جاتے ہیں اور وہ جاننے والا اس کو اسپیلنگ (Spelling) کر کے پورے صفحے کے صفحے بنا دیتا ہے، اسی بنیاد پر کمپیوٹر بنا ہے تو اگر کوئی چیز حل نہ کی جائے قرآن

میں تو اپنے اپنے مطلب لے کر فرقے بن جاتے ہیں کیونکہ مسلمان مفسرین نے کہا کہ الف لام میم جو ہے اس کے معنی ہمیں نہیں معلوم کمیونزم (Communism) نے کیا کہا اب لڑ لیجئے ان سے انہوں نے کہا کہ الف لام میم یعنی کمیونزم سے قرآن شروع ہوتا ہے۔ کیسے الف سے اسٹالن لام سے لینن میم سے ماؤ ہمارے تین لیڈروں سے قرآن شروع ہوتا ہے، جب معنی آپ نہیں بتائیں گے تو جس کا جو چاہے گا وہ معنی کرے گا امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ الف لام میم آلِ محمدؐ کا مخفف ہے اور اب ترجمہ کر کے دیکھو آلِ محمدؐ وہ کتاب ہے جس میں شک اور شبہ کی گنجائش نہیں۔ صلوٰۃ۔

مخفف آلِ محمدؐ کا، الف لام میم لے لیا اب سورہ ھود، سورہ یوسف، سورہ یونس الف لام را سے شروع ہوا اب کر کے دیکھ لیجئے ترجمہ اور آگے کی کتاب اب سورہ یوسف شروع ہوا۔ الٓرٰ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ○ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ○ ہم نے تمہاری زبان میں اس قرآن کو نازل کیا الف لام را مخفف ہے آلِ رسولؐ کا اے آلِ رسولؐ ہم نے تمہاری زبان میں قرآن اتارا۔ (صلوٰۃ) اور اس کے بعد معصومؑ نے ارشاد فرمایا، کٓهٰيٰعٓصٓ ہم نے محراب عبادت میں زکریاؑ سے کہا کہ ہم تمہیں یحییٰؑ جیسا بیٹا دیں گے رنجیدہ ہوئے یہ سن کر کہ وہ بیٹا جوانی میں شہادت پائے گا، قتل کر دیا جائے گا کہ اب ملک آیا اس نے کہا کٓهٰيٰعٓصٓ جیسے ہی دہرایا زکریاؑ کو صبر آ گیا معصومؑ سے پوچھا گیا کہ صبر کیوں آ گیا، تو معصومؑ نے کہا کہ ان کو خبر دے دی گئی کہ اس سے بڑا بھی ایک واقعہ ہوگا۔ ان الفاظ میں ان حروف میں اس واقعہ کو یوں رکھا گیا کہ کٓهٰيٰعٓصٓ ''ک'' سے کربلا ''ہ'' سے شہادتِ حسینؑ، ''ی'' سے یزید قاتلِ حسینؑ ''ع'' سے عطشِ حسینؑ اور

''ص'' سے صبر حسینؑ یہ پانچ ستون ہیں یہ واقعہ کربلا کے پلر ہیں (صلوٰۃ) یہ کل بہتر، معصومؑ نے کہا ایسا کرو جیسے الف لام میم ہے چار بار آیا ہے تو ایک الف لام میم لے لو یعنی مکرر کو چھوڑ دو کہ الف سو ہیں تو ایک الف لے لیجئے ایک میم لے لیجئے اب جو بہتر میں سے ایک ایک حرف چنا جو بار بار آیا تھا تو کل چودہ بچے چودہ سے بہتر بنے تھے، سامنے قرآن پاک ہے۔ جس کا دل چاہے وہ کھول کر دیکھ لے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں چودہ سے بہتر بنے اور وہ چودہ کون کون سے حروف ہیں جن پر حروف مقطعات ہیں، ا، ہ، ک، س، م، ن، ق، ح، ی، ل، ع، ط، ر، ص، ہے یہ کل چودہ جب چودہ حروف کل نکلے بہتر میں سے تو تمام مفسرین نے کہا کہ اس کا کوئی جملہ بناؤ اب الف کبھی ادھر جاتا کبھی ''م'' ادھر جاتا کبھی ''س'' ادھر جاتا ہے اب ترتیب بدل بدل کر کہ کاش کوئی جملہ بن جائے ان چودہ حروف سے آپ کو پتہ ہے حیران ہو جائیں گے ہزاروں جملے بنے تاریخ موجود ہے ان چودہ حروف سے لیکن جتنے جملے بنے کوئی معنی نہ نکلے کوئی جملہ نہ بن سکا اور کوششوں کے بعد اب جو جملہ بنا ان چودہ حروف سے، تو یہ جملہ بنا صراطُ علیٍ حقٌ نمسکہٗ ''علیؑ کا راستہ سب سے سیدھا راستہ ہے جس پر ہم سب چل رہے ہیں'' صلوٰۃ۔ حروف مقطعات میں ہدایت الٰہی کو چھپا دیا گیا۔ اگر تم سیدھے راستے کو تلاش کر لو تو تمہیں قرآن کا علم مل جائے گا، اگر باب العلم سے نہ پوچھو گے تو بات سمجھ میں نہ آئے گی۔ آج قرآن اُٹھا کر آپ دیکھئے کہ کہاں تو انسان کی یہ عظمت کہ سوروں کے نام سورۂ محمدؐ سورۂ یوسفؑ، سورۂ ھودؑ، سورۂ یونسؑ، سورۂ ابراہیمؑ، سورۂ نوحؑ، انبیاء کے نام پر سورہ اور ایک دم جو معبود نیچے اترا تو اس نے کہا سورۂ العنکبوت، مکڑی کا سورہ کیڑوں پر آ گیا ایک دم انسان کی عظمت کو حشرات الارض کے بلوں میں لایا، یہ کیا کیا معبود

انسان کو گھٹا کر بلوں تک لایا العنکبوت، کے نام پر سورۂ نحل سولہواں سورہ شہد کی مکھی کا سورہ ستائیسواں سورۂ النمل چیونٹی کا سورہ ارے کیڑوں مکوڑوں کو عظمت دے رہا ہے سوروں کے نام ان پر رکھ رہا ہے معبود ایسا کیوں کر رہا ہے؟ تو معبود یہ کہے گا کہ ہاں انبیاء کے بعد اولیاء کے نام پر بھی ہم نے سورہ رکھے، سورۂ لقمانؑ بھی ہے سورہ آل عمرانؑ بھی ہے یہ سب ولی ہیں لیکن ان کے بعد ہم نے جانورں کا انتخاب کیا، کیڑوں کا انتخاب کیا معبود کیوں کیا ایسا تو نے اس لئے کیا کہ ان انبیاء اور اولیاء کے بعد جو انسان آئے ان میں زیادہ تر اتنے سرکش تھے کہ انہوں نے نہ انبیاء کو مانا نہ اولیاء کو مانا ہم نے ان جانوروں اور کیڑوں کا انتخاب کیا جو کیڑے تھے مگر معرفت امام رکھتے تھے، انسان کے لئے باعث شرم ہے کہ مکڑی کو عزت دی جائے، ہم نے مکڑی کو عزت اس لئے دی کہ انسان محمدؐ کے خون کا پیاسا تھا مگر مکڑی جالا لگا کر پردہ بنا رہی تھی، غار ثور میں ہمارے نبیؐ کی حفاظت کر رہی تھی اتنا کمزور گھر مکڑی کا خدا نے کہا دنیا میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے یعنی اتنا کمزور کہ اگر پھونک ماریں تو جالا اُڑ جائے ایک سائنس داں جو یورپ کا تھا اس نے کہا کہ اگر ایک پاونڈ (Pound) ہمیں مکڑی کا جالا ملے، ایک مکڑی ملے اور ہم مکڑی سے کہیں کہ دنیا کے تمام کرہ پر جالا بُن دے تو ایک پاؤنڈ جالا بن جائے تو اتنا ہلکا کہ پوری دنیا کے کرہ پر جالا بن دے تو آپ کے پورے کرہ پر ایک پاونڈ مکڑی کا جالا پورا ہو جائے، وہ پردہ جہاں چالیس خون کے پیاسے چڑھ کر پہنچے۔ نبیؐ غار میں قدم رکھ رہا ہے کہ یہ ابوجہل کے قدم لیکن یہ ایسے اندھے کہ مکڑی کے جالے کے پیچھے یہ نبیؐ کو نہ دیکھ سکے اور ادھر جو آواز بلند ہو رہی تھی وہ یہ آواز بھی نہ سن سکے ساؤنڈ پروف (Sound proof) جالا آواز اِدھر کی اُدھر نہ آئے کیا مکڑی نے

کمال دکھایا، عزت دی سورہ رکھ دیا اس کے نام کا تو معبود یہ شہد کی مکھی کا ذکر کیوں کیا تو نے اور مکھی کا ذکر ہی نہیں بلکہ کمال دیکھئے معبود عجیب عجیب فکریں قرآن میں دے رہا ہے کہتا ہے وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کر دی لیجئے انبیاء پر وحی ہوتی تھی مکہ کی مجلس میں ذکر کیا تھا اچانک کیڑے پر مکھی جیسی حقیر شے پر ہم نے وحی کر دی مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ہم نے اسے وحی کی کہ جا بلند درختوں پر جا کر چھتا بنا پہاڑوں پر جا کر اپنا گھر بنا اونچی بلڈنگوں پر جا کر اپنا گھر بنا جہاں انسان آسانی سے نہ پہنچ سکے۔ یہ اتنی حفاظت معبود کیوں ہو رہی ہے شہد کی مکھی کی اس لئے ہم اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ اس کے پیٹ سے ایک شراب نکلتی ہے پینے کی ایک شے نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اور اس کو ہم نے اس لئے پیدا کیا فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ انسانوں کے لئے وہ شہد شفا بن جاتا ہے دوا بن جاتا ہے، یہ سورہ النحل سولھواں سورہ اور ایک بار خدا یہ کہے کہ ہم نے وحی کر کے اس سے کہا تو معبود جس پر وحی کرے قرآن نے تو اتنی آیتیں رکھ کر بات ختم کر دی۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن پر پوری دنیا میں کتنی ریسرچ ہو رہی ہے روس کے دانشور نے شہد پر پوری کتاب لکھ دی، جب کتاب لکھ چکا شہد اور شہد کی مکھیوں کے بارے میں تو اس نے آخری جملہ یہ لکھا کہ علیؑ نے ان سوروں پر جو اضافہ نہج البلاغہ میں کیا تھا شہد کی مکھی کے بارے میں ہم اس میں ایک لفظ کا اضافہ نہ کر سکے اور علیؑ نے کیا کہا علیؑ نے یہ کہا کہ ذرا ان شہد کی مکھیوں کو دیکھو کہ یہ اپنے مکان کیسے بناتی ہیں ان کے مکان میں کئی لاکھ مکان ہوتے ہیں اور ان کا ہر مکان چھ کونوں کا ہوتا ہے، انسان چھ کونوں کا مکان نہیں بنا سکتا، اس لئے یہ چھ کونوں کا

مکان بناتی ہیں کہ جانے اور آنے میں آسانی ہو، ان کی قوم چھ حصوں میں بٹی ہوتی ہے، ایک شاہی خاندان ہوتا ہے، ایک پہرہ دار سپاہی ہوتے ہیں، ایک مزدور ہوتے ہیں، پیغامبر جاتے ہیں باغ سے خبر لاتے ہیں وہاں میٹھے پھولوں کا رس لئے پیغامبر ملکہ کو پیغام پہنچاتے ہیں، ملکہ مزدور کو پیغام دیتی ہے مزدور ساتھ چلتے ہیں، ملکہ آگے چلتی ہے پوری قوم پیچھے چلتی ہے، باغوں میں پہنچتی ہے، پھولوں پر بیٹھتے ہیں رس چوستے ہیں، لیکن گلوں کے دامن پر گرد بھی نہیں بیٹھتی کہ اس پھول کا رس چوسا بھی کہ نہیں، عرق لے کر واپس آتے ہیں اور جب واپس آتے ہیں تو ملکہ کی زبان سے موسیقی کی ایک دھن نکلتی ہے۔ اس پر وہ چلتے ہیں گھر پر جب آتے ہیں تو ہر دروازے پر پہرے دار ہوتے ہیں۔ ایک ایک مزدور کو چیک کرتے ہیں کوئی ایسا تو نہیں کہ کوئی کڑوا عرق لے کر آیا ہو اگر کڑوا عرق لے کر آیا ہو تو قتل کر کے دروازہ پر ہی اسے ڈال دیا گیا کیونکہ اگر اندر آ گیا تو شہد میں زہر آ جائے گا تو انسان پیئے گا تو مر جائے گا، یہ ہے ان کا نظام اور اس کے بعد مولاؑ فرماتے ہیں دیکھو ایسا ہوتا ہے یہ پوری قوم اپنے سردار کا کہنا مانتی ہے اس کے سر پر تاج ہوتا ہے، اس کی آواز کئی ہزار میل سے اس کی قوم سن لیتی ہے جہاں ملکہ بولے ہزاروں میل دُور کی پہلی آواز پر پوری قوم جاتی ہے یہ جملہ یاد رکھئے گا، ہزاروں میل سے جاتی ہے پوری قوم پتہ لگا کر وہاں پہنچ جاتی ہے جہاں ملکہ ہوتی ہے اور اگر ملکہ مر جائے تو پوری قوم اس کے بیٹے کو سردار بنا کر اسے تخت پر بٹھا دیتی ہے اور اگر ملکہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا کھو جائے تو پوری قوم خودکشی کر کے مر جاتی ہے کہ ہمارا سردار کھو گیا اور بے اختیار آخری جملہ کہا کہ عربی میں شہد کی مکھی کے سردار کو یعسوب کہتے ہیں جس طرح شہد کی مکھی کا یعسوب ہوتا ہے ہم مسلمانوں کے یعسوب ہیں، میں

یعسوب الدین ہوں یہ جملہ کیوں کہا؟ یہ جملہ اس لئے کہا کہ دیکھو شہد کی مکھی جیسے حقیر کیڑے کے یہاں الیکشن (Election) نہیں ہوتا، اجماع نہیں ہوتا بلکہ شاہی خاندان میں سلیکشن (Selection) ہوا کرتا ہے، دیکھو رسولؐ نے میرے لئے الیکشن نہیں کیا بلکہ غدیر میں سلیکشن کیا تھا، خود نبیؐ نے انتخاب کیا تھا، قوم نے اسے مان بھی لیا، ووٹنگ (Voting) نہیں ہوا کرتی ہے اسلام میں اس لئے میں یعسوب الدین ہوں اب غور کیجئے ایک ڈاکومنٹری (Documentary) ہالی وڈ نے بنائی شہد کی مکھیوں کا حملہ شہر اِسٹین پر، یہ امریکہ کا ایک شہر ہے اور اس کی کہانی کل اتنی تھی کہ ایک جوڑا ماں اور باپ اور ایک بچہ کار پر پکنک منانے گئے، جنگل میں پہنچے گاڑی سے کھانا نکالا کھانا کھانے لگے قریب ہی پہاڑی پر کئی کروڑ مکھیاں شہد کی رہتی تھیں، انہیں پتہ چلا کھانے پینے کی چیزیں ہیں، ایک آئی، دوسری آئی، تیسری آئی، یہ لیجئے ملکہ کو خبر مزدوروں کو خبر، کھانے پینے کی چیزیں، اب جو مکھیاں آئیں تو ایک بار کئی کروڑ مکھیوں نے حملہ کیا، بچہ تو بھاگ کر گاڑی میں گیا اور شیشے چڑھا لئے وہ بچ گیا اس کی آنکھوں کے سامنے ماں اور باپ مر گئے، اب وہ بچہ انتقام لینے نکلتا ہے شہد کی مکھیوں سے اور اسپتال میں اس کی نگاہوں میں جب دورے پڑتے ہیں تو شہد کی مکھی اس کی آنکھوں کے سامنے آتی ہے، ڈاکٹر اور ماہرینِ نفسیات چیک کرتے ہیں، اندازہ لگاتے ہیں کہ اس کو کیا بیماری ہے لیکن وہ چھپ کر سائیکل پر کئی اپنے ہم سن بچوں کو لے کر جنگل میں جاتا ہے اور بوتل میں پٹرول لے جا کر جنگل کی طرف پھینک دیتا ہے، پورے جنگل میں آگ لگی اور یہ معلوم ہے آپ کو کہ شہد کی مکھیوں کو غصہ بہت آتا ہے اگر انہیں چھیڑا جائے، یہ تو مشاہدہ ہوگا اب یہ کئی کروڑ مکھیاں جنگل سے نکلیں اور امریکہ کے شہر اِسٹین پر حملہ آور ہوگئیں، سارے ان کے سائنس دان مر گئے

سارے ان کے کالج اسکول دفتر پورا شہر تباہ ہو گیا حکومت کی طرف سے حکم ہوا کہ شہر چھوڑ دو اب سب گاڑیوں اور ٹرینوں پر بیٹھ کر دوسرے شہر جا رہے ہیں، شہر خالی ہو گیا، ٹرینیں جا رہی ہیں، مکھیوں نے ٹرینوں پر حملہ کیا، ٹرینیں الٹ گئیں اور سمندر میں چلی گئیں ،اب پوری حکومت زلزلہ میں آ گئی کہاں سے آتی ہیں کیسے آتی ہیں ان کا خاتمہ کیسے ہو جہاز اور ہیلی کاپٹر سے دوائیں پورے جنگل میں گرائی گئیں مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا وہ پھر آتی ہیں اور ہیلی کاپٹر پر حملہ کر کے انہیں بھی گرنے پر مجبور کر دیتی ہیں آرمی آئی کہ گیس وغیرہ پھینکی جائے ان پر بھی حملہ اب ساری فوجوں کے کپتان وہاں موجود ہیں۔ کہا کہ شیشے کے گھر بناؤ اندر سے حملے کرو فوجی باہر اور سارے فوجیوں کو مار رہی ہیں لپٹ لپٹ کر ایک لپٹ جائے تو قیامت مگر جہاں کئی ہزار مکھیاں ہوں پھر کیا ہو، کپتان یہ کہہ کر باہر نکلا کہ میں جاتا ہوں ورنہ میری پوری فوج تباہ ہو جائے گی اور آخری جملہ اس نے یہ کہا کہ آج تک میں نے کسی محاذ پر شکست نہیں کھائی لیکن ایسا لگتا ہے کہ یہ حقیر کیڑا آج مجھے شکست دے دے گا، باہر نکلا مر گیا، جملہ کہاں سے لیا یہ شہد کی مکھیوں پر فلم بنانے کا تصور کہاں سے آیا، یقین کیجئے کہ نہج البلاغہ آپ سے زیادہ وہ پڑھتے ہیں، ائمہ کی سیرت کو آپ سے زیادہ وہ پڑھتے ، ہیں جملہ کہاں سے لیا، منصور دوانقی کا دربار تھا، امام صادقؑ بیٹھے ہوئے تھے ایک مکھی اُڑ کر آئی اور منصور کے ناک پر بیٹھ گئی ،اس نے ہاتھ سے مکھی کو ہٹایا مگر وہ پھر واپس آ کر بیٹھ گئی ، پھر اسے اڑایا پھر بیٹھ گئی، تو ایک مرتبہ جھلا کر کہنے لگا کہ آپ کے خدا نے یہ مکھی کیوں بنائی ہے؟ امام نے جواب دیا کہ تیرے جیسے جابر و ظالم کے سر کو جھکانے کے لئے ، ملک فتح کرتا ہے، تخت و تاج رکھتا ہے، مگر اس کیڑے سے نہیں جیت پا رہا ، تجھے ذلیل کرنے کے لئے بنائی ہے، ایک بادشاہ جو سب کچھ

اقتدار میں رکھتا ہے، ایک حقیر کیڑے سے شکست کھا جاتا ہے، اس جملے کو لیا فلم میں اوراب آخری جملے ہیں، اب فلم ختم ہو رہی ہے، سائنسدانوں نے ایک اور ترکیب کی ریسرچ میں انہوں نے ملکہ مکھی کو پکڑ لیا، اس کی آواز کو ٹیپ کیا ایک ٹیپ ریکارڈر سے کئی ٹیپ ریکاڈروں میں آواز کو تقسیم کر دیا اور حکم دیا آرمی کو سمندر کے کنارے پر کھڑی ہو جائے، جب سائرن بجے پٹرول کھول دیا جائے، آرمی والے پمپ کے ذریعے پیٹرول سمندر میں پھینکنے لگے اور اوپر تمام ہیلی کاپٹر سمندر کے اوپر اُڑ رہے ہیں اور ہیلی کاپٹر سے وہ تمام ٹیپ ریکارڈر سمندر میں پھینکے جانے لگے، جن میں ملکہ مکھی کی آواز تھی، جب ٹیپ سمندر میں پھینکے جاچکے تو کمپیوٹر کے ذریعہ آواز کو آن کیا گیا۔ سمندر میں چاروں طرف سے ملکہ مکھی کے چیخنے کے آواز آرہی تھی، اپنی ملکہ کی آواز پر کروڑوں مکھیاں سمندر میں گرنے لگیں، سمندر پر پٹرول کی بارش ہوگئی، آگ لگ گئی اور سب جل کر مر گئیں اور شہر بچ گیا، اگر علیؑ نہ بتاتے کہ ملکہ مکھی کی آواز پر قوم ہزاروں میل سے آتی ہے تو پھر اس کا فلم کا اینڈ (End) کیسا ہوتا (صلوٰۃ پڑھیے گا) اِسٹین شہر پر شہد کی مکھیوں کا حملہ اور اب تقریر آخری رُخ پر جارہی ہے میں نے زحمت دی اِدھر شہد کی مکھی کا ذکر اُدھر ستائیسویں سورہ میں ارشاد ہوا کہ حَتّٰۤی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِالنَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ○فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ○ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ سلیمانؑ کا تخت ہوا کے دوش پر جارہا تھا اور اچانک وہ تخت وادی نمل میں پہنچا اور

ایسے میں جو چیونٹیوں کا سردار تھا اس نے پکار کر اپنی قوم سے کہا:
جاؤ جلدی جلدی اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ کا لشکر تمہیں کچل دے، قرآن میں اللہ فرماتا ہے، سورہ نمل میں جو چیونٹیوں کا سورہ ہے کہ ہم نے سلیمانؑ کو کیڑے مکوڑوں کی زبان سمجھنے کا علم دیا، حضرت سلیمانؑ نے ہزاروں میل دور بلندی پر اس چیونٹی کی آواز کو سنا، سرسیّد نے کہا کہ غلط ہے چیونٹی کی آواز کیسے کوئی سن سکتا ہے، سرسیّد کی سمجھ میں نہ آیا لیکن آج کا سائنسدان ایسا ٹیپ ایجاد کر رہا ہے کہ چیونٹی کی آواز کا پتہ لگایا جا سکے، اتنی کم ہے وہ آواز کہ ہوا اس آواز کو ہم تک نہیں پہنچا سکتی۔ سائنسداں یہ کہہ رہا ہے کہ چیونٹی کے چلنے کے قدموں کی چاپ کی بھی آواز ہوتی ہے، اور اک دن ہم اسے تلاش کر لیں گے اس لئے کہ قرآن نے کہا ہے کہ چیونٹی بولی سلیمانؑ نے سنا کہا تخت روکا جائے تخت رکا اترے اور اتر کر ایک بار سردار کے پاس گئے، مسکرائے اور قریب جا کر اس سردار کو اُٹھا لیا اور کہا ہم نے تیری بات سنی، یہ تجھے کیسے گمان ہوا کہ ہم تیری قوم کو کچلتے ہوئے چلے جائیں گے تو اس چیونٹی نے کہا یا نبی اللہ برا نہیں مانئے گا بات یہ تھی کہ ہماری قوم کی عبادت کا وقت ہو گیا تھا یہ آپ کا دربار دیکھ کر اس پر پوری قوم ہماری مشغول ہو جاتی اور عبادت کا وقت نکل جاتا، اس وجہ سے ہم نے واپس کیا، حضرت سلیمانؑ پھر مسکرائے اور کہا تجھے بہت باتیں کرنا آتی ہیں، یہ گفتگو چیونٹی اور نبیؑ کی ہو رہی ہے۔ قرآن نے اسے نقل کیا تو اس نے کہا یا نبی اللہ میں آپ کے سامنے کیا بات کر سکتی ہوں تو حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ تو اپنی قوم کی سردار میں اپنی قوم کا سردار بلند کون ہے؟ کہا اس وقت تو میں بلند ہوں، آپ تخت پر بلند میں نبیؑ کے ہاتھ پر بلند ہوں، ایک چیونٹی نبیؑ کے ہاتھ پر آئے تو فخر کرے کہ میں بلند ہوں تو کیا میں

پوچھوں، خانہ کعبہ سے کہ فتح مکہ کے روز رسولؐ کے دوش پہ کون تھا ایک نبیؐ کے دوش پر ایک معصوم آیا؟ نہیں ایک اگلا جملہ مولا علیؑ سلمان فارسیؓ کے ساتھ ایک وادی سے گزر رہے ہیں، ہزاروں چیونٹیاں بکھری ہوئی ہیں، ایک بار سلمان فارسی نے کہا مولا کیسا ہے یہ کارساز جس نے ان چیونٹیوں کو تخلیق کیا اور وہی جانتا ہے کہ اس میں نر کتنے ہیں اور کتنے مادہ ہیں مولا علیؑ نے فرمایا یہ تو میں بھی جانتا ہوں تو سلمانؓ نے کہا مولا کیا ان کی زبان آپ کو آتی ہے کہا میں فخرِ سلیمانؑ ہوں اگر سلیمانؑ ان کی بولی سمجھ سکتے تھے تو میں کیوں نہیں سمجھ سکتا یہ ہے علم کا دروازہ شہرِ علم کا دروازہ، سلمانؓ نے کہا مولاؑ ہم کو سنایئے یہ اس وقت کیا کیا کہہ رہی ہیں، چہرے پر ہاتھ پھیرا کہا سنو کہ سردار اپنی قوم سے کیا کہہ رہا ہے وہاں سردار نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ گھروں کو واپس جاؤ نماز قضا ہو جائے گی، یہاں سلمانؓ نے سنا کہ سردار یہ کہہ رہا تھا کہ اپنے اپنے گھروں سے باہر آؤ آج ہمارے سامنے وہ آ گیا جس کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ (صلوٰۃ پڑھیے)

چیونٹی کے بارے میں مولا علیؑ کا ایک خطبہ نہج البلاغہ میں موجود ہے ایک شخص نے پوچھا چیونٹی کے بارے میں کہ بتایئے تو پورا خطبہ دیا، دیکھو ان کا گھر تین منزلوں میں ہوتا ہے، ایک منزل میں کھانے پینے کا سامان رکھتی ہیں اور ایک جگہ ملاقات کا کمرہ ہوتا ہے، ایک آرام اور سونے کا کمرہ ہوتا ہے اور جب یہ سب کچھ مولا بتا چکے کہ یہ برسات سے پہلے اپنے کھانے کا سامان جمع کر لیتی ہیں، مزدور جاتے ہیں، سامان لاد کر لاتے ہیں۔ ان کے لئے یہاں شفا خانے بھی ہوتے ہیں اگر کوئی زخمی ہوتا ہے تو اس کا علاج بھی ہوتا ہے اور اتنا عقلمند ہے یہ کیڑا کہ جب دھنیئے کا بیج لایا تو گھر سے باہر پہلے اس کے چار ٹکڑے کرتا ہے پھر ایک ایک ٹکڑا گھر میں

لے جاتا ہے، ایسا اس لئے کرتا ہے کہ اگر دھنئے کا پورا بیج گھر میں لے جائے تو جب برسات میں گھر میں پانی آئے گا تو دھنیئے کا درخت اُگے گا اور جب درخت اُگے گا تو اس کا مکان ٹوٹ جائے گا، اگر دھنیئے کو توڑ دیا جائے تو پھر درخت نہیں اُگ سکتا، اتنا ذہین کیڑا، انسان نے اس سے ذہانت سیکھی، آج کا سائنسدان یہ کہہ رہا ہے کہ جتنی ہڈیاں انسان کے جسم میں ہیں اتنی ہی چیونٹی کے جسم میں بھی ہوتی ہیں اور اس کی ہیت انسانی ہیت کی طرح ہے، اس کے ہاتھ ہوتے ہیں، پیر ہوتے ہیں، ریسرچ ہو رہی ہے، امریکہ کے دانشور لارڈ فراڈے نے یہ کہا کہ جس نے بیس سال چیونٹی پر ریسرچ کی اور ایک کنویں کے کنارے جھونپڑی ڈال کر بیٹھا رہا جہاں چیونٹیاں رہتی تھیں، چیونٹیوں سے دوستی کی ان کی عادات دیکھیں، بیس سال کے بعد کتاب لکھی جس کا نام ''دی آنٹ'' ہے اور اس پر ایک فلم دی آنٹ (The Ant) بھی بنی جس میں بتایا گیا کہ چیونٹی کتنا ذہین کیڑا ہوتی ہے لیکن اس نے یہ لکھا کہ علیؑ نے جو نہج البلاغہ میں کہا ہے ہم اس پر اضافہ تو نہ کر سکے لیکن ہم نے بہت سی باتیں لکھ دیں تا کہ آنے والے لوگوں کے کام آئیں اور ۱۸۸۰ء میں جرمنی نے آئین پاس کیا کہ کوئی چیونٹی کو نہ مارے، جو چیونٹی کو مارے گا اس پر پانچ سو روپیہ جرمانہ اور ایک مہینے کی جیل ہوگی کیوں اس لئے کہ ریسرچ کرنے والوں نے بتایا کہ وہ کیڑے جو پھلوں کو کھا جاتے ہیں ان کیڑوں کو یہ چیونٹیاں باغ میں جا کر مار دیتی ہیں، پھلوں کو بچا لیتی ہیں، اس لئے چیونٹیوں کو نہ مارا جائے، وہ ہماری اور ہماری غذاؤں کی محافظ ہیں، ۱۸۸۰ء میں جرمنی میں یہ بل پاس کیا گیا کہ انہیں نہ مارا جائے اور اٹھارہ سو اسّی سے پہلے آلِ محمدؐ کے دربار کے شاعر میر انیسؔ ایک سلام میں یہ کہتے ہیں کہ:

کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی

چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے

یہ بات تو میر انیسؔ سے آ رہی ہے، بِل بعد میں پاس ہو رہا ہے کہ یہاں تو ہم لوگ چیونٹی کو دیکھ کر قدم اُٹھاتے ہیں تم اب بِل پاس کر رہے ہو، وہ بھی اس کیڑے کا احترام کرتے ہیں اس لئے احترام کرتے ہیں کہ وہ معرفت امام رکھتا ہے، خدا نے اس کا احترام کیا قرآن میں اس کا ذکر کیا یہ ہے علیؑ کا علم، یہ چند جھلکیاں تھیں، اگر وہ سارے علوم بتا دیئے جائیں جو مولاؑ نے پیش کئے، ہر سبجیکٹ پیش کیا، کیا کہنا مولاؑ کا وہ علم جو بتایا صفین سے واپسی میں لوگوں کو کہا ابن عباسؓ یہ سامنے کا صحرا دیکھ رہے ہو نا! آنکھوں میں آنسو، اصحاب نے رونے کا سبب پوچھا، کہا تم اسے صحرا دیکھ رہے ہو میں اسے خون کا دریا دیکھ رہا ہوں، یہ عراق کی سرزمین ہے اس جگہ کا نام کربلا ہے، میرا یہ بیٹا حسینؑ یہاں ذبح کیا جائے گا، علیؑ نے سب کچھ بتا دیا تھا، رسولؐ نے سب کچھ بتا دیا تھا، شہر علم سے اور بابِ علم سے سارا علم مل چکا تھا، کل کی تقریر آپ نے یہاں تک ساعت فرمائی کہ قافلہ بیرون مدینہ نکل گیا مجھے ایک منزل تک پہنچنا ہے اور ایک منزل پہ رکنا ہے، حسینؑ مدینے سے نکلے، تین شعبان کو مکہ میں پہنچے، حج نہ کر سکے اس لئے کہ قاتل خنجر لے کر آئے تھے، عمرہ سے حج کو بدل دیا، عرفات پہنچے، دو پہر ڈھل چکی تھی، ظہر کا وقت تھا ایک بار خیمہ سے نکلے، راوی کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا، تمام بنی ہاشم ساتھ ساتھ تھے، اصحاب و انصار ساتھ ساتھ تھے، دعائے عرفہ جو آپ وہاں پڑھتے ہیں وہ دعا شروع کی عباسؑ و علی اکبر نے آمین کہا، حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، عرفات سے آگے بڑھ گئے، منیٰ میں گئے، مشعر الحرام میں گئے اور اس کے بعد راستہ بدلا، اب کوفہ کی طرف

جا رہے تھے، ثعلبیہ کی منزل پر پہنچے تھے، خیمے لگے ہوئے تھے، کرسی نشین تھے ایک بار دیکھا کہ کوفہ کی جانب سے دو سپاہی آ رہے ہیں، قریب آئے پوچھا کوفہ کی کچھ خبر ہے، دونوں نے کہا ہم اس وقت چلے کوفہ سے، جب مسلمؑ کی لاش کے پیروں میں رسی باندھی جارہی تھی اور سڑکوں پر گھسیٹنے کی تیاری تھی، بس یہ سننا تھا کہ ایک بار حسینؑ نے خیمہ کا پردہ اُلٹا خیمہ کے اندر گئے کہا زینبؑ مسلمؑ کی بیٹی حمیدہؒ کہاں ہے، اس کو بلاؤ، رقیہؒ بی بی پہلے آئیں رقیہؒ کون ہیں؟ مسلمؑ کی زوجہ کا نام ہے رقیہؒ اور بیٹی کا نام ہے حمیدہؒ، مسلمؑ کی زوجہ علیؑ کی بیٹی ہیں، عباسؑ کی بھی بہن ہیں، بہادر بھائی کی بہادر بہن خبر سنی ہے، کیسی خبر سنی، بچی کو لاؤ، بچی کو زانو پر بٹھایا، کہا فلاں مقام پر ہم نے دو گوشوارے خریدے تھے، ایک ہاتھ سے بچی کے کانوں میں گوشوارے پہنائے، سر پر ہاتھ پھیرا مسلمؑ کی بیٹی علیؑ کی نواسی، ایک مرتبہ چونک کر کہا چچا اس طرح میرے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں، جیسے کوئی یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے، کیا کہتے حسینؑ، زوجۂ مسلمؑ ہچکیاں لے کر رو رہی تھیں، حسینؑ رونے لگے کہ بہن بیوہ ہوگئی، لیکن تاریخ کہتی ہے کہ ایک بار عباسؑ نے خیمہ کا پردہ اُٹھایا اور کہا سنو یہ تمہارا بہادر بھائی سامنے ہے،، بہن نے آنسو بھری آنکھیں اُٹھائیں، کہا کیا بات ہے، کہا سنو بہادر بھائیوں کی بہنیں رویا نہیں کرتیں، عباسؑ جیسا بھائی تمہارے ساتھ ہے، قافلہ آگے بڑھ گیا، کچھ دور بڑھے تھے کہ حرؒ نے راستے کو روکا، راستے کو بدلا حرؒ نے کہا کہ نہ ہم مدینے جانے دیں گے نہ ہم کوفہ جانے دیں گے تیسرے راستے پر چلتے چلتے گھوڑا رُک گیا، سورج نمودار ہو رہا تھا کہ گھوڑا چلتے چلتے رُک گیا دیکھا تو کسی نے پیر کو تھاما تھا، مڑ کر رکاب کی طرف دیکھا، دیکھا تو جبریل امینؑ قدم کو تھامے ہوئے تھے کہا جبریلؑ کیسے آئے کہا بعد درود و سلام کے اللہ نے یاد کیا ہے کہ حسینؑ

وعدہ گاہ آ گئی یعنی ملک آیا ہے اور اس نے نشان دہی کی ہے، اب جواب دیکھئے گا عصمت کا اور معصوم کا جواب اللہ نے یہ کہا ہے کہ حسینؑ وعدہ گاہ آ گئی ،بچپن کا وعدہ تھا، وہ زمین آ گئی تو بے اختیار کہا اے ملک مقرب اے نانا کے پاس آنے والے ملک! معبود سے ہمارا سلام عرض کرو اور یہ کہو کہ وعدہ دس محرم کا تھا ہم وعدہ گاہ پر آٹھ روز پہلے آ گئے وعدہ دس کا ہے ہم دو کو پہنچ گئے ہاں وعدہ پورا کرنے ولا ہو معبود سے تو ایسا ہو کہ منزل پر آٹھ روز پہلے پہنچ گئے، دوسری محرم تھی فرات کے کنارے خیمے لگے اشقیا آ گئے راہ روک لی، خیمے یہاں نہیں لگیں گے، عباسؑ نے تلوار نکال لی، زینبؑ کی صدا آئی فضہؑ بھائی سے کہہ دے جلال میں نہ آئے بچوں کا ساتھ ہے تلوار نہ چلے، عباسؑ ہمیں پانی نہیں چاہیے، ہمیں حسینؑ کی سلامتی چاہیے، قافلہ ہٹ گیا اور پانی سے دُور خیمے لگا دیئے گئے، جلتی ہوئی زمین پر خیمے لگ گئے، جلتی ہوئی ریت پر خیمے لگے، بی بیاں اترنے لگیں، دن گزر گیا، دوسری محرم کی رات آ گئی، یہ تین کی شب تھی، ہلال بن نافع کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے، لیکن میں نے دیکھا کہ حسینؑ کے قدم ایک تاریک صحرا کی طرف بڑھ رہے تھے، دُور شام کا لشکر پڑا تھا، ہم حیران تھے کہ زہراؑ کا چاند شام کے بادل میں کیوں جا رہا ہے؟ کوئی خطرہ تو نہیں ہے، ہم آہستہ آہستہ حسینؑ کے پیچھے پیچھے چلے کہ مولاؑ کہاں جا رہے ہیں، ہم نے دیکھا کچھ دور صحرا میں چل کر ایک مقام پر رُک گئے کہا ہاں یہ وہ مقام ہے، ہم اسے پہچانتے ہیں بس یہاں علی اکبرؑ آواز دیں گے، کچھ دور اور آگے بڑھے کہا یہ مقام ہے جہاں ہم علی اکبرؑ کو لے کر آئیں گے اب ہلال بن نافع کہتے ہیں کہ تمام مقامات پر رُک کر کچھ پڑھتے جاتے تھے کہ ایک بار نشیب میں اترنا شروع کیا، یہ تقریر کے آخری جملے آپ کی سماعت کے لئے ہدیہ

ہیں، ایک نشیب میں اترنے لگے، ہلال بن نافع کہتے ہیں کہ ہم وہیں پر رُک گئے، حسینؑ نشیب میں اترتے چلے گئے ہمارے کانوں میں کچھ آوازیں آنے لگیں ہم نے جو سنا تو حسینؑ کسی سے باتیں کر رہے تھے، اماں میں آ گیا، اماں میں آ گیا ہلال کہتے ہیں کہ ادھر سے میں نے جواب سنا میرے لعلؑ ماں تجھ سے پہلے پہنچ گئی ہے، اے حسینؑ! مقتل کی سرزمین کو زہراؑ اپنے بالوں سے صاف کر رہی ہے میرے لعل جس مقام پر تو ذبح کیا جائے گا، ماں اسی مقام پر منتظر ہے، زہراؑ تیرا انتظار کر رہی ہے، بارِالٰہ واسطہ محمدؐ وآل محمدؐ کا اس عبادت کو قبول کر۔

---☆---☆---

چھٹی مجلس

اُردو زبان کی فضیلت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے

شہر جدّہ میں ایامِ عزا کی آپ چھٹی تقریر سماعت فرما رہے ہیں عنوان کا عِلم ہے آپ کو ''قرآن کی قسمیں اور حروفِ مقطعات'' آیت کا بھی علم ہے آپ حضرات کو جو سرنامۂ کلام میں پیش کی جاتی ہے اور طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ ہم نے پہلی تقریر بارگاہ ختمی مرتبتؐ میں پیش کی تھی ،دوسری تقریر ہم نے جناب فاطمہ زہراؑ کی بارگاہ میں پیش کی، تیسری تقریر ہم نے جناب ابوطالبؑ کی بارگاہ میں پیش کی تھی چوتھی تقریر ہم نے آلِ عمرانؑ کی خدمت میں پیش کی، پانچویں تقریر ہم نے مولائے کائناتؑ کی صرف ایک صفت ،صفتِ علم پر پیش کی ،اب ہمارے پاس چار تقریریں باقی ہیں ،ہم نے کسی تقریر میں یہ کہہ دیا تھا کہ جنابِ خدیجہؑ پر ایک تقریر پیش کریں گے ،خواتین نے اسے نوٹ کیا ،میں اسے بھول گیا یا عنوان تبدیل ہو گیا اس لئے کل کی تقریر ہم بارگاہِ ملیکۃ العرب جناب خدیجہؑ کی بارگاہ میں پیش کریں گے۔اس کے بعد آٹھ اور نو دونوں تقریریں مولائے کائنات کی صرف ایک صفت شجاعت پر پیش کریں گے۔اس کے بعد عاشور کی تقریر ہماری امام حسینؑ کی بارگاہ میں پیش کی جائے گی اگر آپ نے گیارہ محرّم کی مجلس کی تو ایک مجلس جناب زینبؑ کی بارگاہ میں

اور سوئم کی مجلس جنابِ فِضّہ کی بارگاہ میں پیش کریں گے، ہم نے اپنا سارا پروگرام بتا دیا، آج کی تقریر آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کس کی بارگاہ میں پیش کی جائے گی بارگاہ بڑی عجیب ہے، ہوسکتا ہے آپ حیران ہوں، بہر حال میں نے طے کیا ہے اور آپ اس کو پسند کریں گے، اہل بیتؑ کے گھرانے میں بہت سی کنیزیں ایسی تھیں جس میں اسمأ بھی ہیں، فِضّہؑ بھی ہیں، اُم ایمن بھی ہیں اور نامور کنیزوں میں حرہؑ جیسی کنیزیں بھی ہیں، تاریخ میں یہ سب نام موجود ہیں اور ان سب نے خدمتِ اہلِ بیتؑ کی لیکن اہل بیتؑ کے خاندان میں اہلِ بیتؑ کی بارگاہ میں ایک کنیز ایسی آئی ان کی محبت میں سرشار ہو کر کہ جو آج تک خدمت کر رہی ہے اور اس کنیز نے قسم کھائی ہے کہ ہم قیامت تک اہل بیتؑ کی خدمت کرتے رہیں گے، آج کی تقریر اس ادنیٰ کنیز ''اردو زبان'' کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ (صلوٰۃ) آج آپ کو پتہ چل جائے گا کہ دنیا اُردو کا کوئی بھی مذہب بتائے مگر وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ میں شیعہ ہوں، میں شیعہ ہوں، کوئی اردو کا مذہب بدل نہیں سکتا، قیامت تک اس لئے کہ اس نے کلمہ پڑھ لیا علیاً ولی اللہ کا، اب کوئی اور کلمہ نہیں پڑھے گی، دنیا کہتی رہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ہمارے دین پر ہو لیکن آج پتہ چلے گا کہ اُردو کے عقائد کیا ہیں؟ اُردو نے اکڑ کر کہہ دیا کہ میں کسی شاہ سے نہیں ڈرتی، میں کسی حکومت سے نہیں ڈرتی، میں کسی دور سے نہیں ڈرتی، میں کسی عہد سے نہیں ڈرتی میں پکار پکار کر دنیا سے کہوں گی کہ میرے عقائد کیا ہیں، جس کتاب کو اُٹھاؤ گے میرے عقیدے کا پتہ چل جائے گا آیت سے تقریر کا آغاز ہو رہا ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ○ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

''اے یٰسین اے سید و سردار آپ کی قسم اور قرآن کی قسم آپ مُرسل ہیں اور صراطِ مستقیم پر ہیں۔''

کل کی تقریر کے تسلسل کے ساتھ حروف مقطعات سے اور قسم سے آغاز ہوتا ہے بالکل اسی طرح میں نے ایک آیت اور پیش کی تھی جس کے لئے علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت حروف مقطعات میں بھی شامل ہے اور قسم ہائے قرآن میں بھی اور وہ بھی سورہ نون والقلم آغازنٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ○مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ہم کو نون کی قسم اور قلم کی قسم آپ جو تحریر مستقبل میں لکھیں گے اس تحریر کی قسم آپ رب کی اس نعمت کے سبب سے مجنون نہیں ہیں، دیوانے نہیں ہیں، یہ ابتدائی آیات ہیں، یہ سورہ ابتدائی سوروں میں سے ہے یعنی مدنی زندگی میں پانچ بار لکھا صحیح بخاری نے کہ جب حضورؐ نے اپنے آخری وقت میں آواز دی لاؤ قلم لاؤ، ذرا قلم دوات لاؤ میں تمہارے لئے کچھ لکھ دوں تا کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ، اس مجمع میں سے کسی نے پکار کر کہا کہ قلم لانے کی ضرورت نہیں ہے کہ حضورؐ دیوانے ہو گئے، مجنون ہو گئے، یہ بخار کی وجہ سے ہذیان بک رہے ہیں، بکنے دو صحیح بخاری مستند ترین حدیث کی صحیح ترین کتاب نے پانچ بار اس واقعہ کو لکھا، ایک بار لکھتے پانچ بار اصرار کر کے راویوں کے نام بتا کر لکھا کہ کسی نے مجمع سے کہا کہ ہذیان بک رہے ہیں، دیوانے ہو گئے ہیں، اللہ کو معلوم تھا کہ دیوانہ کہا جائے گا، ہمارے حبیبؐ کو تو پہلے ہی سے رد کر دی، قسم کھائی اس قلم کی جو قلم تم مانگو گے، جو تحریر تم لکھواؤ گے، اب یہ تاریخ سے پوچھئے کہ نبیؐ وہ تحریر لکھوا سکا کہ نہیں لکھوا سکا، تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جب قلم ہی نہیں ملا دوات ہی نہیں ملی تو تحریر کیسے لکھی جاتی؟ معبود تو کہہ رہا ہے اس تحریر کی قسم جو تم لکھواؤ گے، تحریر کہاں ہے، جس کی قسم معبود نے کھائی تو تحریر تو لکھ گئی،

بھئی تاریخ میں لکھ تو گیا نا کہ نبی نے قلم مانگا تھا لیکن نہیں ملا یہی تحریر تو لکھوانی تھی (صلوٰۃ) اگر قلم مل جاتا اور لکھ دیتے تو یہ کہا جاتا کہ دیوانگی میں لکھوایا تھا، اسے نہیں مانا جائے گا یا پھاڑ دیا جاتا تحریر کا ثبوت نہ ہوتا، اللہ یہ چاہتا تھا کہ قلم مانگو، یہ کہیں کہ دیوانہ تو ہم قرآن میں کہیں کہ فیصلہ اب ہوگا کہ دیوانہ کون، اسی سورہ کی تیرھویں آیت، ارشاد ہوا عُتُلٍّ ۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ یہ آپ کی بزم میں بیٹھنے والا بدتمیز انسان جو بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہا ہے یہ زنیم ہے، بڑی عجیب تقریر ہے میں کھل کر تقریر نہیں کرسکتا، آپ مجھ سے پوچھیں گے کہ معبود نے زنیم کہا زنیم کے معنی منبر سے نہیں بتا سکتا حالانکہ قرآن کا لفظ ہے آیت ہے یعنی اس لفظ کو استعمال کرنا عبادت ہے منبر پر لیکن اُردو میں معنی نہیں بتا سکتا بس یہی اُردو اور عربی میں فرق ہے، عربی زبان جو کچھ کہے اس کے کبھی کچھ معنی کبھی کچھ معنی، لیکن اُردو جو کہہ دے وہی معنی اگر زنیم کے معنی دیکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی اپنے گھر جا کر سورہ ن والقلم دیکھ کر زنیم کے نیچے دیکھئے گا کہ کیا لکھا ہے اور کل ہمیں بتایئے گا کہ کیا لکھا ہے میں منبر پر نہیں بتا سکتا کہ زنیم کے کیا معنی ہیں، وہ بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والا آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا یعنی اُردو ادب میں جو سب سے بڑی گالی ہوسکتی ہے وہ ہے زنیم بس اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا، خود اپنی آنکھ سے قران میں پڑھ لیجئے گا حالانکہ میں معنی بتا سکتا تھا لیکن حدِ ادب بات آ گے بھی جائے۔ وہ زنیم ہے سوال یہ ہے کہ جب رسولؐ کی بزم میں پکار کر کسی نے یہ کہا ہذیان ہو گیا ہے، مجنون ہو گئے ہیں، دیوانے ہو گئے ہیں، تو اس کے بعد کیا ہوا کیا نبیؐ نے ان کو سمجھایا نہیں کہ نہیں ایسا نہیں ہے مجھے ہذیان نہیں ہوا، میں دیوانہ نہیں ہوا، بخار کی تیزی نہیں ہے، تم کیا سمجھ رہے ہو نبیؐ کو ہذیان نہیں ہوتا، کچھ بھی نہیں سمجھایا، جواب کیا دیا پلٹ

کر، آغازِ دنیا کو دیکھئے کہ جب آدمؑ کی خلافت کا آغاز ہو رہا ہے، ایک ہی مسئلہ تھا، یہ آغاز اور یہ رسولؐ کی زندگی کا انجام، اللہ نے کہا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً خلیفہ ہم آدمؑ کو زمین پر خلیفہ بنانے جا رہے ہیں، شیطان نے کہا اس کو بنائے گا، ارے مجھ کو بنا، اس کو خاک سے بنایا، مجھ کو آگ سے بنایا، میں اس سے برتر ہوں، خدا کا کیا جواب ہونا چاہئے؟ خدا کو اب شیطان سے کیا کہنا چاہئے یہ کہنا چاہئے کہ تو غلط سمجھ رہا ہے، تجھے غلط فہمی ہو گئی ہے آگ نہیں خاک برتر ہے، کچھ نہیں سمجھایا قرآن کہتا ہے بس اتنا جواب دیا، نکل جا میری بزم سے، جو چار ہزار سال کا معبود کا سجدہ کر رہا ہے، عبادت کر رہا ہے، جب چار ہزار سال میں نہ سمجھا تو اب یہ ایک لمحہ میں کیا سمجھے گا، اب بدتمیز ہو گیا ہے منہ لگانے کے قابل نہیں، بزم سے ہٹادو، اُٹھا دو، نکال دو تا کہ قیامت تک کے لئے رسوا ہو جائے، یہاں رسولؐ خدا نے اپنی بزم میں یہی جواب دیا اُٹھ جا میری بزم سے، نکل جا میری بزم سے (صلوٰۃ پڑھیے) قیامت تک کے لئے بزم سے خارج ہو گیا، وہ شیطان مرڈود بنا، یہاں مجنون کہنے والا مردود بنا، لاکھوں درود پڑھو، مردود مردود رہے گا۔ (صلوٰۃ) نکل جا میری بزم سے، لیکن سوال یہ ہے کہ ن والقلم، قسم ن کی، قسم قلم کی پھر بات شروع کی جائے، دیکھئے حکمتِ الٰہی اسی کو تو کہتے ہیں۔ اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ میں مکر کرتا ہوں تو اللہ کا مکر یہی ہے اگر وہ چاہتا تو صاف صاف بتا دیتا کہ قلم کے ساتھ کس چیز کی قسم میں کھانا چاہ رہا ہوں، اگر وہ بتا دیتا تو لوگ سمجھ جاتے اور اس کو قرآن سے خارج کر دیتے اس لئے شارٹ ہینڈ میں لکھا کہ ن کی قسم اور قلم کی قسم تو انہوں نے کہا کہ ن کے معنی تو ہیں مچھلی تو مچھلی کی قسم اور قلم کی قسم تو صحیح بات ہے ''ن'' کے معنی مچھلی ہیں یعنی حروف مقطعات میں ہر حروف تصویر تھا تصویر بگڑی

حرف بنا صوتی اثرات پیدا ہوئے اور پھر نام پڑ گیا وہی نام پڑا جو اس شے کا نام تھا، مثال کے طور پر حروف تہجی عبرانی سے لئے گئے، عبرانی میں الف کی جگہ گائے کا سر بنا ہوتا تھا، عبرانی میں گائے کے کٹے ہوئے سر کو الف کہتے ہیں، ب کی جگہ پر گھر بنا ہوتا تھا اور ب کہتے ہیں بیت کو، یعنی گھر کو اس طرح ج، ج کی جگہ بیٹھا ہوا اونٹ بنا ہوتا تھا جیم کہتے ہیں عبرانی میں جمل کو یعنی اونٹ کو اور اسی طرح دوسرے حروف بتائیں تو کافی دیر گزر جائے گی پھر عرض کروں گا س بنا دیا سین کے معنی پہاڑ تو پہلے س نہیں ہوتا تھا پہاڑ کی تصویر بنی ہوتی تھی، تصویریں بگڑیں اور آپ کے سامنے حروف آ گئے، اسی طرح پانی بنا دیا کہ یہ بس م کے معنی مأتو ن کی جگہ مچھلی اب شکل بدل گئی ن کا نقطہ جو ہے وہ آنکھ ہے مچھلی کی پہلے ن جو تھا لمبا مچھلی کی طرح لکھا جاتا تھا اوپر سے مڑ جاتا تھا مچھلی کی شکل کا اب یہ عجیب بات ہے عرب میں جب بھی دوات بنائی گئی وہ مچھلی کی شکل کی بنتی تھی تو معبود نے ن کے ساتھ بتا دیا قلم کی قسم کھا کر تم قلم اور دوات مانگو گے۔ صلوٰۃ۔ لیکن اگر اسی پر اصرار ہو مفسرین کو کہ یہاں پر مچھلی ہے ہمیں اس پر بھی اعتراض نہیں کیونکہ مچھلی ایک ایسی شے ہے جو بڑی مبارک ہے، معلوم ہے آپ کو کیوں؟ آپ کے یہاں بہت سوں کے یہاں یہ رسم ہوگی کہ بارات میں مچھلی اور دہی بھیجا جاتا ہے، جب گھر سے نکلتے ہیں تو کہتے ہیں دہی مچھلی یعنی شگون بہت اچھا ہے مچھلی کا اور صرف آپ کے یہاں نہیں بلکہ دنیا کی ہر قوم میں مچھلی کا شگون بڑا اچھا لیا جاتا ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ہر حرف کے پیچھے ایک داستان ہوتی ہے پورا قرآن آپ پڑھ جایئے حروف مقطعات کے پیچھے ایک داستان ہے اسی طرح اُردو زبان میں بھی ہے یعنی مچھلی ہے اب آپ دیکھئے اگر آپ یوپی جائیں گے الٰہ آباد سے لے کر علی گڑھ تک تو ہر

مکان پر آپ کو مچھلی بنی نظر آئے گی۔ گورنمنٹ کا نشان ہے وہ بھی مچھلی ہے، الہ آباد میں یونیورسٹی کا نشان بھی مچھلی اور علی گڑھ یونیورسٹی کا جو نشان ہے وہ بھی مچھلی ہے، پوری یوپی میں اور کانگرس کے جتنے کاغذات ہیں سب پر دو مچھلیاں بنی ہوتی ہیں یہ کیا ہے یعنی صدیوں پہلے جس نے اودھ حکومت کی بنیاد رکھی تھی برہان الملک وہ جب آ رہا تھا اودھ کو فتح کرنے تو کشتی پر بیٹھا تو اچانک ایک مچھلی اُچھلی اور اس کی گود میں گری مشیروں سے اس نے پوچھا کہ کیا شگون ہے تو انہوں نے کہا کہ اب حکومت آپ کو مل جائے گی اور یہ حکومت آپ کی بارہ پشتوں تک رہے گی، بس یہ سننا تھا کہ اس نے اس مچھلی کو مرتبان میں رکھا، جب پہلا دربار کیا تو سب سے پہلے مچھلی لائی گئی، اب یہ ہوا کہ جب بادشاہ چلتا تو آگے مچھلی چلتی تھی اور یہ حکم دیا کہ ایک محل تیار ہو جس کے باون دروازے ہوں، اس کے ہر دروازے پر دو مچھلیاں تو مچھی بھون محل کا نام ہو گیا، اس کے بعد اودھ حکومت کا نشان مچھلی ہو گیا، مچھلی تو اچانک آ گئی ہندوؤں کے لئے بھی وہ شگون کی چیز تھی، پاک چیز تھی اور اس نے بھی پاک چیز بنا کر ملک اور قوم کا نشان بنا دیا کہ آج تک ہندو حکومت کانگرس حکومت بھی اس کو نشان مان رہی ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ بارہ برج ہیں آسمان پر پہلا برج حمل ہے اور آخری برج کا نام ہے حوت اور حوت کے معنی ہیں مچھلی تو کہا گیا کہ ہر بُرج ایک امام کا برج ہے پہلا برج علیؑ کا اور آخری برج جو ہے حوت وہ بارہویں امام کا ہے (صلوٰۃ) یہ مچھلی بارہویں امام کا کیوں قرار پایا اس لئے کہ وہ صفات جو مچھلی میں ہیں وہ ساری وہاں نظر آتی ہیں، مچھلی کا کام یہ ہے کہ وہ کبھی ظہور میں آتی ہے کبھی وہ غیب میں جاتی ہے تو بادشاہ نے پوری رعایا سے مچھلی کا نشان بنا کر نشان دہی کی کہ جب ریسرچ (research) کرو گے تو بارہویں امام

تک پہنچو گے۔(صلوٰۃ)

یہ ہیں لفظوں اور حرفوں کی کہانیاں، میں تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا، ن کی قسم، قلم کی قسم اور اس تحریر کی قسم جو لکھی جائے گی، عجیب بات ہے کہ قلم مانگا نہیں دیا گیا حضرت یوسفؑ چھوٹے سے تھے، گیارہ بارہ سال کے مصر کے بازار میں بکے، لوگ آئے خریدنے کے لئے، ہزاروں انسانوں کا مجمع لگا، عزیزِ مصر کا جو وزیر خزانہ تھا اس نے پورا خزانہ خالی کر دیا، ترازو کے ایک پلّے میں مصر کی پوری دولت اور دوسرے پلّے میں حضرت یوسفؑ، قرآن میں سورہ یوسف میں موجود ہے کہ پلہ جو تھا وہ حضرت یوسفؑ کا بھاری رہا، کسی طرح وزن برابر نہ ہو سکا، سب کی حیرانی اور پریشانی یوسفؑ نے دیکھی تو آواز دی، اے اہل مصر قلم دوات لاؤ یہ حضورؐ سے تین ہزار سال پہلے ایک نبیؑ نے قلم مانگا، بنی اسرائیل سے، اسحاقؑ کی قوم سے، حضرت ابراہیمؑ کی قوم سے کہ لاؤ قلم لاؤ، اب آپ یہ بتائیں کہ مصر کے کافر اگر حضرت یوسفؑ کو قلم نہ دیں تو کس کا نقصان ہے، نبی کا یا قوم کا، سمجھ گئے مصر والے کہ قیمت بتائے گا، مسئلہ حل کرے گا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ اس کا وزن کیا ہے؟ جلدی سے قلم دے دو تاکہ پتہ تو چلے تو قوم کا اپنا فائدہ تھا دوڑ کر قلم دے دیا، یوسفؑ نے کہا یہ کاغذ ہے اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر ترازو کے پلّے میں رکھ دو، ترازو کے پلّے برابر ہو جائیں گے یوسفؑ کی قیمت لگ گئی، مسئلہ حل ہو گیا، کافر قوم سمجھ گئی کہ قلم کام آئے گا، مسلمان نہ سمجھے کہ قلم ہمارے کام آئے گا (صلوٰۃ) رسولِؐ خدا نے فرمایا لاؤ میں لکھ دوں کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ نبیؐ کا کیا فائدہ تھا تمہارا فائدہ تھا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ اس لئے کہا کہ قلم لاؤ کچھ لکھ دوں تو کسی نے کہا کہ اگر انہوں نے نہیں دیا تو سلمانؓ و ابوذرؓ بیٹھے تھے، علیؑ بیٹھے تھے وہ دے دیتے اچھا

اعتراض ہے کیوں نہ دے دیا سلمانؑ وابوذرؑ نے، کیوں نہ دے دیا علیؑ نے قلم، تو نبیؐ نے یہ کہا تھا کہ لاؤ کچھ لکھ دوں تا کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ تم گمراہ نہ ہو جاؤ، جسے خطرہ ہے وہ دے قلم، سلمانؑ وابوذر وعلیؑ کو کیا خطرہ ہے گمراہی کا، وہ کیوں دیں قلم، انہیں تو گمراہ ہونا ہی نہیں تھا، ایک بات حل ہوگئی، اب مسئلہ رہ گیا کہ کیا نبیؐ ہار گیا، یعنی زندگی کا اختتام اس ہار پر ہوا، ایک چھوٹی سی چیز مانگی اور نہ ملی، آخری الفاظ کہ قلم اور دوات لاؤ اور اس کے بعد وفات، ساری عمر میں سونا چاندی گھروں کو بھر دیا حد ہے کہ ایک نے کہا کہ اتنی کھجوریں کبھی نہ کھائی تھیں ہمارے آباؤ اجداد نے، نیشا پور پچیس ہزار کا مجمع، ہم آپ کی آواز کے مشاق ہیں، آٹھویں امامؑ نے ایک بار آواز دی کہ سنو میں نے سنا اپنے پدر گرامی امام موسیٰ کاظمؑ سے انہوں نے سنا اپنے پدر گرامی امام جعفرؑ صادق سے انہوں نے سنا اپنے پدر گرامی امام محمد باقرؑ سے انہوں نے سنا اپنے پدر گرامی امام سیّد الساجدینؑ سے انہوں نے سنا اپنے پدر گرامی حسینؑ ابن علیؑ سے انہوں نے سنا اپنے بھائی حسن مجتبیٰؑ سے انہوں نے سنا اپنے بابا علیؑ مرتضیٰ سے انہوں نے سنا رسول خداؐ اپنے بڑے بھائی سے، اور انہوں نے جبریلؑ امینؑ سے اور جبریلؑ یہ کہتے ہوئے آئے کہ معبود نے ایک پیغام دیا ہے لا اِلٰہ الا اللہ ایک قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوا اس نے امان پائی، عماری کا پردہ گر گیا سواری آگے بڑھ گئی، مجمع چیخا اور قلم کاغذ پر چلے پچیس ہزار قلم تحریر لکھ رہے تھے، ایک بار پھر جب مجمع چیخا تو پردے کو اُلٹا، ولا کن بہ شرطھا و شروطھا لیکن اس قلعہ میں جانے کے لئے کچھ شرطیں ہیں پردہ گر گیا سواری آگے بڑھ گئی پھر مجمع چیخا کہ فرزند رسولؐ اس سے آگے لکھوایئے پردہ پھر اُٹھا ولا کن بہ شرطھا و شروطھا و انا من شروطھا ان شرطوں کی ایک شرط میں ہوں پچیس ہزار قلم

لکھ رہے تھے، کیا لکھ رہے تھے لا الٰہ ایک قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوا اس نے امان پائی اور اس قلعے میں داخل ہونے کی پہلی شرط میں ہوں، نام کیا ہے علی رضاؑ۔ میں پہلی شرط ہوں یعنی آٹھویں علیؑ نے بتایا کہ لا الٰہ کہنے کے لئے میں شرط ہوں یعنی بغیر علیؑ کے کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہو سکتے، پچیس ہزار قلمدانوں نے لکھا یعنی آٹھویں فرزند نے بتایا کہ میرے جد یہی لکھوانا چاہ رہے تھے، قلم نہیں دیا آج خود لکھوا رہے ہیں خود قلم لائے ہیں پچیس ہزار قلم تو جب خود لکھوانا چاہ رہے ہو تو وہی لکھواؤں گا جو میرے جد لکھوانا چاہتے تھے، یہ قلم کی کہانی ہے قلم کو دیکھیں تو حیران رہ جائیں کہ جب قلم بنے تو دو حصوں میں بانٹ دیا جائے بیچ میں سے ایک حصہ بڑا ہو ایک چھوٹا ہو ایک ٹوٹ جائے تو لکھ نہ سکے، پتہ چلا کہ اللہ جب قلم کو خلق کرتا ہے تو نور کو خلق کرتا ہے جو نور ہے وہی قلم ہے تو جب نور کو دو حصوں میں بانٹے گا تو قلم بھی دو حصوں میں بٹے گا نور اس لئے دو حصوں میں بٹے گا کہ ایک جائے تو دوسرا آئے ہمارے بچے غور کریں کہ پورے جسم میں نور کیا ہے آپ کے پاس آنکھ ہے، پیشانی پر ایک آنکھ لگا دیتا بڑی سی، نہیں ہم نور کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے ایک جائے تو دوسرا تو رہے نور ہمیشہ دو حصوں میں بٹتا ہے اور قلم بھی دو حصوں میں بٹے گا اور دیکھو اس طرح بٹے گا کہ بلا فصل رہے گا، متصل رہے، اگر قلم کے بیچ شگاف میں ایک چھوٹا سا پھوڑا بھی آ جائے تو تحریر خراب ہو جائے، دیکھنے والا دیکھے اور دور ہی سے اسے خارج کر دے، بلا فصل، بیچ میں کوئی آنے نہ پائے یہ ہے قلم کی کہانی تو پچیس ہزار قلم علیاً ولی اللہ کا پیغام دے کر چلے، کبھی اُردو زبان میں قلم چلا، کبھی انگریزی میں چلا، کبھی ہندی میں چلا، کبھی فارسی میں چلا، کبھی عربی میں چلا، جب اُردو کے پاس وہ قلم آیا، امامؑ کا عطا کیا ہوا تو اُردو زبان جو پہلے ہی شیعیت مائل تھی

اب تو یکی شیعہ بنی اور عہد کیا کہ اہل بیتؑ کے گھر کی کنیز ہوں، آج تک کنیز ہے اور اس نے قسم کھائی اس کلمہ کو نہیں چھوڑوں گی، اگر چاہو کہ میری لغتؑ سے ان محاوروں کو نکال دو مجال نہیں وہ محاورے رہیں گے اور تم بولو گے کیونکہ میں نے لکھ دیا اور میں تمہاری مادری زبان ہوں، اگر اس وقت حساب لگائیں تو دنیا میں سب سے زیادہ جو مجالس ہو رہی ہوں گی وہ اُردو زبان میں، یہ ہے اس زبان کا طرۂ امتیاز، یہ ہے اس زبان کی بلندی اور آج جتنا لٹریچر (Literature) اہلِ بیتؑ پر اس زبان میں لکھا گیا کسی اور میں نہیں، اس زبان نے کچھ ایسی ہستیاں دے دیں پوری دنیا کو ادب میں کہ جس کا جواب دوسرے ادب میں موجود نہیں ہے، جس شہر جس قریہ میں نکل جائیے، ہر ایک اس کا دیوانہ، ہر ایک اس کا عاشق، ہر ایک اس کی بارگاہ میں، اگر صرف امروہہ میں چلے جائیں تو ہر تیسرا آدمی شاعر یا خطاط پہلے تو تھا اب تو کمی آتی جا رہی ہے پہلے یہ عالم تھا کہ امروہے کا ہر آدمی شاعر ہوگا یہ امروہے کا عالم تھا اور یہی اس خطے کا عالم جہاں کے جعفری صاحب ہیں، پھر سر، بھرت پور، آگرہ یعنی جو وہاں پہ پیدا ہو جائے اور چند مہینے بھی رہ جائے چاہے وہ دہلی نکل جائے یا لکھنو وہ شاعر ضرور ہوگا اور اس خطے کا یہ عالم ہے کہ تین کم از کم شاعر اُردو کو دیئے پہلا میر تقی میرؔ، دوسرا غالبؔ، تیسرا انجم آفندی، ثاقب لکھنوی بھی ہیں اور نظیرؔ اکبر آبادی بھی ہیں، میر تقی میرؔ اور غالبؔ تو وہیں پیدا ہوئے نظیرؔ وہیں رہے، غالبؔ اور میرؔ نے آگرہ کو چھوڑا اور دلی کو بسایا۔ جب انہوں نے اُردو زبان سے پیار کیا تو دیوان اُٹھا کر دیکھ لیجئے آپ چاہے میرؔ کا دیوان ہو یا غالبؔ کا دیوان ہو کہ اُردو کا مذہب کیا ہے یا میرؔ بتائیں گے یا غالبؔ بتائیں گے میں اپنے موضوع پر آ گیا آپ صلوٰۃ پڑھیے! لیکن جناب شرط ہے کہ اب تک آپ نے جتنی بھی تقریریں

سنیں وہ میری کوشش تھی، اب جو پیش کرنے جا رہا ہوں وہ میری فکر نہیں ہے یہ غالبؔ کی فکر ہے:۔

مرزا اَسد اللہ خاں غالبؔ دہلوی، اَپنی عظمت کے لحاظ سے اَدب شناس لوگوں کے محبوب ترین شاعر ہیں۔ اُردو اَور فارسی کے ایک عظیم المرتبت مسلّم الثّبوت اور صاحبِ طرز غزل گو کی حیثیت سے ان کو جو غیر معمولی شہرت اور مقبولیت عوام النّاس میں حاصل ہے۔ وہ محتاجِ بیان نہیں۔ وہ کثیر الکلام نہیں مگر اُردو کا مختصر دیوان جانِ اَدب و رُوحِ فکر وفَن ہے۔

''مرزا کے تمام خاندان کا اور بزرگوں کا مذہب سنّت والجماعت تھا مگر اَہل رَاز اور تصنیفات سے بھی ثابت ہے کہ ان کا مذہب ''شیعہ'' تھا۔''

غالبؔ کے کلامِ فارسی و اُردو سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بچپن سے ہی شیعہ عقیدے کو قبول کر چکے تھے اور یہ عقائد ان کے مزاج میں رَچ بَس گئے تھے۔ ان کے اَشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچپن ہی سے مجالسِ عزاء، آئمہ، طاہرینؑ کی ولادت کی محفلوں اور شیعہ نشستوں میں شرکت کرتے رہے ہیں۔ کلّیاتِ فارسی میں نوحے، مرثیے اور فاتحہ کے قطعات اس کا بیّن ثبوت ہیں۔ کیوں کہ مجالس کے خاتمہ پر اس قِسم کے اَشعارِ فاتحہ پڑھے جاتے تھے۔ بعض محققین نے غالبؔ کو تفضیلی، غالی اور نُصیری کہہ کر اُن کی شیعیت کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ خود غالبؔ کے کلام میں اِس کی تردید موجود ہے۔ غالبؔ حضرت علیؑ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے اِس سلسلہ میں ان پر ''نصیری'' ہونے کا اِلزام لگایا جاتا تھا۔ ''ترکیب بند'' کے ایک مِصرع میں انھوں نے اس کی تردید کی ہے۔

دین حق دارم معاذ اللہ نُصیری نیستم

بہر ترویج علیِّ جعفرِ صادق کہ اُوست
وارثِ علمِ رسولؐ و خازنِ سِرِّ کتاب

اِس کے بعد کا شِعر غالبؔ کے شیعہ ہونے کا اَیسا ثبوت ہے جو نا قابلِ تردید ہے۔

تکیہ جُز بَر قول او کردن خطا باشد خطا
راہ جُز بر جادہ اُش رفتن عذاب آید عذاب

یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام اُور اَئمۂ اہلِ بیتؑ کا جو مسلکِ جعفری کہلاتا ہے اِس کے علاوہ کسی کے قول پر اعتماد غلط ہے اور اس کے علاوہ دوسری راہ ختیار کرنا عذاب کو دَعوت دینا ہے۔

غالبؔ عملاً نہ سہی عقلاً اِسی مذہب کو حق سمجھتے تھے۔ ان کے اُردو، فارسی نظم و نثر کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ غالبؔ اَپنے مذہب میں نہایت کٹر شیعہ تھے مگر سُنّی عزیز واَقارب سے متعصب نہ تھے۔ خاص طور پر ان کی سسرال پوری کی پوری کم و بیش سخت قِسم کے سُنّیوں پر مشتمل تھی۔ غالبؔ کی بیوی کے حقیقی چچا زاد بھائی نواب ضیاءُ الدّین اَحمد خاں صاحب جو ایک مقدمے کے سلسلے میں عدالت میں غالبؔ کے خلاف گواہی دے چکے تھے، غالبؔ کے اِنتقال کے بعد میّت کے وارِث قرار پائے انھوں نے زبردستی غالبؔ کو ''سُنّی'' طریقے سے دَفن کیا، حالانکہ غالبؔ کے شیعہ دوستوں نے اِحتجاج بھی کیا۔

غالبؔ بہشت و دوزخ کے وجود کے قائل ہیں اور جزا وسَزا کا احترام کرتے ہیں شفاعت پر انھیں کامل یقین ہے۔ وہ اَئمۂ طاہرینؑ کو ''اُولوالامر'' سمجھتے تھے۔ اور قرآن کی آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (سورہ النساء) کی تفسیر پر ایمان رکھتے تھے۔ وہ خلیفۂ عباسی مامون رشید کو بدترین میزبان

قرار دیتے ہوئے اُس کو حضرت امام علی رضا علیہ السّلام کا قاتل سمجھتے تھے۔ وہ مشایعتِ جنازہ علماء میں فرشتوں کی صفوں کے آسمان سے اُترنے کے قائل اور علمائِ اِمامیہ ان کا دلی جذبہ تھا۔ وہ مرنے والے پر رونے کو بدعت نہیں سمجھتے تھے بلکہ اشک باری اور سر پر خاک پہنچا کر مکمل سوگواری کے قائل تھے۔ ان کو ''نجف اشرف'' میں دفن ہونے کی تمنا تھی۔ مثنوی ''ابرِ گُہر بار'' میں کہتے ہیں:-

که دلِ خستهٔ دہلوی مَسکنے

زِ خاکِ نجف با شدش مَدفنے

فارسی کلام کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غالبؔ ''تعزیہ داری'' کو اِیمان سمجھتے تھے۔ نوحہ و مرثیہ اور سلام کو بخشش کا سہارا سمجھتے تھے۔ مَصائبِ حضرتِ امام حسینؑ میں گریہ و بُکا کو عَینِ ثواب سمجھتے تھے۔

غالبؔ، رِسالت، خلافت اور امامت کے سلسلے میں کیا عقائد رکھتے تھے؟ اِس بات کو سمجھنے کے لئے ان کے خطوط کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ غالبؔ کے خطوط میں ان کے مخاطب شیعہ اور سنّی بھی ہیں۔ سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ ان کے عقیدے کا اِظہار ''خط بنام علاء الدّین خاں'' میں پایا جاتا ہے۔ حمزہ خاں نے نواب علاء الدّین خاں کے خط میں مرزا غالبؔ کو لکھوایا کہ اَب بوڑھے ہو گئے ہو، اب اللہ اللہ کرو۔

غالبؔ کو حمزہ خاں کے اس مذاق پر جلال آ گیا۔ اَمین الدّین خاں علائی کو جوابِ خط دیتے ہوئے آخر میں حمزہ خاں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- ''حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا دَرِیبہ کے بنیوں اور لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا اَور مسائل حیض و نفاس میں غوطہ مارنا اَور ہے اور عرفاء کے کلام سے حقیقت حقّہ

وحدتِ وجود کو اپنے دِل نشین کرنا اور ہے۔ مُشرک وہ ہیں جو ''مسیلمہ کذّاب'' کو نبوت میں خاتم النّبیّن کا شریک گردانتے ہیں مُشرک وہ ہیں جو نَومسلموں کو ''ابوالائمہ'' کا ہمسر مانتے ہیں۔ دُوزخ ان لوگوں کے واسطے ہے۔ میں موحّدِ خالص اور مومنِ کامل ہوں۔ زبان سے ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه'' کہتا ہوں اور دِل میں ''لَاَ مَوجُود اِلَّا اللّٰه لاَ مؤثّر فِي الوَجُود الا اللّٰه'' سمجھے ہوا ہوں، انبیاء سب وَاجِبُ التعظیم اور اپنے اپنے وقت میں سب مفرّض الطّاعت تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نبوت ختم ہوئی۔ یہ خاتم المرسلین اور رحمۃ اللعالمین ہیں۔ مقطعِ نبوت کا مَطلَعِ امامت اور امامت نہ اِجماعی بلکہ ''مِن اللّٰہ'' ہے اور امام مِنَ اللہ علی علیہ السّلام ہے۔ ثم حسنؑ ثم حسینؑ اِسی طرح تا مہدی موعود علیہ السّلام۔ ہاں اِتنی بات اور ہے کہ اَباحت و زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں۔ اگر مجھ کو دُوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہوگا بلکہ دوزخ کا ایندھن بنوں گا اور دوزخ کی آنچ کو تیز کروں گا تاکہ مشرکین و منکرین نبوت مصطفویؐ اور امامتِ مرتضویؑ اُس میں جلیں''۔

غالبؔ نے نثر و نظم میں جس طرح اَپنے عقائد کا اظہار کیا ہے۔ ان کا تفصیلی جائزہ یہ بتلاتا ہے کہ وہ بچپن ہی سے شیعہ اثناء عشری تھے۔ بعد میں علمی تحقیق کی بنیاد پر اور سوچ سمجھ کے انھوں نے یہ مسلک برقرار رکھا۔ غالبؔ اسلامی فرقوں کے امتیازات عقائد کی حقانیت اَور اَبطال کے تفصیلی مباحث علمِ کلام کی موشگافیوں اُصول و فروع کے نکات اور فرقہ وارانہ چشمکوں سے بخوبی واقف تھے۔ حضرت علیؑ اور دیگر ائمہ طاہرینؑ کا احترام تمام اسلامی فرقے کرتے ہیں مگر ان کے مدارج ہر ایک کے یہاں مختلف ہیں حضرت علیؑ کو شیعہ پہلا امام اور خلیفۂ بلافصل مانتے ہیں۔

دوسرے مسلمان انؑ کو چوتھا خلیفہ مانتے ہیں۔ اکثر مسلمان بارہ ائمہ اہلِ بیتؑ کو اِمام کہتے ہیں۔ مگر شیعہ ان کو جب امام کہتے ہیں تو اس طرح ان کو مامور مِن اللہ اور اولیٰ بالتصرف بھی مانتے ہیں شیعوں کے نزدیک ائمۂ فقہ یا دوسرے اکابر کے لئے لفظ ''امام'' کا اطلاق مجازی ہے اور وہ عظمت کا مظہر۔ مگر ائمۂ اثناء عشر کے لئے وہ مجاز شرعی ہے جو امام کے قرآنی مفہوم کو ظاہر کرتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ امام اللہ مقرر کرتا ہے۔ غالب کا یہ جملہ توجہ طلب ہے:- مشرک وہ ہیں جو نؤ مسلموں کو ''ابوالائمہ'' کا ہمسر مانتے ہیں۔

شیعوں کے ''اصولِ دین پانچ ہیں'' (توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت) سُنّی مسلمان صرف توحید، نبوت اور قیامت کے قائل ہیں۔ غالب شیعہ اصولِ دین پر ایمان رکھتے تھے۔ واجد علی شاہ کی مدح میں قصیدہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

غلام شاہم و حق دانم و حق اندیشم

معاد و عدل و امام و نبی و یزداں را

غالب کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ ہے کہ خدا، عدل، نبوت، امامت اور قیامت کو اصولِ دین جانتا اور مانتا ہوں'' شیعہ عقیدے میں امامتِ مرتضویؑ جزوِ ایمان ہے اور امامت اصول دین میں چوتھا اصول ہے نجات اخروی کے لئے یہ اصول بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور جو امامت کا منکر ہے وہ جہنم میں جلے گا۔ غالب نے اپنے خط میں اسی جانب اشارہ کیا ہے۔ ''منکرین نبوتِ مصطفویؐ و امامتِ مرتضویؑ اس میں جلیں۔'' غالب چودہ معصومین اور بارہ ائمہ کو مانتے تھے اور اُن سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ حاتم علی بیگ مہر کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔'' صاحب بندہ اثناء عشری ہوں، ہر مطلب کے خاتمے پر ۱۲ کا ہندسہ لکھا کرتا ہوں خدا کرے

میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو۔"

غالبؔ کو حضرت علیؑ سے جو عقیدت تھی اس کا اندازہ ان کے خطوط کے بعض جملوں سے بخوبی ہوتا ہے اور یہ عقیدت خلیفہ سے نہیں بلکہ خلیفہ بلافصل سے تھی وہ علیؑ علیؑ کہنا جزوِ ایمان سمجھتے تھے۔ میر مہدی مجروحؔ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔"خدا کے بعد نبیؐ اور نبیؐ کے بعد امام، یہی مذہبِ حق وَالسّلام والاکرام علیؑ علیؑ کیا کر اور فارغ البال رَہا کر۔" مرزا غالبؔ خود کو علیؑ کا بندہ کہتے تھے۔ یوسف مرزا کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔"جانتے ہو علیؑ کا بندہ ہوں، اس کی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھاتا۔" منشی میاں داد خاں سیف الحق سیاحؔ کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔"میں سادات کا نیاز مند اور علیؑ کا غلام ہوں" میر مہدی مجروحؔ کو دعا دیتے ہیں۔"صاحبِ لوائے ولائے مرتضویؑ پر علم عباسؑ ابن علیؑ کا سایہ اور انھیں کو ایک خط میں یہ جملہ بھی لکھتے ہیں۔"خدا کا بندہ ہوں، علیؑ کا غلام، میرا خدا کریم، میرا خداوند سخی۔"

"علیؑ دارم چہ غم دارم"

حضرت علیؑ کو"خلفیہٗ بلافصل" ماننے والا شیعہ ہے اور غالبؔ کے نزدیک شیعہ کبھی مذہب نہیں تبدیل کرسکتا یوسف مرزا کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔"دوسرا اَمر یعنی تبدیل مذہب، عیاذاً باللہ علیؑ کا غلام کبھی مُرتد نہ ہوگا۔" سیّد غوث علی شاہ قلندر تیرھویں صدی ہجری میں سلسلہ قادریہ کے بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں وہ اپنے "ملفوظات" میں لکھتے ہیں:۔"ایک دن ہم نے مرزا غالبؔ سے پوچھا کہ تم کو کسی سے محبت بھی ہے؟ کہا کہ"ہاں" حضرت علی مرتضٰیؑ سے۔"" پھر ہم سے پوچھا کہ آپ کو؟ ہم نے کہا، واہ صاحب آپ تو "مغل بچہ" ہوکر علیؑ مرتضٰی کی محبت کا دَم

بھریں، ہم ان کی اولاد کہلائیں اور ان سے محبت نہ رکھیں، کیا یہ بات آپ کے قیاس میں آسکتی ہے۔"

شیعیت میں دو اہم عقائد ہیں، ایک تولاّ یعنی وابستگی، دوسرے تبرا یعنی اعلانِ بیزاری۔ غلطی سے لوگ "تبرا" کا مفہوم "بدگوئی" سمجھتے ہیں حالانکہ تولاّ اور تبرا کے مفہوم کو قرآن نے مختلف مقامات پر بیان کردیا ہے۔

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ

(آل عمران آیت ۲۸)

ترجمہ:۔ مومنین، مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا سرپرست نہ بنائیں۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تولاّ ہر شخص کے واسطے ایک ضروری رُکن ہے کیونکہ ایمانداروں سے تولاّ اور مخالفین سے بیزاری اور علیحدگی یعنی تبرا کرنا حکمتِ اخلاق کا ایک بڑا گُر ہے اور اس سے کوئی مذہب خالی نہیں۔

سورۃ البقر کی آیت ۱۶۷ میں قرآن نے تبرا کا لفظ استعمال کرکے وضاحت کے ساتھ تبرا کے معنی بیان کردیے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ کَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا

(البقرہ ۱۶۷)

ترجمہ:۔ اور پیروی کرنے والے کہیں گے اگر ہم کو لوٹ کر جانا ملے تو ہم بھی اسی طرح ان سے تبرا (بیزاری) کریں گے جس طرح انھوں نے ہم سے اس وقت تبرا کیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے جب تبرا اور بیزاری کا اعلان کیا تو قرآن نے اس طرح بیان کیا۔

اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ (التوبہ ع ۱۱۴)

ترجمہ:۔ جب ان کو معلوم ہوگیا کہ وہ یقینی خدا کا دشمن ہے تو یہ (ابراہیمؑ) اس

سے بیزار ہو گئے یعنی انھوں نے تبرّا اختیار کیا۔ بیشک ابوہیم یقیناً بڑے دردمند بردبار تھے۔

غالبؔ جیسے ذہین انسان نے اپنے علمی مطالعے پر یقین کرتے ہوئے تولّا اور تبرا کے عقیدے کو اپنے ایمان کا جزو بنالیا اور انہوں نے مختلف صورتوں میں اس کا اظہار بھی کر دیا۔ مولانا محمد حسین آزاد ''آبِ حیات'' میں غالبؔ کا ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں:۔ ''بعض بعض شاگردوں نے غالبؔ سے کہا کہ آپ نے حضرت علیؑ کی مدح میں بہت قصیدے اور بڑے بڑے زور کے قصیدے کہے، صحابہ میں سے کسی کی تعریف میں کچھ نہ کہا؟ مرزا غالبؔ نے ذرا تامل کر کے کہا کہ اُن میں کوئی ایسا دکھا دیجئے تو اس کی تعریف بھی کہہ دوں''۔

غالبؔ، حضرت علیؑ کے مقابل کسی اسلامی شخصیت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، اسی لئے انہوں نے مسلمان حکمرانوں کو نو مسلموں کے نام سے یاد کیا اور ان حضرات کو حضرت علیؑ کا ہمسر سمجھنے والوں کو مشرک قرار دیا ہے۔ خطوط کے علاوہ انہوں نے غزل میں بھی ان عقائد کا اظہار کیا ہے:۔

نظر بہ نقصِ گدایاں، کمال بے ادبی ہے
کہ خارِ خشک کو بھی دعوئے چمن نسبی ہے

امام ظاہر و باطن، امیرِ صورت و معنی
علیؑ ولی ، اسد اللہ ، جانشینِ نبیؐ ہے

غالبؔ کی یہ غزل ''بحرِ مجتث مثمن مخبون'' میں ہے، اس بحر میں غالبؔ نے صرف دو غزلیں لکھی ہیں۔ حضرت علیؑ کے مقابل جنگ کرنے والوں کی غلطی اور خطا کو مسلمان ''خطائے اجتہادی'' کہتے ہیں، غالبؔ کا عقیدہ ہے کہ علیؑ سے جنگ کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے، غالب نے ''خطائے اجتہادی'' پر جو چوٹ کی ہے

اس کا حریفانہ انداز دعوتِ فکر دے رہا ہے:-

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمنِ دیں
علیؑ سے آ کے لڑے اور خطا کہیں اس کو

یزید کو تو نہ تھا اجتہاد کا پایہ
بُرا نہ مانیئے گر ہم بُرا کہیں اُس کو

یہ غالبؔ کے ''تبرا'' کا اندازہ ہے اور توَلّا کا اظہار اسی سلام میں اس طرح کرتے ہیں:-

علیؑ کے بعد حسنؑ اور حسنؑ کے بعد حسینؑ
کرے جو اِن سے بُرائی بھلا کہیں اُس کو

نبیؐ کا ہو نہ جسے اعتقاد کافر ہے
رکھے امام سے جو بغض کیا کہیں اُس کو

غالبؔ کی مذہبی شاعری اُن کے عہد کی ترجمانی بھی کرتی ہے۔ یہ وہ عہد تھا جب سلطنتِ مغلیہ کے زوال اور مسلمانوں کی اِقتصادی تباہی کی بدولت آپس کا اِختلاف بہت ناگوار شکل اختیار کر گیا تھا۔ دہلی میں ایرانی اور تورانی اقتدار پسندی کے نتائج ظاہر ہو کر فضا کو مکدّر کر رہے تھے۔ دہلی والوں میں اودھ کے عروج سے حَسَد پیدا ہو رہا تھا اور یہ حسد اودھ سے نہیں بلکہ شیعیت کے عروج سے تھا محدّث دہلوی ''تحفۂ اثناء عشریہ'' جیسی کتاب شیعوں کی رَد میں غالبؔ کی دہلی میں بیٹھ کر تالیف کر رہے تھے۔ لکھنوٗ سے اس کتاب کا جواب ''عبقات الانوار'' کے نام سے دیا گیا تھا۔ مناظرے کی ان کتابوں سے غالبؔ بے خبر نہ تھے ''عبقات الانوار'' کی ایک مکمل جلد ''حدیثِ رائیت'' پر تالیف ہوئی تھی، تاریخ اسلام کے مطابق خیبر کے قلعہ کو فتح کرنے کیلئے پہلے دو تین حضرات کو بھیجا گیا لیکن یہودی سردار مرحب کی دھمکی

سے ڈر کر یہ حضرات واپس آ گئے۔ حضرت رسولؐ خدا نے اس شکست کو دیکھ کر فرمایا ''کل میں عَلَم مرد کو عطا کروں گا۔'' (اسی حدیث کو حدیث رائیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) دوسرے دن عَلَم حضرت علیؑ کو عطا کیا گیا، حضرت علیؑ نے یہودی سردار مرحب کو قتل بھی کیا اور قلعۂ خیبر کا دروازہ بھی اکھاڑ لیا۔ بے شمار یہودی قتل ہوئے اس طرح یہ جنگ حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر فتح ہوئی۔ یہ تھی غالبؔ کے عہد میں ہونے والے مناظروں کی ایک جھلک۔ اب غالبؔ کی غزل کا یہ مطلع دیکھئے۔

دھمکی میں مرگیا، جو نہ بابِ نبرد تھا!
عشقِ نبرد پیشہ ، طلب گارِ مرد تھا

میدان جہاد جس میں شجاع کیلئے ضروری ہے کہ وہ عشق الٰہی و عشق رسولؐ میں سرشار ہوکر آئے، غالب نے جہاد کے میدان کو ''عشقِ نبرد پیشہ'' کہہ کر حضرت علیؑ کی شجاعت کو ظاہر کیا ہے، شعر میں ''باب'' کا لفظ ''بابِ خیبر'' کی طرف اشارہ کرتا ہے اور لفظ ''مَرد'' ختمیٔ مرتبت کی حدیث ''کل عَلَم مرد کو دوں گا'' اس طرف اشارہ ہے۔ غالبؔ کے بے شمار اشعار ان کے مناظرانہ ذہن کی عکاسی کرتے ہیں جن میں تَولاّ اور تبّرا کے عقیدے کا کھلا اظہار بھی ملتا ہے، یہ شعر دیکھئے۔

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا، یہ بازی گر کھلا

مسلمانوں کے عقیدے میں حضرت رسولؐ خدا کی یہ حدیث بہت مقبول ہے کہ ''میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی پیروی کرو گے نجات پاؤ گے۔'' محدّثین نے اس حدیث کو مستند نہیں مانا، غالبؔ نے اسی حدیث پر سخت تنقید کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے کہ ستاروں کا ظاہر اور باطن الگ الگ ہے۔ یعنی وہ

ہدایت کی منزل پر کیسے آسکتا ہے

غالبؔ نہ غالی تھے نہ تفضیلیے اور نہ نُصیری، بلکہ انہوں نے جگہ جگہ تشیع کا اظہار کیا ہے۔ اور غالبؔ کا تشیع ان کے فن کا جوہر ہے۔ غالبؔ کا ''عشقِ علیؑ'' ان کے اشعار میں جبرئیلؑ کے پروں کا ترنم اور ذوالفقار کی جھنکار پیدا کرتا ہے۔ غالبؔ کا فارسی دیوان تو مدحِ علیؑ و عشقِ علیؑ سے بھرا پڑا ہے لیکن اردو کے مختصر دیوان میں بھی بہت کچھ ہے۔

موجودہ اُردو دیوان میں حضرت علیؑ کی منقبت جناب امیر علیہ السلام کی منقبت میں دو قصیدے اور غزلیات میں ۲۲ شعر جناب امیر علیہ السلام میں ہیں جن میں بعض شعر معروضی یا خطابی ہیں اور چند اِعتقادی حیثیت رکھتے ہیں:۔

مشکیں لباسِ کعبہ علیؑ کے قدم سے جان
ناف زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے

غالبؔ کا یہ شعر اَپنے معنی و مطالب کے اعتبار سے بہت گہرائی و گیرائی رکھتا ہے۔ مکّہ کا ایک نام قرآن نے ''اُمّ القریٰ'' بتایا ہے یعنی قریوں کی ماں یا زمین کا مرکز، کہتے ہیں کہ ملک عرب کرۂ ارض کا مرکز ہے۔ عرب کا مرکز ''حجاز'' ہے۔ حجاز کا مرکز ''مکّہ'' ہے۔ مکّہ کا مرکز ''خانۂ کعبہ'' ہے اور کعبہ کا مرکز وہ مقام ہے جہاں حضرت علیؑ کی ولادت ہوئی۔ زمین اسی مرکز پر گردش کررہی ہے۔ غالبؔ کہتے ہیں زمین کی یہ گردش بالکل اَیسی ہے جیسے جنگل میں غزال گردش میں ہوتا ہے۔

غزال یعنی ہرن کے جسم کا مرکز ناف ہے، ناف میں مُشک ہوتا ہے۔ ہرن مُشک کی خوشبو پاکر جنگل میں دائرہ کی شکل میں گردش کرتا ہے۔ بالکل اِسی طرح زمین اَپنے مرکز سے خوشبو پاکر گردش کررہی ہے۔ لیکن اِس خوشبو کو نافِ غزال نہیں

کہہ سکتے۔ یہ خوشبو جو غلافِ کعبہ سے آ رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خانۂ کعبہ میں حضرت علیؑ کی ولادت ہوئی تھی خانۂ کعبہ میں حضرت علیؑ کی ولادت کا ذکر بیشتر شعراء نے کیا ہے، ناسخؔ کہتے ہیں۔

پیشتر کعبہ ہی تھا قبلہ بھی تجھ کو کر دیا
اَے حرم تجھ میں جو فخرِ مُرسلاں پیدا ہوا

آتشؔ نے کعبے سے حضرت علیؑ کی دو نسبتوں کا ذکر ایک ہی شعر میں کیا ہے۔

بُت توڑنے کو دُوشِ نبیؐ پر جو چڑھا ہے
کعبہ کو تولّد سے ہے اس کے شَرَف اَے دِل

لیکن غالبؔ نے حضرت علیؑ کی ولادت کا ذکر اس انداز سے کیا ہے کہ منقبت میں بھی وہ ایک کائناتی تصور پیش کر دیتے ہیں۔ ان کے ہم عصر شعراء کا تخیل اتنا بلند نہیں۔

غالبؔ کو غزل کا مَوَاد اکثر و بیشتر مذہبی دُنیا سے ملا ہے جس کے شواہد پیش کیے جا چکے ہیں۔ غالبؔ، بندگیٔ بوترابؑ میں مشغولِ حق رہا کرتے تھے اور غزل کے بعض اشعار اَیسے ہیں جن میں ''اِظہارِ حق'' کے مسائل میں انھوں نے اِنتہائی کمال کا مظاہرہ کیا ہے۔

غالبؔ ندیمِ دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگی بوترابؑ میں

غالبؔ کہتے ہیں حضرت علی علیہ السّلام کے جسمِ اَطہر سے بوئے دوست یعنی اللہ تعالیٰ کے نور کی خوشبو (ضَو) محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے میں حضرت علیؑ کی بندگی کو، یا محبت کو خدا کی عبادت تصوّر کرتے ہوئے اِسی میں مشغول ہوں۔

دوسرا شعر اس سے بھی زیادہ بلند تخیّل لئے ہوئے ہے:۔

غالبؔ ہے رُتبہ فہم تصوّر سے کچھ پرے
ہے عجز بندگی جو علیؑ کو خُدا کہوں

کہتے ہیں "اے غالب حضرت علیؑ کا مرتبہ تصوّر کی فہم اور سمجھ سے پرے (دور) ہے اور تصور وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا یہ میرا عجز بندگی شمار کیا جائے گا اگر میں علیؑ کو خدا کہہ دوں گا ان کا رُتبہ نہ معلوم کیا ہے۔ خدا اپنی جگہ ہے اور علیؑ اپنی جگہ۔

غالبؔ کے ان افکار سے تذکرہ نویسوں نے حضرت علیؑ کی "ربوبیت" کا پہلو مراد لیا ہے وہ دراصل اس منزل کو نہیں سمجھ سکے جو شیعوں کے نزدیک منزل علیؑ ہے۔ یعنی حضرت علیؑ خدا تو نہیں ہیں مگر صفاتِ خدا کے مظہر ضرور ہیں۔ یہ خیال شیعوں کے علاوہ اہلسنّت حضرات میں بھی پایا جاتا ہے۔ اکابر صوفیہ بھی اسی کے قائل نظر آتے ہیں۔ مثلاً علاّمہ عینی شاہ نظامؔی نے حضرت علیؑ کی منقبت میں یہ اشعار نظم کئے ہیں:۔

علیؑ شہودِ خدا وجودِ علیؑ
علیؑ بہ نامِ خدا اور خدا بہ نامِ علیؑ
علیؑ بہ عرشِ خدا و علیؑ بہ فرشِ نبیؐ
خدا مقامِ علیؑ و نبیؐ مقامِ علیؑ

خدا کو جو ڈھونڈھا ، محمدؐ کو پایا
محمدؐ کو دیکھا تو دیکھا علیؑ ہے
علیؑ و محمدؐ ہیں یک نور و یک جاں
علیؑ ہے محمدؐ ، محمدؐ علیؑ ہے

اللہ، محمدؐ اور علیؑ کے نور کا مشاہدہ کرنے کے بعد غالبؔ نے انتہائی حیرانی کے عالم میں یہ شعر کہا تھا:-

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

غالبؔ نے قرآن کا مطالعہ علمی و تحقیقی انداز سے کیا تھا۔ قرآن کی یہ آیت اور اس کی تفسیر اُن کے پیش نظر تھی۔

وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ط (سورۂ بروج ۸۵ ع ۳)

ترجمہ:۔ ''قسم ہے گواہی دینے والے کی، اور جس کی گواہی دی گئی۔''

امام جعفر صادق علیہ السّلام کی حدیث کے مطابق اس آیت میں ''شاہد'' سے مراد حضرت رسولِؐ خدا اور ''مشہود'' سے مراد ہیں حضرت علیؑ۔

مختصر یہ کہ غالبؔ، حضرت علیؑ کو خدا نہیں بلکہ خدا کا مظہر سمجھتے تھے۔ اور حضرت علیؑ خدا کا مظہر ان معنوں میں ہیں کہ آپ کو ''یداللہ'' یعنی خدا کا ہاتھ، عین اللہ، یعنی اللہ کی آنکھ، وجہ اللہ، یعنی اللہ کا چہرہ اور ''لسان اللہ'' یعنی اللہ کی زبان کہتے ہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

(سورۂ رحمٰن آیت نمبر ۲۵، ۲۶)

ترجمہ: جو مخلوق زمین پر ہے سب فنا ہو جائے گی اور صرف تمہارے پروردگار کا چہرہ باقی رہ جائے گا۔ قرآن نے اللہ کے چہرے کا ذکر کر کے ''وجہ اللہ'' کے لقب کو تقویت عطا کی اسی لئے مسلمان حضرت علیؑ کو ''کرم اللہ وجہٗ'' کہتے ہیں۔ یہ تمام نکاتِ علومِ اسلامیہ، غالبؔ کے دماغ میں محفوظ تھے اور جب وہ عشق علیؑ میں ڈوب کر تخلیقِ شعر کی طرف مائل ہوتے تھے تو اُن کا قلم منقبت کے زر و جواہر اُگلنے لگتا تھا۔

حضرت علیؑ کو غالبؔ، مولا یعنی اولیٰ بِالتصرف سمجھتے تھے۔ حضرت علیؑ اُولیِ الامر ہیں، اس لئے کائنات کی ہر شے پر ان کا اختیار و اقتدار ہے اور انہیں کا حکم چلتا ہے۔ اس موضوع پر غالبؔ کے دیوان میں غزل کے آٹھ اشعار ملتے ہیں۔ اگر اُولی الامر حضرت علیؑ کا امر نہی کے بارے میں جاری ہو یعنی آپ منع کردیں، تو آئینہ گل رُخوں کے لئے سدِّ سکندر بن جائے اور وہ اپنی نگاہ سے آئینہ میں اپنے عکس نہ دیکھ سکیں۔

سدِّ اسکندر ہو از بہرِ نگاہِ گُل رُخاں
گر کرے یوں اَمرِ نہی بوترابؑ آئینہ پر

آئینہ خود پسندی اور نرگسیت کے لئے دیکھا جاتا ہے۔ اگر حضرت علیؑ آئینہ کو منع کردیں تو وہ آئینہ سدِ سکندر بن جائے یعنی لوہے کی دیوار کی طرح ہو جائے۔ غالبؔ کا یہ اہتمام بھی قابل غور ہے کہ آئینہ سکندر کی ایجاد ہے اور سکندر نے لوہے کو جلا کر پہلی مرتبہ آئینہ تیار کیا تھا۔ لفظِ بوتراب رکھ کر یہ باریکی پیدا کی ہے کہ مٹی سے بنا ہوا انسان اپنی حقیقت کو سمجھے اور آئینہ دیکھ کر خود پسندی اور نخوت پیدا نہ ہو بلکہ خاکساری انسانی جوہر ہے یہ نہ بھول جائے۔ جس کے دِل میں "عشقِ علیؑ" ہوتا ہے آگ اُسے نہیں جلا سکتی۔

دُھوئیں سے آگ کے اِک اَبر دَریا بار پیدا ہو
اَسدؔ حیدرؑ پرستوں سے اگر ہوئے دوچار آتش

غالبؔ کہتے ہیں اگر آگ ہم حیدرؑ پرستوں کے مقابلہ میں آکر کوئی گزند پہنچانے کا اِرادہ کرے تو اس کے دُھوئیں سے اک اَبر دَریا بار پیدا ہو جائے اور وہ خود اس سے نقصان اُٹھائے یا کچھ بھی نہ کر سکے۔ بُت پرستی خود بُت پرستوں کے لیے عذاب بن جاتی ہے۔

اَسدؔ قدرت سے حیدرؑ کی ہوئی ہر گبر و ترسا کو
شرارِ سنگِ بُت ہے بَر بنائے اِعتقاد آتش

اَے اسدؔ حیدرِؑ کرار کی یہ دست گاہ اَور یہ قدرت قابل دید ہے کہ بُت پرستی چونکہ آپ کے نزدیک ممنوع ہے اور اس پاداش میں بُت پرستوں کو آگ میں جلایا جائے گا اِس لیے خود بُتوں کے پتّھر سے آگ نکلنے لگی اور وہ ہر بُت پرست کے لیے عذاب آتش بن گئی۔ گویا شرارِ سنگ بُت وہ آگ ہے جس سے اِعتقاداً آپ نے خوف دلایا تھا۔ جس نے حضرت علیؑ کو اَپنا اِمام سمجھا دُنیا کے غم اس سے دور رہتے ہیں۔

کیا غم ہے اُس کو جس کا علیؑ سا اِمام ہو
اِتنا بھی اَے فلک زَدہ کیوں بے حواس ہے

ظاہری حَواس خمسہ پانچ ہیں۔ باصرہ، سامِعہ، شامّہ، لامسہ، ذائقہ، اگر یہ پانچوں حَواس اپنا کام چھوڑ دیں تو انسان بے حواس ہو جاتا ہے۔ غالبؔ کہتے ہیں۔ فلک نے اگر بے حواس کر دیا ہے تو پریشانی اور غم کیسا جب علیؑ جیسا امام موجود ہے جس کے سامنے یہ حَواس آپ بے حواس ہو جاتے ہیں میر انیسؔ نے اس بات کو اس طرح کہا ہے۔

حقا کہ پنجتنؑ کے شَرَف بے قیاس ہیں
پانچوں حواس آپ یہاں بے حواس ہیں

چونکہ حضرت علیؑ اولیٰ بِالتصرف ہیں اس لیے آپ کا حکم حَواس خمسہ پر بھی جاری ہے اگر فلک مصیبتیں توڑے گا تو یہ حَواس حکم علیؑ سے قائم رہیں گے اور اِنسان فلک، زدہ بے حَواس نہیں ہوسکتا۔

جانشینِ رسولؐ حضرت علیؑ جس جگہ مسند آرائے حکومت ہوں اِس جگہ پر تختِ

سلیمانؑ ہیچ اور بے وقعت معلوم ہوتا ہے۔

جس جگہ ہو مسند آرا جانشینِ مصطفےٰؐ
اُس جگہ تختِ سلیمانؑ نقشِ پائے مور ہے

ایک دن حضرت سلیمانؑ کا تخت چیونٹیوں کی وادی سے گزرا۔ اُن میں سے ایک چیونٹی کہنے لگی اے چیونٹیو! اَپنے اَپنے گھروں میں چلی جاؤ۔ اَیسا نہ ہو کہ سلیمانؑ کا لشکر تم سب کو کُچل ڈالے اَور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ حضرت سُلیمان یہ سُن کر مُسکرائے اَور تخت کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ چیونٹی کو اُٹھا کر اَپنی ہتھیلی پر رکھ لیا اَور فرمایا تو کون ہے؟ اُس نے ان سے کہا، میں ان چیونٹیوں کی بادشاہ ہوں۔ حضرت سلیمان نے پوچھا، تیرا مرتبہ بلند ہے یا میرا؟ چیونٹی نے کہا، اِس وقت تو میرا ہی مرتبہ بلند ہے آپ کی سواری ایک تخت ہے اور میری سواری ایک نبیؑ کا ہاتھ ہے۔ یہ سُن کر حضرت سلیمان علیہ السّلام ہنس پڑے۔

مُور کے معنی چیونٹی، عربی میں چیونٹی کو ''نملہ'' کہتے ہیں اِس کی جمع ''نمل'' ہے قرآن میں ''سورۂ نمل'' جو ستائیسواں سورہ ہے۔ اِس میں حضرت سلیمانؑ اور چیونٹی کی گفتگو کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے اِس واقعہ کی روشنی میں تختِ سلیمانؑ ''نقش پائے مور'' نظر آتا ہے۔

غالبؔ کہتے ہیں، کتنا مرتبہ بلند ہے حضرت علیؑ کا جن کے قدم حضرت ختمی مرتبت کی مہر نبوت پر تھے۔ اُسی کو زیب دیتا ہے وہ مسندِ خلافت پر متمکن ہو جو رسولؐ کے دوش پر قدم رکھ چکا ہے۔

حضرت علیؑ کے اَلقاب میں ''مشکل کشا'' اور ''حاجت روا'' بہت زیادہ مشہور لقب ہیں۔ کتابوں کی چھان بین کے بعد اَندازہ ہوا کہ حضرت علیؑ کو مولا مشکل

کُشا کہنے میں حضرات سنّت وَالجماعت نے شیعوں پر سبقت حاصل کی ہے اَور اِس اِعتراف میں شیعہ حضرات ثانوی حیثیت رَکھتے ہیں۔ حدیثوں میں موجود ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبیؐ کی مدد کی تھی۔ علامہ فتح اللہ اپنی تفسیر قرآن میں عبداللہ بن سلام سے نقل کرتے ہیں کہ رسولؐ اکرم نے فرمایا ''اَے علیؑ تم پیغمبرانِ سابق کے ساتھ ساتھ پوشیدہ طور پراور میرے ساتھ ہو آشکار۔''

خود حضرت علیؑ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے یہ پورا خطبہ کتاب عبقات الانوار، حدیثِ مدینہ میں موجود ہے۔

''میں صاحبِ عَلَم اَور لِوَاء ہوں۔ میں اَسرارِ الٰہی اور باریکیوں کا جاننے والا ہوں، میں خدا کی نشانیوں کو جمع کرنے والا ہوں، میں پَراگندہ کو یکجا کرتا ہوں، میں ہر کَرب کو دور کرتا ہوں، میں کلمہ خدا کا نگہبان، میں مُردوں سے باتیں کرنے والا، میں مشکلوں کو حل کرنے والا ہوں''

اَجمیر شریف کے صوفی بزرگ محمد خادم حسن شاہ نے اَپنی کتاب ''مناصب علیؑ'' میں لکھا ہے۔

''جس طرح لوگ حیاتِ ظاہری میں مولا علیؑ مشکل کشا سے عقیدت رکھتے تھے اور آپ کے روحانی تصرفات سے فیوض حاصل کرتے تھے اُسی طرح آج بھی ولایت مرتضویؑ کے ساتھ لوگوں کو اس درجہ عقیدت ہے کہ آپ کے نام کے وظائف پڑھتے ہیں اور ''یا علیؑ مدد، یا علیؑ مشکل کشا'' کہہ کر استعانت طلب کرتے ہیں''

حضرت علیؑ کو مشکل میں پکارنا ''سنّت نبویؐ'' ہے جس کا جَواز ''نادِ علیؑ'' میں موجود ہے۔ اس کی تائید قرآن کی ایک آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں ''وسیلہ'' کا ذکر ہے بلکہ حکم ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (سورہ مائدہ...ع ۳۵)

ترجمہ: ''اے صاحبانِ ایمان، خدا سے ڈرتے رہو اور اُس کے (تقرّب کے) ذریعہ کی جستجو میں رَہو۔'' مفسّرین نے لکھا ہے کہ حدیث کے مطابق ذریعہ یعنی وسیلہ سے مراد آئمۂ اَہلبیتؑ ہیں۔ وَسیلہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے مقصود تک پہنچا جائے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ خدا تک پہنچنے اور اس کا قُرب حاصل کرنے کا ذریعہ ڈھونڈو، تلاش کرو۔ آیت میں یہ حکم نہیں ہے کہ میری رضامندی ڈھونڈنے کے لئے وسیلہ بناؤ۔ بلکہ تمہارا کام وسیلہ ڈھونڈھ کر اس سے تمسّک رکھنا ہے۔ میرا کام ہے وسیلہ بنانا اور تم تک پہنچانا جس طرح میرا کام ہے نبیؐ بنا کر بھیجنا، اور تمہارا کام ہے عمل کرنا۔ اہل بیتؑ عصمت کی جانب سے بے شمار اَحادیث موجود ہیں کہ اِس آیت میں ''وسیلہ'' سے مراد ہم آلِ محمدؐ ہیں۔ اسی بناء پر مرتبہ شناس اور حق گو انسان اس وسیلہ کو مقدم رکھتے ہیں کیونکہ ان کے واسطے سے دعا جلد قبول ہوتی ہے فارسی اَور اُردو شعرانے خصوصی طور پر اپنی دعاؤں میں حضرت علیؑ کو وَسیلہ سمجھ کر مشکل کشاء اور حاجت رَوا کہہ کر پکارا ہے شیخ سعدیؒ کہتے ہیں۔

کسے مشکلے برد پیشِ علیؑ
مگر مشکلش را کند منجلی

نظامؒ الدّین اولیاء فرماتے ہیں۔

اگر خواہی کہ در محشر شفیعت مصطفےٰ باشد
قَسِیم جنّت و دُوزخ علیؑ مشکل کشا باشد

بوعلی شاہ قلندر فرماتے ہیں۔

فرخ لقا، شمس الضحیٰ، نور الہدیٰ، بدرالدجیٰ
بحر سخا، کان عطا، معجز نما، مشکل کشا

نواب مظفر جنگ بنگش (عہدِ آصفی کے شاعر) کہتے ہیں۔

گرچہ لاکھوں مشکلیں باہم فلک یکجا کرے
ناخنِ مشکل کشا اِک دم میں اس کو وَا کرے

میر سوز کہتے ہیں۔

کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل
محبت ہے اگر مشکل کشا کی

میر تقی میر کہتے ہیں۔

دِل کی گرہ نہ ناخنِ تدبیر سے کھلی
عقدہ کھلے گا میر یہ مشکل کشا کے ہاتھ

بعد میں علامہ اقبال نے اِسی بات کو اِس طرح کہا تھا کہ علیؑ نے میری عقدہ کشائی کردی۔

عشق تو دِلم ربود ناگاہ
اَز کارگرہ کشود ناگاہ

بلکہ اقبال تو اِس بات پر بھی عقیدہ رکھتے تھے۔

جہاں سے پلتی تھی اقبال روح قنبر کی
مجھے بھی ملتی ہے روزی اِسی خزینے سے

غالب بھی حضرت علیؑ کو اَپنا مشکل کشا اَور حاجت رَوَا سمجھتے تھے۔ وہ ہر مصیبت میں اَور ہر آفت و بلا میں حضرت علیؑ کو پکارتے تھے۔

ہزار آفت و یک جانِ بے نوائی اسد
خدا کے واسطے، اے شاہ بے کساں فریاد

کثرتِ اندوہ سے حیران و مضطر ہے اسدؔ

یا علیؑ وقتِ عنایات و دَمِ تائید ہے

غالبؔ دیارِ ہند سے نکل کر بزمِ نجف کی شمع بننے کی آرزو رکھتے ہیں، ان کا دِل سوئے نجف ہے اور وہ حضرت علیؑ سے فریاد طلب ہیں کہ مجھے آپ نجف میں بلوا لیجیے۔

شمع ہوں، تو بزم میں، جا پاؤں غالبؔ کی طرح

بے محل، اے مجلس آرائے نجف جلتا ہوں میں

نجف اشرف میں حضرت علیؑ کے روضے پر پہنچنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

مقطعِ سلسلۂ شوق نہیں ہے یہ شہر

عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہے ہم کو

حضرت علیؑ کا کرم جہاں شاملِ حال ہوتا ہے وہاں مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔

اَسدؔ! جہاں کہ علیؑ برسَرِ نوازش ہو

کشادِ عقدۂ دشوار کار آساں ہے

غالبؔ نے منقبت کے اَشعار میں بھی بلند تخیل پیش کیا ہے۔شعر کا موضوع ''یا علیؑ مدد'' ہے لیکن بے پناہ بلاغت کے اِظہار کے ساتھ۔

لغزشِ پا کو ہے بلد، نغمۂ یا علیؑ مدد

ٹوٹے گر آئینہ اَسدؔ سبحہ کو خوں بہا سمجھ

یا علیؑ مدد کی دِلکش آواز میری رہنمائی کرتی ہے اس لیے میرے پاؤں لغزش سے

محفوظ رہتے ہیں۔ یا علیؑ یا علیؑ کا وِرد انسان کو ہر مصیبت و بَلا سے بچاتا ہے۔ میرا دل اگر افکارِ عالَم کے ستم سے خون ہوگیا ہے تو میں نے اَپنے دِل کو خوں بہا کے طور پر یا علیؑ یا علیؑ کی تسبیح پیش کردی ہے کیونکہ یہ تسبیح وجہِ سکونِ قلب ہے۔ علیؑ علیؑ کا وِرد دل کو قوّت عطا کرتا ہے۔

میر انیسؔ کی ایک رباعی غالبؔ کے اس شعر کی وضاحت میں پیش کی جاسکتی ہے:-

جب نامِ علیؑ منہ سے نکل جاتا ہے
گرتا ہوا اِنسان سنبھل جاتا ہے
کیا نام ہے اِس نام کے قربان انیسؔ
گر کوہِ مصیبت ہو تو ٹل جاتا ہے

نامِ علیؑ کا تعویذ بازو پر ہو تو انسان ہر بَلا و مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔

اَسدؔ گر نام وَالائے علیؑ تعویذ بازو ہو
غریقِ بحرِ خوں، تمثال در آئینہ رہتا ہے

شعر کا مضمون بہت واضح ہے لیکن یہاں بھی غالبؔ نے تخیّل کی کارفرمائی دکھائی ہے کہتے ہیں:

جس کے بازو پر نامِ علیؑ کا تعویذ بندھا ہوتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے۔ وہ اگر باطنی طور پر سرتابہ قدم لہولہان ہی کیوں نہ ہو۔ ظاہری طور پر وہ انسان شفاف آئینے کی طرح نظر آتا ہے۔ جس طرح آئینہ پُشت سے سُرخ ہوتا ہے لیکن اس میں اِنسان اپنی شکل دیکھ سکتا ہے اسی طرح انسان بھی نامِ علیؑ کا تعویذ بازو پر باندھ کر دوسروں کے کام آسکتا ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ تعویذ کا تعلق دَورانِ خون سے بھی ہوتا ہے۔

فارسی اَور اُردو کے شاعروں نے شاعری میں تنوّع پیدا کرنے کے لئے ساقی نامہ کو اہمیت دیتے ہوئے اِس پر اتنا زور دیا کہ اُسے لوازماتِ شاعری میں شمار کیا جانے لگا۔ مذہبی شاعری میں ''ساقی نامہ'' کو ایک خاص اَہمیت حاصل ہوگئی۔ شعراء نے اَیسے اَشعار میں رَنگینی اَور تمکنت کے ساتھ مذہبی و روحانی تقدس کو بھی برقرار رکھا۔ مذہبی شاعری میں ساقی سے مراد حضرت علی علیہ السّلام ہیں۔ ''ساقی نامہ'' کے اشعار میں فارسی اور اُردو شعراء یہ عقیدہ پیش نظر رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت ختمیٔ مرتبت شافع محشر ہوں گے اور اُن کے چاہنے والے میدان حشر میں گرمی سے نجات پانے کے لئے شرابِ کوثر سے سیراب ہوں گے۔ چشمۂ کوثر پر حضرت ختمیٔ مرتبت میں اللہ نے فرمایا ''وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا''(سورۂ دہر ۲۱)

ترجمہ: اور ان کا پروردگار اُنھیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ یہاں ساقی خود خدا ہے گویا روزِ محشر حضرت علیؑ کارِ خدا انجام دیں گے۔

شعراء نے ساقی کی حیثیت سے عموماً حضرت علیؑ کا تذکرہ کیا ہے منقبت اور قصیدہ میں ساقی کو تعظیم و اِحترام کی تمام منزلیں حاصل ہوتی ہیں۔ وہ روحانی اور مذہبی پیشوا بھی ہوتا ہے اور مراتب میں تمام مرسلین و اَنبیاء کرام سے بھی افضل ہوتا ہے۔ ساقی کوثر سے عشق دین و دُنیا کا سکون مہیا کرتا ہے۔ اس عشق کی سرشاری خون میں حرارت پیدا کردیتی ہے۔ اور اس جذبۂ عشق میں اتنی توانائی آجاتی ہے کہ ملائکہ بھی اس کے ہمسر نہیں ہوسکتے۔ (میر انیسؔ کہتے ہیں:-)

عاشور کے دِن عمر سعد نے حُر سے کہا: (میر انیسؔ کہتے ہیں:-)

کون سا باغ تجھے شاہؑ نے دِکھلایا ہے
کہیں کوثر کے تو چھینٹوں میں نہیں آیا ہے

حضرت حُر نے جواب دیا: (میر انیسؔ کہتے ہیں)

نام کوثر کا نہ لے تُو مجھے جوش آتا ہے
انھیں چھینٹوں سے تو بیہوش کو ہوش آتا ہے

شعراء نے ایک جانب حضرت علیؑ کو "ساقی کوثر" مانا ہے تو دوسری جانب ان کی بخشی ہوئی شراب کو شرابِ معرفت یا شرابِ حُبِّ دین قرار دیا ہے اور کبھی "وِلائے علیؑ" کو بھی شراب کہا گیا ہے۔ مرثیے میں ساقی نامہ کی اِیجاد میر اَنیسؔ نے کی تھی۔

ساقی کے کرم سے ہو وہ دَور اور چلیں جام
جس میں عوضِ نشّہ ہو کیفیتِ انجام
ہر مَست فراموش کرے گردشِ اَیّام
صوفی کی زباں بھی نہ رہے فیض سے ناکام

ہاں بادہ کشو! پوچھ لو مَیخانہ نشیں سے
کوثر کی یہ موج آ گئی ہے خلدِ بریں سے

اَے ساقیٔ کوثر مَئےِ فردوس عطا کر
اَے عیسیٔ دوراں مَرَضِ دل کی دَوا کر
اَے دستِ خدا، قلبِ مُکدّر کی صفا کر
اَے نورِ حق آئینۂ خاطر کی جلا کر
مَستی میں نہ فکرِ خِرد و ہوش کروں مَیں
کیفیتِ دُنیا کو فراموش کروں مَیں

مرزا غالبؔ نے اپنی غزلوں میں شرابِ عشقِ علیؑ کا تذکرہ تقریباً چھ شعروں میں

کیا ہے۔ غالبؔ ولائے علیؑ کو دولتِ عرفان، سرمایۂ وجدان اور کیفِ معرفت سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ یہ ''نعمت عشق'' ہر کس و ناکس کو نہیں ملتی۔ اِسی لئے انھوں نے کہا تھا۔

دیتے ہیں بادہ، ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

غالبؔ کے تنقید نگار اور شارحین نے یہاں بھی مادّی شراب سمجھ کر غالبؔ کے اَشعار کی تشریح کی ہے۔ غالبؔ کے منقبتی اشعار میں شراب سے مراد عشق علیؑ کی شراب ہے۔ یہ شراب، بادۂ توحید کا پیالہ ہے۔ جس نے شرابِ عشق علیؑ پی لی وہ خدا کی رحمت کے جام سے تا اَبد سیراب رہے گا۔

بقولِ جُنیدؔ بغدادیؒ:

زِ جامِ لُطف خدا تا اَبد بُوَد سیراب
کسے کہ نوش کند شربۂ زلالِ علیؑ

غالبؔ بھی حضرت علیؑ سے علم و معرفت کی شراب طلب کررَہے ہیں۔

ہے وطن سے باہر اہلِ دِل کی قدرو منزلت
عزلت آبادِ صَدَف میں قیمتِ گوہر نہیں

کب تلک پھیرے اَسدؔ لبہائے تفتہ پر زباں
طاقتِ لب تشنگی اَے ساقئ کوثر نہیں

حضرت علیؑ کی محبت قدر و منزلت کو بڑھا دیتی ہے۔ غالبؔ اَپنے فن کے گہر ہائے آبدار کی قدر چاہتے ہیں۔ غالبؔ کی تشنگی کا سبب زمانے کی ناقدری ہے۔ اس تشنگی کو ختم کرنے کے لئے وہ حضرت علیؑ سے شرابِ معرفت کی طلب کررَہے ہیں اور جب غالبؔ یہ کہتے ہیں۔

بہت سہے غمِ گیتی شراب کم کیا ہے
غلامِ ساقیٔ کوثر ہوں مجھ کو غم کیا ہے

بات اَور زیادہ وَاضح ہوجاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے مانا کہ دُنیا میں بے شمار غم ورَنج میں نے سہے ہیں۔ مگران غموں کے مقابلہ میں عشقِ علیؑ کی شراب کا کیف و اَثر زیادہ قوّت رکھتا ہے۔ میرے پاس سرمایۂ عشق ہے۔ مجھے دنیا کے مصائب و آلام کی پروانہیں ہے۔ایک اَور مشہور شعر دیکھئے:

کل کے لئے کر آج نہ خِسّت شراب میں
یہ سوئے ظن ہے ساقیٔ کوثر کے باب میں

اِس شعر میں غالبؔ نے اِسلام کے عقیدۂ قناعت کو پیش نظر رکھا ہے حدیثوں میں ہے کہ جو یہاں آلام ومصائب برداشت کرے گا اُسے بہشت کی ہر نعمت عطا کی جائے گی اِس شعر میں دو ساقی ہیں ایک اللہ، دوسرے علیؑ ایک ساقی رازقِ حقیقی ہے، دوسرا رزاقِ مجازی ہے۔علاّمہ اِقبالؔ نے کہا تھا:

ترے شیشے میں مَے باقی نہیں ہے
بتا کیا تو مِرا سَاقی نہیں ہے؟

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزّاقی نہیں ہے

غالبؔ کے اس شعر میں معرفتِ اِلٰہی کا پَرتَو صاف نظر آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں تو اگر عطا میں کمی کرے گا تو تیرے اُس بندے پَر حرف آئے گا جس کو تونے کائنات کا امامِ مبین بنایا ہے جو زمین پر تیرا نائب ہے تیرا خلیفہ ہے۔ وہ یہاں بھی عطا کرے گا اَور قیامت میں بھی، یہ کہنا کہ جِسے یہاں سب کچھ مل گیا آخرت میں اُس

کو ہر چیز سے محروم رکھا جائے گا یہ بات ساقی کوثر کی فیاضی پر سوئے ظن ہے۔

غالبؔ کے نظریہ کو یہ شعر واضح کر دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم کو ساقی کوثر کی محبت پر ناز ہے۔ ہم نے اس محبت کی بدولت اپنے سرِ فخر کو بلند کر رکھا ہے۔ اور جس نے اس محبت اور معرفت سے اپنے سر کو بلند رکھا وہ ساقی کوثر کی عطا سے کبھی محروم نہیں رہ سکتا:

جھکاتے ہیں سر آستانِ علیؑ پر
سرِ فخر تا لامکاں کھینچتے ہیں

نقشِ لاحول لکھ اے خامۂ ہذیاں تحریر
''یاعلیؑ'' عرض کر اے فطرتِ وسواس قریں

لاحول یعنی ''نہیں ہے قوت''۔ یہ کلمہ نفرت و بیزاری کا ہے۔ قریں بمعنی نزدیک۔

مطلب یہ ہے کہ اے خامۂ ہذیاں تحریر تو اب اس ہذیان نویسی سے نجات کے لئے ''لاحول'' کا تعویذ لکھ اور جو کچھ بیہودہ بکا ہے اُس پر نفرین بھیج اور استغفار کہہ اور اے فطرتِ وسواس قریں تو اِن وسواس ہائے شیطانی سے بچنے کے لئے حضرت علیؑ کے نام کا وِرد کر۔

مظہرِ فیضِ خدا جان و دلِ ختمِ رُسل
قبلۂ آلِ نبیؐ کعبۂ ایجادِ یقیں

قبلہ و کعبہ، دونوں سے مراد صرف اظہار فضیلت و بزرگی ہے۔ ایجاد، دنیا۔

حضرت علیؑ علیہ السلام وجہِ فیضِ خدا کے مظہر اور رسول خاتم النبیینؐ کے سب سے پیارے ہیں۔ آلِ نبیؐ کے قبلہ اور یقین رکھنے والی دنیا کے کعبہ ہیں۔ یعنی مسلمانوں میں سب سے زیادہ بلند و برتر و بزرگ ہیں۔

جاں پناہا! دل و جاں فیض رسانا! شاہا!
وصیٔ ختم رسلؐ تو ہے بہ فتوائے یقیں

وصی کے معنی ہیں جانشین۔نائب۔

حضرت علیؑ سے خطاب ہے کہ اے جاں پناہ، اے فیض رسان دل و جان، اے بادشاہ تو خاتم المرسلین کا یقیناً وصی ہے۔

جسم اطہر کو ترے دوش پیمبرؐ منبر
نام نامی کو ترے، ناصیۂ عرش نگیں

محمد بن مامون ہلالی والیٔ مدینہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے پوچھا، فتح مکہ کے روز ختمی مرتبتؐ نے علیؑ کو کاندھے پر کیوں چڑھایا تھا؟ آپؑ نے جواب دیا۔اس لئے کہ بتانا مقصود تھا کہ میری ذریت اس سے چلے گی۔ پھر آپ نے فرمایا تو نے نہیں دیکھا درخت کا تنا نیچے ہوتا ہے اور شاخیں اوپر، پھر کہا تو نے نہیں دیکھا، شمع کا شعلہ اوپر ہوتا ہے پس یہ سمجھ لے، طاہر کے دوش پر طاہر ہی قدم رکھ سکتا ہے۔

کس سے ممکن ہے تری مدح بغیر از واجب
شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں

آئین بندی، وہ زیب و آرائش جو بادشاہ کے شہر میں داخل ہونے کے وقت بازاروں میں کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ سوائے خدا کے تیری تعریف کسی سے ممکن نہیں، کیونکہ شمع کی زینت صرف شعلہ شمع ہی کر سکتا ہے۔

آستاں پر ہے ترے جوہرِ آئینۂ سنگ
رقم بندگیٔ حضرت جبرئیلؑ امیں

رقم بندگی، یعنی بندگی کے نشانات۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے سنگ آستاں کے جوہر حضرت جبریلؑ امیں کے نشانات بندگی (ناصیہ فرسائی) سے بنے ہیں۔

تیری مدحت کیلئے ہیں دل و جاں کام و زباں
تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم، دست و جبیں

دل و جان، کام و زبان سب تیری ہی مدح کیلئے پیدا ہوئے ہیں اور لوح و قلم، دست و جبیں تیرے ہی سلام کرنے کو بنے ہیں۔

تیرے در کیلئے اسباب نثار آمادہ
خاکیوں کو جو خدا نے دیئے جان و دل و دیں

ہم خاکیوں کو خدا نے جان و دل و دیں جو کچھ دیا ہے، وہ سب کچھ تیرے در پر نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔

کس سے ہوسکتی ہے مدّاحی ممدوحِ خدا
کس سے ہوسکتی ہے آرائشِ فردوس بریں

جس کی تعریف خود خدا نے کی ہو بھلا اس کی تعریف کون کرسکتا ہے کس کے بس کی بات ہے کہ وہ فردوس کی آرائش کرے۔

جنسِ بازارِ معاصی ، اسد اللہ اسدؔ
کہ سوا تیرے کوئی اس کا خریدار نہیں

حضرت علی المرتضیٰ علیہ السّلام کا لقب شیر خدا (اسد اللہ) ہے۔ پس مرزا غالب ان کو اس لقب سے خطاب کر کے کہتے ہیں کہ اے اسدؔاللہ، اسدؔ (غالبؔ) معاصی کی ایک جنس ہے جس کو سوائے تیرے کوئی نہیں خرید سکتا۔ لفظ ''اسد'' میں ابہام

ہے۔ لفظ ''اسد'' ثانی شاعر کا تخلص ہے۔

شوخیٔ عرض مطالب میں ہے گستاخ طلب
ہے ترے حوصلۂ فضل پر از بسکہ یقیں

چونکہ اس کو تیری وسعت فضل و کرم پر پورا یقین ہے اسی لئے وہ اپنی عرض مطالب میں اس قدر شوخ اور گستاخ ہے۔

دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حسن قبول
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمیں

حضرت علیؑ کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے۔ غالبؔ ایک نئے انداز سے دعا قبول ہونے کا اظہار کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں دعا مانگوں اور قبولیت دعا خود ہی ہر حرف پر سو سو بار ''آمین'' کہے۔

غمِ شبیرؑ سے ہو سینہ یہاں تک لبریز
کہ رہیں خون جگر سے مری آنکھیں رنگیں

قصیدہ حضرت علیؑ کی مدح میں تھا لیکن غالبؔ کو چونکہ امام حسین علیہ السّلام سے بھی بے پناہ عقیدت اور محبت ہے اس لئے اس محبت کو پر اثر اور کیف انگیز شعر کے ذریعہ پیش کیا ہے۔

طبع کو الفتِ دُلدل میں یہ سرگرمیٔ شوق
کہ جہاں تک چلے اس سے قدم اور مجھ سے جبیں

دُلدُل ایک گھوڑا حاکمِ اسکندریہ نے آنحضرتؐ کو تحفتاً بھیجا اور جس کو پھر آپ نے حضرت علیؑ کو دے دیا تھا۔ ''اس سے قدم اور مجھ سے جبیں''۔ ترجمہ ہے فارسی محاورے ''از قدم او از من جبیں''۔ یا الٰہی میری طبع کو دُلدُل کے ساتھ اس قدر الفت

وعشق ہو کہ جہاں کہیں اس کا قدم ہو وہیں میری جبیں ہو۔

دلِ الفت نسب و سینۂ توحیدِ فضا
نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزیں

میرے دل کو الفت ممدوح سے نسبت ہو، اور میرے سینے کی فضا توحید ہو۔ یعنی توحید سے معمور ہو۔ میری نگاہ پرستار جلوہ (ممدوح) اور میرا نفس صدق گزیں ہو۔

صرف اعداً اثرِ شعلۂ دودِ دُزخ
وقفِ احباب گل و سنبلِ فردوسِ بریں

یعنی شعلۂ دودِ دوزخ میرے ممدوح کے دشمنوں پر صرف ہو، اور گل و سنبل فردوسِ بریں حضرت علیؑ کے دوستوں کیلئے وقف ہو۔

غالبؔ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بڑے محبوب شاعر ہیں۔ اردو کا دیوان مختصر ہے لیکن جان ادب ہے، اردو دیوان کی بہ نسبت فارسی کلیات ضخیم ہے اور خود غالبؔ کو اپنی فارسی شاعری پر بے انتہا ناز تھا۔ کلیات غالبؔ فارسی میں غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، قطعہ مخمس، مسدس، ترجیع بند، نوحہ، مرثیہ سبھی کچھ ہے اور ہر حصہ منتخب ہے۔ غالبؔ نے فارسی شاعری میں منقبت کے جوہر خوب دکھائے ہیں۔

غالبؔ حضرت علیؑ کے سچے عقیدت مند تھے انہوں نے صفیر بلگرامی کے نام ایک خط میں یہ شعر لکھا تھا

میں قائل خدا نبیؐ و امام ہوں
بندہ خدا کا اور علیؑ کا غلام ہوں

''غالبؔ کا تشیع ان کے فن کا جوہر ہے، غالبؔ کا ''عشقِ علیؑ'' ان کے اشعار میں آئینہ کی جلا اور تلوار کی کاٹ پیدا کرتا ہے۔ انہیں آلِ محمدؐ و آئمہ معصومینؑ سے ثانوی

درجہ کی محبت نہیں ہے۔ ان کے چار قصیدے حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی مدح میں چار امام حسنؑ کے بارے میں ایک حضرت عباسؑ اور ایک امام آخرالزماںؑ کی مدح میں موجود ہیں، حمد و نعت و منقبت کے یہ قصیدے بلاشبہ برّصغیر کے تمام فارسی قصیدہ گو شاعروں کی تخلیقات سے بہتر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے جیسے عرفی شیراز کا رنگ و آہنگ، اسی کالب و لہجہ غالبؔ کو مل گیا ہے۔ والہانہ محبت قیامت ڈھانے والا جذبہ سمیٹ دیا تو ابر گہر بار بن گیا اور پھیل گیا تو قصائد کی شکل اختیار کر لی''۔

غالبؔ کے کلیات فارسی میں حضرت علیؑ کی مدح میں جو اشعار موجود ہیں وہ یادگار ہیں انہوں نے فارسی دیوان کا آغاز بھی ذکر علیؑ سے کیا ہے اور دیوان کا اختتام بھی ذکر علیؑ پر ہوتا ہے دیوانِ فارسی کی پہلی غزل میں یہ شعر بھی ہے:-

بزمِ ترا شمع و گل خستگیٔ بوترابؑ

ساز ترا زیروبم واقعۂ کربلا

''حضرت علیؑ کو خلافت سے محروم کیا جانا ایک دردناک واقعہ ہے۔ اسی طرح واقعہ کربلا بھی اسی حادثۂ ظلم کا تسلسل ہے۔ یہ دونوں دردناک واقعے قدرت کی بے نیازی کیلئے شمع و گل اور ساز بے نیازی کا زیرو بم ہوئے''۔

طفیل اوست عالم غالبا دیگر نمیدانم

گراز خاک است آدم، پائے نام بوتراب استے

''غالبؔ میں کچھ نہیں جانتا اتنا جانتا ہوں کہ یہ عالم حضرت علیؑ کے طفیل ہے۔ اگر آدم خاک سے ہیں تو وہ حضرت ابوترابؑ کے نام کا آخری حصہ یعنی ''تراب'' ہے۔ قصائد، رباعیات اور قطعات سے منقبت کی مثالوں کا بیان طوالت کا سبب ہوگا صرف غالب کی غزلوں سے منقبت کی مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔ غالبؔ کی

منقبت نگاری میں محبت، شیفتگی اور والہانہ ارادت اپنے عروج کمال پر ہے۔ علم و عرفان اور جذب و کیف ان کے ایک ایک شعر سے ٹپکتا دکھائی دیتا ہے۔ غالبؔ نے منقبت نگاری کو نیا رنگ و آہنگ دے کر عشق علیؑ کی بہت جدید لے سے اردو ادب کو آشنا کیا ہے۔ وہ خود کہتے ہیں:۔

غالبؔ بہ طرحِ منقبتِ عاشقانہ
رفتم کہ کہنگی ز تماشا برافگنم!

''غالب میری تحریر منقبت کا انداز عاشقانہ ہے۔ میں نے اس انداز بیان سے پرانے اسلوب کے طرز کہن کو بدلنا چاہا ہے''۔

نہایت خوبصورت ترکیبات اور الفاظ کی عمدہ دروبست کے ساتھ اسی غزل کے دو شعر منقبت کے اور قابل توجہ ہیں غالبؔ نے معانی و تخیل کے موتی بکھیرے ہیں:۔

منصورِ فرقۂ علیؑ اللّٰہیاں منم
آوازۂ انا اسداللہ در افگنم

منصور نے ''اناالحق'' کا نعرہ لگایا تھا۔ منصور کا نام ادب میں ایک ''علامت'' بن چکا ہے۔ غالبؔ کہتے ہیں۔

''میں ''علیؑ اللّٰہیاں'' کے فرقے یعنی پیروانِ حضرت علیؑ کا منصور ہوں، میں اسداللہ کا نعرہ لگاتا ہوں یعنی اسداللہ پکارتا ہوں۔ میں حضرت علیؑ کا عاشق ہوں اور ان کی ذات میں واصل ہوں، منصور نے اناالحق کہا تھا میں انا اسداللہ کا نعرہ لگاتا ہوں'' حضرت علیؑ کا لقب اسداللہ تھا اور غالبؔ کا نام اسد اللہ تھا ہی چنانچہ انا اسداللہ کے الفاظ میں بڑی معنوی لطافت ہے''۔

ار زندہ گوھرے چوں من اندر زمانہ نیست
خود را بہ خاک رہ زرحیدرؑ افگنم

''غالبؔ کہتے ہیں میرے جیسا قیمتی موتی کوئی اور زمانے میں نہیں ہے۔ میں اپنے آپ کو حضرت علیؑ کی خاک رہ میں ڈالتا ہوں۔ یہ موتی علیؑ کے قدموں میں پس جائے'' غزل میں غالبؔ کا یہ رُخ ہمیشہ تابندہ رہے گا۔ غالبؔ کی یہ فکر حُسنِ عقیدت کی بہترین مثال ہے کہ وہ حضرت علیؑ کے قدموں پر اپنی زندگی نچھاور کرنے کو سب سے بڑی سعادت خیال کرتے ہیں''۔

دیگر غزلوں سے منقبت کی مثالیں درج ذیل ہیں:۔

در رہت از یکہ رواں، پیشم ریم یک قدم
حکم دوگانہ دادۂ، ساز سہ گانہ کردہ ایم

''ہم تری راہ میں چلنے والوں سے ایک قدم آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تو نے دو رکعت نماز کا حکم دیا ہے، ہم تین رکعت کا اہتمام کرتے ہیں یعنی ہم دو رکعت نماز کے ساتھ ساتھ یا علیؑ یا علیؑ کا ورد بھی کرتے ہیں''۔

عالم توفیق راہ غالبؔ سوادِ اعظم
مہر حیدر پیشہ دارم ، حیدرآبادِ خودم

''میں تائید الٰہی کی دنیا کا سوادِ اعظم (بڑا شہر) ہوں، عشقِ علیؑ میرا پیشہ ہے، میں نے اپنی ذات کو حیدرآباد یعنی مقامِ حیدرؑ بنالیا ہے۔

غالبؔ کی غزل کا مندرجہ ذیل شعر اقبالؔ نے ''جاوید نامہ'' میں انتخاب کیا تھا:۔

زحیدریم من و تو زما عجب نبود!
گر آفتاب سوئے خاوراں بگردانیم!

حضرت علیؑ نے سورج کو اشارے سے مشرق کی طرف لوٹا دیا تھا۔ غالبؔ کہتے ہیں ''میں اور تو حیدری ہیں یعنی حضرت علیؑ سے وابستہ ہیں، اگر ہم آفتاب کا رُخ

مشرق کی طرف پھیر دیں تو یہ کوئی
عجیب بات نہ ہوگی"۔

غالبؔ نے غزل میں فدک اور جمل کے مسئلے کو بھی پیش کیا ہے:-

بحث و جدل بجائے ماں، میکدۂ جوئے کاندراں
کس نفس از جمل نہ زد، کس سخن از فدک نخواست

غالبؔ کو حضرت علیؑ سے اس لئے بھی عشق ہے کہ حضرت علیؑ مظلومِ تاریخ ہیں، غالبؔ نصرتِ مظلوم میں ایک آہ بھرتے ہیں:-

آہے بعشق فاتحِ خیبر کنیم طرح
در گنبد سپہر مگر در کنیم طرح

"آؤ فاتح خیبر حضرت علیؑ کی محبت اور عشق میں ایک آہ کھینچیں شاید اُس آہ سے گنبد آسمان میں دروازے وا ہو جائیں، شگاف پڑ جائے"۔

وردِ من بود غالبؔ یا علیؑ ابوطالب
نیست بخل طالب اسم اعظم از من پرس

"اگر تو مجھ سے پوچھے گا کہ "اسم اعظم" کیا ہے تو میں بتانے میں بخل نہیں کروں گا، سنو علیؑ کا نام "اسم اعظم" ہے۔ نام علیؑ کا ورد اسم اعظم کی حیثیت رکھتا ہے جس سے طالب کی ہر خواہش پوری ہو جاتی ہے"۔

غالبؔ نام آورم، نام و نشانم مپرس
ہم اسداللہ ام و ہم اسد اللہیم!

"میں مشہور و معروف غالبؔ ہوں میرا نام و نشان کیا پوچھتے ہو، میں اسداللہ بھی ہوں اور حضرت علیؑ کا پیرو کار بھی"۔

غالبؔ کی طرح میر انیسؔ بھی اہلِ بیتؑ سے محبت کا دم بھرتے تھے، حضرت علی اکبرؑ میدانِ جنگ میں تشریف لائے ہیں میر انیسؔ آپ کی صورت کی تعریف اِس طرح کرتے ہیں:-

پہنچا عجب شکوہ سے رن میں وہ مہ جبیں　　کھوں فروغِ حُسن سے روشن ہوئی زمیں
آئے رسولِؐ حق یہ ہر اک کو ہوا یقیں　　غل تھا یہ نوجواں تو ہے یوسفؑ سے بھی حَسیں

تصویر سر سے تا بہ قدم مصطفٰےؐ کی ہے
اس حُسن کے بشر بھی ہیں قدرت خدا کی ہے

مثلِ کماں کشیدہ ہیں ابروئے بے نظیر　　ارجنؔ بھی جس سے سہم کے ہوجائے گوشہ گیر
سر بر نہ ہونے دیں گے عدو کو مژہ کے تیر　　ہیں اس کمان و تیر پہ قرباں جوان و پیر

قربان چشم سرمہ کشیدہ کی شان پر
چلّہ چڑھا ہوا ہے کیانی کمان پر

ہے جلوۂ جبینِ مبیں چاند سے دو چند　　گیسوئے مشک بیز ہیں یا عنبریں کمند
زیبا ہے اختروں کو جو گردوں کرے پسند　　پایا ہے ابروؤں نے عجب رُتبۂ بلند

ہے عین راستی یہ کجی دل نواز ہیں
آنکھوں پہ کیوں جگہ نہ ملے سرفراز ہیں

آنکھوں کو عینِ کعبہ سمجھتے ہیں حق پرست　　کیفیتِ رحیقِ محبت سے ہیں یہ مست
صانع نہ کر دیا صفِ مژگاں کا بندوبست　　عین الکمال سے انھیں پہنچے نہ تا شکست

مردم ہیں روشنی ہے اسی نورِ عین سے
دیکھے کوئی ان آنکھوں کو چشمِ حسینؑ سے

ہم شکل ہیں جنابِ رسالتؐ مآب کے — کہتا ہے حُسن خود کہ نثار اس شباب کے
گیسو ہیں یا ہیں ماہ پہ ٹکڑے سحاب کے — رُخسار ہیں کہ پھول کھلے ہیں گلاب کے
دونوں سے نور میں مہ و خورشید ماند ہیں
زُلفیں گواہ ہیں کہ اندھیرے کا چاند ہیں
کس طرح کوئی وصفِ سراپا کرے رقم — جلوہ خدا کے نور کا ہے سر سے تا قدم
قطرہ کہاں کہاں صفتِ قلزمِ کرم — مورِ ضعیف مدح سلیمانِ ذی حشم
یاں سب تعلّیاں، شعرا کی فضول ہیں
بس خاتمہ ہوا کہ شبیہِ رسولؐ ہیں

میر انیسؔ کہہ رہے ہیں علی اکبرؑ کی آنکھوں کو کوئی حسینؑ کی آنکھوں سے دیکھے،
دیکھے کوئی اِن آنکھوں کو چشمِ حسینؑ سے

حسینؑ کی آنکھیں، یہ وہ آنکھیں ہیں جنہوں نے رسولؐ کا نور دیکھا ہے، یہ وہ آنکھیں ہیں جنہوں نے علیؑ کا نور دیکھا ہے، یہ وہ آنکھیں ہیں جنہوں نے زہراؑ کا نور دیکھا ہے، یہ وہ آنکھیں ہیں جنہوں نے حسنؑ کا نور دیکھا ہے۔اب میں دنیا سے کہوں گا کہ ان آنکھوں سے کوئی علی اکبرؑ کو دیکھے، جوان بیٹا نورِ نظر ہوتا ہے، آنکھوں کی روشنی ہوتا ہے، جوان بیٹا بینائی ہوتا ہے وہ حسینؑ کا بیٹا افضل ترین بنی ہاشم کا نوجوان جس کو مدینہ پکار کے کہے کہ یہ تو شبیہِ رسولؐ ہے، امام حسینؑ مسجد میں نبیؐ کی تشریف فرماتھے کہ کنیز نے آ کر اطلاع دی، کہا کہ اُمِ لیلیٰؑ کو اللہ نے ایک چاند سا بیٹا عطا کیا ہے یہ سن کر حُجرے میں پہنچے، ماں کی گود سے بچّے کو اُٹھا لیا، بچّے کو جیسے ہی اُٹھایا تاریخ کہتی ہے پہلی بار جو آواز دی تو کہا کہ فِضّہ ذرا میری بہن زینبؑ کو تو بلاؤ فِضّہ گئیں شہزادی کو بلا کر لائیں شہزادی آئیں بھائی کی خدمت میں

کہا زینبؑ تم نے میرے لعل کو دیکھا، پھوپھی نے بانہیں پھیلا دیں، بچہ پھوپھی کی گود میں گیا، پھوپھی نے چہرے کو دیکھا کہا بھیا یہ تو نانا کی شکل ہے، کہا زینبؑ اسی لئے تو ہم نے بلایا ہے کہ ہمارے گھر میں نانا کی شبیہ آیا ہے، ان کا نام اپنے باپ کے نام پر رکھیں گے، علیؑ رکھیں گے اب زینبؑ کی گود میں پروان چڑھے، پیروں چلنے لگے تو جہاں باپ جاتا وہیں بیٹا بھی جاتا، تاریخ لکھتی ہے کہ جب حسینؑ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے، تکبیر کہی چار سال کے بچے نے بھی تکبیر کہی، باپ سجدے میں گیا، بیٹا بھی سجدہ میں گیا، علی اکبرؑ کو بچپن سے اذان دینے کی عادت پڑ گئی تھی، حسینؑ کے پیچھے عبادت کرنے کی عادت پڑ گئی تھی، کچھ اور بڑے ہوئے وہ عبادتیں شباب پر آ گئیں، تاریخ کہتی ہے کہ بنی ہاشم کے بچوں کا یہ دستور تھا کہ بچوں کے چہرے پہ نقاب ڈال دیتے تھے، جب تک وہ بالغ نہ ہو جائیں چہرے سے نقاب نہیں اتارتے تھے، نقاب ڈال دی گئی۔ احتیاط یہ کہ کبھی غلام باہر لے کے نہ جائے پہلی بار جب چودہ سال کے علی اکبرؑ باہر لائے گئے تو عجیب واقعہ ہوا کہ ایک یہودی مدینے آیا، اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے خواب میں رسولؐ اللہ کو دیکھا ہے میں مسلمان ہو گیا ہوں، مجھے کلمہ پڑھنا ہے۔ اس کو امام حسینؑ کی خدمت میں لایا گیا، پھر اس نے کہا یا حسینؑ ابنِ علیؑ رات کو میں نے رسولؐ اللہ کو خواب میں دیکھا ہے، امام حسینؑ نے فرمایا تیرے خواب کی تعبیر پتہ چل جائے گی یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ تو نے میرے نانا کو دیکھا یا نہیں دیکھا، پورا مدینہ جمع کیا غلام سے کہا میرے بیٹے علی اکبرؑ کو لاؤ، علی اکبرؑ لائے گئے، کہا چہرے سے نقاب ہٹاؤ، چہرے سے نقاب ہٹی اس نے دیکھا کہا یہی چہرہ تو رات کو خواب میں دیکھا تھا، کہا یہی تو تیرے خواب کی تعبیر ہے چہرے کی زیارت ہو گئی علی اکبرؑ کی زیارت ہو گئی، ایک اور واقعہ ہوا،

بڑا عجیب واقعہ ہوا، ایک شخص آیا اور آ کر کہا کہ مولاً یہ میرا چھوٹا بچہ ہے، اس کی آنکھ میں ایک کانٹا چُبھ گیا ہے اس کا تڑپنا دیکھا نہیں جاتا، امام حسینؑ نے لعابِ دہن لگایا کہا لے جا تیرا بیٹا ٹھیک ہو گیا، کچھ دور گیا تھا نام لے کر پکارا تیرا ایک بیٹا ہے نا کہا ہاں کہا یہ بتا کہ اگر کسی کا ایک بیٹا ہو اور مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ ٹھیک ہو جائے اور یہ سہارا ہو کہ یہ ہمارے بڑھاپے کی کمائی ہے، اگر عین جوانی میں اس کے برچھی لگے سینے میں تو؟ اس نے کہا آقا اگر میرے بیٹے کے ساتھ ایسا ہونے والا ہو تو اللہ مجھ کو اُٹھا لے میں یہ منظر نہیں دیکھ سکتا، حسینؑ رونے لگے، کہا جا تیرے نصیب میں نہیں لیکن حسینؑ یہ دیکھے گا، حسینؑ کے نصیب میں ہے، حسینؑ کربلا کے میدان میں آئے، عاشور کی صبح آئی، انصار نے جانیں قربان کیں، رشتہ داروں نے قربانیاں دیں، مسلمؑ کے بچوں کے لاشے آئے، زینبؑ کے لاڈلے خون میں نہا کر آئے، قاسمؑ کا لاشہ پامال ہوا اور اب حسینؑ کا کوئی ساتھی نہ تھا، عباسؑ جیسا بھائی بھی نہیں تھا، اب فقط علی اکبرؑ تھے اور حسینؑ کہہ رہے تھے کہ علی اکبرؑ یہ ھل من مبارز کی جو آواز آ رہی ہے مجھ کو جانے دو یہ اشقیا مجھے بلا رہے ہیں، بیٹا کہہ رہا تھا بابا میں آپ کو کیسے جانے دوں، دنیا کہے گی کہ یہ بوڑھا باپ میدان میں گیا، مرنے کے لئے اور جوان بیٹا خیمہ میں رہا، بابا میں جاؤں گا، مجھے اذن دیجئے ایک بار کہا علی اکبرؑ تمہیں اٹھارہ سال پالا ہے اجازت کیسے دے دوں تم شبیہ رسولؐ ہو کہا بابا گر پالا ہے تو کیا اسلام سے پیارا کریں گے، نانا کے دین سے پیارا کریں گے، جب یہ سنا، نانا کا نام آیا تو بے اختیار کہا علی اکبرؑ کوئی چارہ نہیں بھیج تو دیتے مگر کیا کریں علی اکبرؑ تم پر فقط ہمارا حق نہیں بلکہ جس نے تمہیں اٹھارہ برس پالا ہے سینے پر سُلایا اور جس ماں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اگر وہ زینبؑ اور اُم لیلیٰؑ اجازت دے

دیں تو ہم نہیں روکیں گے، بے اختیار کہا کہ اگر زینبؑ اجازت دے دیں تو علی اکبرؑ نے کہا بابا آپ چلیں اور پھوپھی اماں سے اجازت دلا دیں، کہا تم میرا امتحان لینا چاہتے ہو، حسینؑ یہ امتحان دے گا، تاریخ لکھتی ہے کہ علی اکبرؑ کا ہاتھ تھاما، زینبؑ کے خیمے میں آئے، زینبؑ نے دیکھا کہ باپ اور بیٹا دونو ساتھ آ رہے ہیں کہا علی اکبرؑ میں سمجھ گئی سفارش میں باپ کو لے کر آئے ہو تمہارا ارادہ سمجھ گئی، حسینؑ قریب آئے اور ایک بار آواز دی زینبؑ جس گود میں تم پلی ہو اسی گود میں میں پلا ہوں، کہا سنو زینبؑ کبھی ایسا ہوا جب سے ماں کا انتقال ہوا میں نے تمہیں زہراؑ کی جگہ جانا، کبھی تمہاری بات نہیں ٹالی جو تم نے کہی ہو حضرت زینبؑ نے کہا ہاں بھیا تم نے کبھی کوئی بات نہیں ٹالی حسینؑ نے بے اختیار کہا زینبؑ کبھی میں نے تم سے کچھ مانگا، کہا حسرت رہ گئی کہ میرا بھائی کبھی مجھ سے کچھ مانگتا، کہا آج مانگتا ہوں کہا کیا بھیا؟ کہا علی اکبرؑ کو جانے کی اجازت دو زینبؑ، اب بہن کیا کرتی کہا جاؤ علی اکبرؑ میں اسلام سے زیادہ تمہیں پیار نہیں کرتی، میں نے خدا کی راہ میں تمہیں فدا کیا، علی اکبرؑ سر اُٹھا کر فخر سے باہر آئے، چاہتے تھے کہ اپنے گھوڑے عقاب پہ سوار ہوں کہ حسینؑ نے آواز دی علی اکبرؑ جانے میں اتنی جلدی؟ کہا پھوپھی اماں سے اجازت مل گئی کہا لیلٰیؑ در پہ کھڑی ہے ماں دیکھ رہی ہے علی اکبرؑ ماں کا بھی تو حق ہے تو کہا بابا چلو ماں سے اجازت دلاؤ کہا علی اکبرؑ زینبؑ میرے گھر کی بیٹی ہے لیلٰیؑ غیر گھر کی بیٹی ہے میں ماں سے نہیں کہہ سکوں گا کہ جوان بیٹے کو مرنے کی اجازت دے دو، یہ تمہارا امتحان ہے، میرا امتحان ہو چکا اب تم کیسے اجازت لیتے ہو؟ ہاں علیؑ کا پوتا، حسینؑ کا بیٹا عصمت سے قریب تھا، جان رہا تھا کہ شہادت قریب ہے، بڑی شان سے اجازت لی، خیمہ میں پہنچے، دیکھا کہ ماں سر کو جھکائے ہوئے، بالوں کو بکھرائے

ہوئے، زانوؤں پر سر کو رکھے ہوئے، آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں، قدموں میں بے اختیار سر کو رکھ دیا، ماں نے سر کو اُٹھایا، گلے سے لگایا کہا میرے لعلؑ رات کے گئے ہوئے اب آئے ہو، صورت دیکھنے کو ماں ترس گئی، علی اکبرؑ کیسے آئے، میرے لعلؑ کیسے آئے، علی اکبرؑ نے کہا ماں ایک بات پوچھنے آیا ہوں، جلدی سے جواب دو، آج تو قیامت کا روز ہے جو پوچھو گے ماں بتائے گی، علی اکبرؑ نے کہا جب محشر کا روز آئے گا، لوائے حمد کے نیچے میرے نانا رسولؐ خدا تخت پر بیٹھیں گے اور ادھر سے میری دادی زہراؑ آئیں گی اور کربلا کی ہر بی بی آگے بڑھے گی اور ایسے میں پھوپھی آگے بڑھیں گی اور کہیں گی کہ اے ماں زہراؑ ہم نے آپ کے بیٹے پر سے اپنے دو بیٹے قربان کیے، اس کے بعد اُمِ فروہؑ آگے بڑھیں گی کہیں گی میں نے اپنے بیٹے کو قربان کیا، لبابہ زوجہ عباسؑ آگے بڑھیں گی کہ میں نے اپنے بیٹے محمدؑ کو قربان کیا، زوجہ مسلمؑ بڑھیں گی کہ میں نے اپنے بیٹوں کو قربان کیا، آخر میں ربابؑ بڑھیں گی کہ میں نے اپنے ششماہے کو قربان کیا، بتاؤ تم میری دادی سے کیا کہو گی، اُمِ لیلیٰؑ نے بے اختیار کہا کہ میرے لعلؑ تیری ماں شرمندہ نہیں ہوگی، میں کہوں گی کہ میں نے اٹھارہ سال والے کو قربان کیا تھا، جاؤ علی اکبرؑ میں تمہیں حسینؑ سے زیادہ پیارا نہ کروں گی، جاؤ خدا حافظ رخصت کیا، علی اکبرؑ خیمے سے باہر نکلے خوش تھے، چہرہ سرخ تھا، باپ کی جانب بڑھے، حسینؑ قریب آئے، کہا علی اکبرؑ بہت جلدی ہے جانے کی کہا ہاں بابا کامیاب آیا، پھوپھی سے بھی اجازت ملی، ماں سے بھی اجازت ملی، بے اختیار سر سے پیر تک دیکھا، کہا علی اکبرؑ جب نانا معراج پر گئے تھے تو یہ لباس پہن کر گئے تھے، ہم نے اس لباس کو بڑی حفاظت سے رکھا تھا اور اس لئے رکھا تھا کہ جب تم کو دولہا بنائیں گے تو پہنائیں گے، لو میرے لعلؑ آج بوڑھے

باپ نے تمہیں دولہا بنا دیا، آؤ بوڑھے باپ کے سینے سے لگو، بیٹے کو سینے سے لگایا، ہاتھ سے تھاما، گھوڑے کے قریب لے کر آئے اور ایک بار حسینؑ نے رکابؑ پر ہاتھ رکھ دیا کہا بیٹا سوار ہو جاؤ، بیٹے نے کہا بابا رکاب سے ہاتھ تو ہٹایئے باپ کا ہاتھ معصوم کا ہاتھ میں کیسے رکاب میں پیر رکھوں؟ حسینؑ نے کہا بیٹا یہ میری خواہش ہے میرے ہاتھ پر قدم رکھ کر سوار ہو، علی اکبرؑ اٹھارہ سال کے ہو گئے، بچپن میں یہ پیر میرے دوش پر رہتے تھے، آج میں چاہتا ہوں اس طرح سوار ہو، تاریخ کہتی ہے کہ گھوڑے پر سوار کیا اور ایک بار آسمان کی طرف دیکھ کر آواز دی معبود تو نے انتخاب کیا تھا آدمؑ کا نوحؑ کا ابراہیمؑ کا، آلِ ابراہیمؑ کا عمرانؑ کا اور آلِ عمرانؑ کا یہ میرا جوان ہے جو تیری راہ میں جا رہا ہے، جو تیرے نبیؐ کا مُشابہ تھا، رفتار میں، گفتار میں، جب چاہتا تھا کہ تیرے نبیؐ کی زیارت کروں، اس فرزند کو دیکھ لیا کرتا تھا، کہا جاؤ میرے لعلؑ خدا حافظ، تقریر کے آخری جملے ایک بار علی اکبرؑ نے عقاب کو ایڑ دی گھوڑا چلا ہوا کی رفتار سے کچھ دُور سواری چلی تھی کہ ایک بار کان میں آواز آئی، میرے لعل علی اکبرؑ ٹھہرو، جلدی نہ کرو، پلٹ کر دیکھا تو بوڑھا باپ کمر تھام کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ علی اکبرؑ نے گھوڑے کو کاوا دیا، واپس آئے گھوڑے سے اُترے دوڑ کر باپ سے لپٹ گئے اور کہا بابا رخصت کر چکے تھے اب کیوں پیچھے پیچھے آ رہے ہیں، حسینؑ نے کہا علی اکبرؑ یہ تم نہیں جا رہے ہو میری جان! میری جان جا رہی ہے۔ علی اکبرؑ ایک بار جھکے اور گوشِ ہمایونِ امامت میں کچھ کہا جسے سن کر حسینؑ رونے لگے، علی اکبرؑ گھوڑے پر سوار ہوئے اور رن کو چلے گئے۔ زینبؑ درِ خیمہ سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں پکار کے پوچھا بھیّا علی اکبرؑ نے چلتے وقت کیا کہا، حسینؑ نے کہا زینبؑ مجھ سے کہا ہے کہ میری لاش نہ اُٹھایئے گا، بوڑھے باپ سے جوان کا لاشہ نہ اُٹھے گا۔

ساتویں مجلس

عُروسُ القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

عنوان کا آپ کو علم ہے ''قرآن کی قسمیں اور حروف مقطعات'' سرنامہ کلام میں ہم اس سورے کی تلاوت کر رہے تھے جسے قلب قرآن کہتے ہیں، سورۂ الحمد کو اُم الکتاب کہتے ہیں اور سورۂ یٰسین کو قلبِ قرآن کہتے ہیں، سورۂ رحمٰن عروس القرآن ہے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ اگر نگاہوں میں دلہن کا جمال اور سنگھار ہے تو سورۂ رحمٰن آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا، اتنا سجا ہوا سورہ کوئی نہیں ہے، سورۂ یٰسین میں جہاں پر یہ کہا گیا کہ آپ کی قسم اور قرآن کی قسم آپ مُرسل ہیں اور صراط مستقیم پہ ہیں اور آگے چل کر یہ بھی کہا گیا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ اے حبیبؐ نہ آپ شاعر ہیں نہ آپ کو شاعری آتی ہے اور نہ قرآن شاعری ہے، قرآن ذکر ہے اور کتاب مبین ہے، یہ عجیب بات قرآن شریف میں سورہ الشعرا میں بھی موجود ہے اور اسی سورہ میں کہا کہو وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ○ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ

مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ یہ شاعر جو ہیں یہ بڑے گمراہ ہیں، ان کی کبھی پیروی نہ کرنا اس لئے کہ یہ مختلف وادیوں میں بھٹکتے ہیں، کبھی کہیں کی بات کرتے ہیں کبھی کہیں کی بات کرتے ہیں، یہ ایک راہ پر نہیں چلتے، یہ گمراہ کر دیتے ہیں۔

لیکن وہ شعراء جو ایمان لائے اور جنہوں نے مظلوموں کی مدد کی، وہ راہِ حق پر ہیں۔ ایک شرط لگا دی شاعری کے لئے کہ ایمان تو ہر شاعر لا سکتا ہے لیکن یہ دیکھنا پڑے گا کہ وہ مظلوم کا مددگار بھی ہے کہ نہیں؟ جو شاعر مظلوم کا مددگار ہے وہ حق پر ہے، یہ پہچان قرآن نے بتائی تو اب پتہ چلا کہ نصرت کا ایک طریقہ شاعری بھی ہے اور ادھر یہ کہہ دیا کہ آپ اے حبیبؐ شاعر نہیں، نہ آپ کو شاعری آتی ہے، نہ آپ شاعری کر سکتے ہیں، حد ہے کہ علماء نے یہ لکھا خاص طور پر مولانا مودودی نے اپنی تفسیر میں اور ایران میں آقائے شریعتی نے کہ اگر حضورؐ کو کبھی کسی صحابی سے خواہش ہوتی تھی کہ شعر سناؤ تو جب تک آپ کو مصرعہ نہ بتائیں کیسے بتائیں گے کہ یہ والا شعر سناؤ حضورؐ اس صحابی سے کہتے تھے کہ ہمیں ایام جاہلیت کے اس شاعر کا وہ شعر سناؤ، حضورؐ کہتے اور ناموزوں کہتے کبھی شعر کو موزوں نہ پڑھ سکے یعنی ردیف اور قافیہ کے ساتھ نہ پڑھ سکے، اگر یہ پورا شعر پڑھ دیتے تو پورا عرب یہ کہتا کہ یہ شاعر ہیں اور یہ قرآن میں شاعری کرتے ہیں، یہ قرآن نہیں ہے، حالانکہ بار بار یہ الزام لگا، پورا قرآن پڑھ جایئے کئی مقامات پر کہ اللہ نے کہا کہ يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ۝بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ یہ عرب والے تم کو شاعر کہہ رہے ہیں، ساحر کہہ رہے ہیں اور عرب والوں نے دیوانہ کہا، شاعر کہا، جادوگر کہا، اچھا اب وہ بات تو ختم ہو گئی تھی۔ چودہ صدیوں بعد یہ بات کس کس کو معلوم ہوتی کہ حضورؐ کو یہ یہ نام دیئے گئے تھے۔ قرآن میں لکھنے کی

کیا ضرورت تھی یہ تو توہین والے الفاظ تھے جو عرب والے استعمال کر رہے تھے تو نہیں اگر یہ الفاظ نکلے ہیں ہمارے حبیبؐ کے لئے عرب کے ان کافروں کے منہ سے تو ہم اسے قرآن کی آیت بنا دیں گے، اس لئے کہ اگر مظلوم کو برا کہا جائے تو وہ کافر کے کہے گئے الفاظ مظلوم کی مظلومیت کو ابھارا کرتے ہیں۔ جب تک یہ الفاظ قرآن میں رہیں گے میرا یہ حبیبؐ مظلوم رہے گا تو کسی مظلوم کی مظلومیت کو بیان کرنا اس کا طرہ امتیاز ہے۔ اس کی عظمت بڑھتی ہے اور دشمن رسوا ہوتا ہے تو آج جب ہم یہ آیتیں پڑھتے ہیں کہ عرب والے یہ کہتے تھے کہ یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ دیوانہ ہے تو حضورؐ کی عظمت بڑھتی ہے اور جن لوگوں نے کہا تھا وہ رسوا ہوتے ہیں۔ اب یہاں سے لے کر کربلا تک جو کچھ کہا گیا، منبروں سے علیؑ کو شام سے تو وہ علیؑ کی رسوائی نہیں بلکہ علیؑ کی عظمت بڑھتی ہے اور دشمن رسوا ہوتا ہے۔ یہ ہے مجلس کی ایک تاریخ اور تعریف تو پورے قرآن میں آپ دیکھ لیں تین نام دیئے کافروں نے مشرکوں نے کیا سوچ سمجھ کر دیئے تھے یا زبان سے نکلا کہ یہ شاعر ہے، یہ دیوانہ ہے، یہ ساحر ہے، جادوگر ہے، سوچ کر کہا تھا۔ یہ بس نام آئے اور کہہ دیا نہیں عرب والے عربی جانتے تھے، بلیغ الفاظ بولتے تھے اور اپنے پر ناز کرتے تھے، مکہ کے ہر قبیلے کا بچہ گلی کے ہر نکڑ پر کھڑے ہو کر فی البدیہہ شعر کہتا تھا، بچہ بچہ شاعر تھا کیونکہ وہ اپنے کو عرب کہتے تھے، پڑھے لکھے لوگ تھے اور یہ حضورؐ کو چڑھا رہے تھے شاعر اور دیوانہ کہہ کر سوچ سمجھ کر یہ نام لیتے تھے، عرب کی اس تاریخ پر آپ نظر ڈالیں گے تو آپ حیران رہ جائیں گے، بڑی پلاننگ کے ساتھ یہ نام دیئے تھے کیا کہا یہ شاعر، یہ جادوگر، یہ دیوانہ ہے، آپ کے معاشرے میں کوئی دیوانہ سڑک پر نکل آئے تو بزرگ اور جوان بے خبر رہیں گے مگر وہ بچوں کی نگاہوں

کا مرکز بن جاتا ہے۔جادوگر اگر آپ کے معاشرے میں آ جائے تو نہ بزرگ ڈرتے ہیں نہ جوان ڈرتے ہیں لیکن عورتیں آسیب سے جادو سے سحر سے بہت ڈرتی ہیں۔اگر آپ کے معاشرے میں کوئی شاعر آ جائے تو جوان سے کوئی واسطہ نہیں بچوں سے کوئی واسطہ نہیں، مگر بزرگ دیکھ کر کہتے ہیں کہ دیکھو وہ آ رہے ہیں ایک پیالی چائے پلائیں گے اور پندرہ غزلیں سنائیں گے تو کیوں نہ ہم دوسری گلی سے چلے جائیں، آ رہے ہیں بڑے میاں پلندہ پورا لئے ہوئے ہمیں جانا ہے کام ہے،معاشرے کے دو ہی رُخ ہیں اور تین ہستیاں ایسی ہیں جو دلچسپی کا مرکز ہوتی ہیں،ایک جادوگر، ایک شاعر،ایک دیوانہ،ہمیشہ بچہ جو ہے جب دیوانے کو دیکھے گا تو چھیڑے گا اور پتھر مارے گا، غالبؔ کا شعر آپ پڑھ لیجئے۔

سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

یعنی بچپن سے عادت تھی، دیوانے کو مارتے تھے اب خود دیوانے بن گئے۔یہ غالبؔ ہیں، پتہ چلا کہ دیوانوں سے بچوں کو دلچسپی ہوتی ہے تو حضورؐ کو جو کہا وہ سوچ کر کہا کہ جب ہم اسے دیوانہ مشہور کریں گے تو مکہ کے بچے اسے دیوانہ سمجھ کر پتھر ماریں گے۔اس کی تقریر کا کوئی اثر نہیں لے گا اور وہی ہوا جب گلیوں سے نکلنے لگے تو بچے پتھر مارنے لگے۔ بچے کیا سمجھتے تھے کہ یہ نبیؐ ہیں؟ اس لئے بچوں نے ان کی تقریر کا اثر نہ لیا، ایک جملہ ان کا کام کر گیا، جدھر سے گزرتے کہ یہ شاعر ہیں تو بزرگ قریب سے نہ گزرتے کہ کون اس کے اشعار سنے گا، دُور رہو وقت خراب ہوگا، بزرگ بھی گئے اور عورتیں ڈرنے لگیں کہ یہ جادوگر ہے کہیں جادو نہ کر دے آسیب نہ کر دے ہمارے بچوں پہ اثر نہ ہو جائے بھاگو تاریخ سے دلیل۔ جا رہے ہیں حضورؐ دیکھا ایک بوڑھی عورت لکڑی کا گٹھا باندھ چکی ہے، سر پہ رکھنا چاہتی ہے

مگر اُٹھتا نہیں اور آپ گئے اور بوڑھی عورت سے کہا کہ لاؤ میں اُٹھا لوں اور اُٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا وہ گھر بتاتی گئی کہ میں پہنچا دوں، گھر آ گیا گھر کے دروازے پر اس کی لکڑیاں اتار دیں، جب گٹھا اتار دیا تو اس نے قریب بلایا کہا بڑا اچھا اور سعادت مند نوجوان ہے میں تجھے ایک نصیحت کرتی ہوں کہ میں نے یہ سنا ہے کہ عرب میں ایک جادوگر آیا ہوا ہے اور وہ جادو کر کے اپنی طرف بلاتا ہے بس تجھے یہ نصیت کرتی ہوں کہ اس جادوگر کے کبھی قریب نہ جانا، نہ کھڑے ہو کر اس کی بات سننا تو حضورؐ نے بے اختیار کہا کہ میں کیا کروں کہاں جاؤں؟ بوڑھی عورت نے کہا کہیں بھی بھاگ جاؤ راستہ چھوڑ دو کبھی اس کے قریب نہ جانا حضورؐ نے کہا کیسے چھوڑ دوں ہر وقت وہ میرے ساتھ رہتا ہے، میں اس کے ساتھ رہتا ہوں، بوڑھی عورت نے کہا عجیب بات کہی تم نے کہ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ رہتا ہے، تو حضورؐ نے کہا کہ جسے تم جادوگر کہہ رہی ہو وہ میں ہوں۔ وہ حیران رہ گئی کہا یہ جو تم نے عمل کیا ہے کہ میرا سامان یہاں تک پہنچا دیا تم نے رحم کھا کر پہنچا دیا یا وہ جو تمہارا دین ہے جو تم نے ایجاد کیا ہے اس کا اخلاقی اصول ہے کہا یہ ہمارے دین کا پہلا اصول ہے دوسروں کی مدد کرنا۔ بس یہ سننا تھا کہ اس نے کہا کہ میں کلمہ پڑھتی ہوں لَآ اِلٰــہ اِلَّا اللّٰہ یعنی اس کے سحر کا پردہ ہٹا تو وہ قریب آ گئی (صلوٰۃ) اب دیکھئے کیا محاذ تیار کیا تھا عرب والوں نے ساحر ہے، دیوانہ ہے، شاعر ہے، بزرگوں کو ہٹایا شاعر کہہ کر، بچوں کو ہٹایا دیوانہ کہہ کر، عورتوں کو ہٹایا جادوگر کہہ کر، حضورؐ نے کہا کہ ان تینوں محاذوں پر میں لڑوں گا اور فتح ہوگی۔ دیکھو جب تم مجھے ہٹاؤ گے بزرگوں کے سامنے سے تو میں عرب کا مشہور شاعر سامنے لاؤں گا۔ جس کا نام ابوطالبؑ ہے اگر یہ مجھ کو شاعر سمجھتا تو مجھ پر ایمان نہ لاتا، دیکھو یہ عرب کا مشہور شاعر ہے جو مجھ پر

ایمان لایا ہے، میری حفاظت کر رہا ہے، اس محاذ پر ابو طالبؑ جیسے بزرگ کو لائے اور کہا تم یہ کہہ رہے ہو کہ میں دیوانہ ہوں تا کہ تم بچوں کو میرے پاس سے ہٹا دو۔ یہ دیکھو گیارہ سال کا ابو طالبؑ کا بیٹا علیؑ ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے دیوانا سمجھتا تو مجھ سے بھاگ جاتا وہ سامنے آیا تو بچوں کو محبت پیدا ہوئی، بچے مانوس ہوئے علیؑ کو دیکھ کر اور کہا سنو تم جادوگر کہہ کر مکہ کی عورتوں کو دور ہٹا رہے ہو اگر عورتیں مجھ سے ڈرتی ہوتیں، اگر میں جادوگر ہوتا تو ملیکۃ العرب خدیجہؑ مجھ سے شادی نہ کرتیں۔ ایک محاذ پر ایک عورت کو لائے، ایک محاذ پر ایک بچے کو لائے، ایک محاذ پر ایک بزرگ کو لائے یہ مکہ کی پوری سوانح حیات ہے پیغمبر کی۔ معاشرے کے تین محاذ اور تین مجاہد لائے ایک خدیجہؑ ہیں، ایک علیؑ ہیں، ایک ابو طالبؑ ہیں، لیکن میں نے تقریر کا آغاز کیا سورۂ رحمٰن سے عروس القرآن، یعنی قرآن کی دلہن، میں چاہتا تھا تقریر میں پہلی دو آیتیں پڑھوں، ان کی تشریح کروں، آپ کے لئے دعا کروں۔ تقریر ختم کروں وہ آیتیں یہ ہیں۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ہم نے دو سمندر جاری کئے ہیں جو ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ ہم جب چاہتے ہیں انہیں ملا دیتے ہیں، جب چاہتے ہیں الگ الگ کر دیتے ہیں اور سنو جب ہم دو سمندروں کو آپس میں ملاتے ہیں تو اس میں سے دو موتی نکلتے ہیں ایک موتی اور دوسرا مرجان ہے۔ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ تمام مسلمانوں نے یہ ترجمہ کیا ہے تقریباً دو تین آیتوں کے بعد اس آیت کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ کیوں دہرایا گیا؟ اس لئے دہرایا جا رہا ہے کہ بار بار یہ کہلایا جا رہا ہے کہ تم اپنے رب کی نعمت کو کب تک جھٹلاؤ گے؟

کب تک کفران نعمت کرو گے۔ ترجمے میں یہ کہا گیا کہ ہر جگہ دو دو چیزوں کا ذکر ہے۔ دو کو مخاطب کیا گیا تم دونوں بعض مفسرین نے کہا کہ جن و انس دونوں کو مخاطب کیا گیا ہے کہ ہر بار دو تین آیات کے بعد یہ کہا جاتا ہے کہ تم اپنے رب کی نعمت کو کب تک جھٹلاؤ گے؟ بعض نے کہا کہ دو شخصیات ہیں جو بار بار کفران نعمت کر رہی تھیں۔ یہ تمہارے لئے نعمت، یہ تمہارے لئے نعمت کب تک جھٹلاؤ گے؟

اب دیکھئے یہاں پر دو چیزوں کا ذکر کہ ہم نے دو سمندر جاری کئے، دوسری آیت کہ ہم نے اس میں سے دو موتی نکالے لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ مالک یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے دو سمندر جاری کئے، سمندر جاری نہیں ہوتا، دریا جاری ہوتا ہے، چشمہ جاری ہوتا ہے، نہر جاری ہوتی ہے، جاری ہونا یعنی پانی ایک جانب سے چلا اور دوسری جانب جا رہا ہے۔ یہ چشمہ اور نہر اور دریا کا انداز ہے لیکن سمندر کا پانی نہ کہیں ختم ہوتا ہے نہ شروع ہوتا ہے۔ سمندر کا پانی جاری نہیں ہوتا بلکہ سمندر کا پانی مدّو جزر میں ہوتا ہے، سمندر کا پانی اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے۔ اس میں دریا جیسا بہاؤ نہیں ہوتا سمندر معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں سے شروع ہوا اور کہاں پہ ختم ہوا؟ یہ کسی کو نہیں معلوم اور دوسرا یہ کہ جو ہم نے دو سمندر جاری کئے، بحر جاری کئے وہ ساتھ چل رہے ہیں، پوری کائنات میں جتنے بھی سمندر ہیں آپ ڈھونڈ ڈالیں کہ کہیں پر ساتھ بھی ہیں۔ ایک سمندر ہی چلنا آسان بات نہیں کہ دو سمندر ساتھ چلیں دو دریا ساتھ چل سکتے ہیں، دو نہریں ساتھ چل سکتی ہیں، لیکن دو سمندر ساتھ نہیں چل سکتے اس لئے یہ لفظ رکھا کہ دنیا یہ نہ سمجھ لے کہ یہ کوئی دنیا کا سمندر ہے، جب امام صادقؑ سے پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کیا سمجھے کیا یہ دنیا کے سمندر ہیں کہ اگرچہ جاری ہیں اور قیامت تک جاری رہیں گے جو قیامت تک ساتھ چل رہے

ہیں۔ مالک جب چاہتا ہے انہیں آپس میں ملا دیتا ہے تو اب پتہ چلا کہ ہدایت جو ہے نبوت جو ہے عصمت جو ہے وہ نعمت بن رہی ہے اس لئے کہا جا رہا ہے کہ تم اپنے مالک کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، کب تک کفرانِ نعمت کرو گے؟ دونوں سمندر ساتھ چلیں گے اور امام کہتے ہیں کہ ازل سے جاری ہیں۔ آیئے تاریخ میں تلاش کریں کہ یہ سمندر کہاں سے چلے اور کہاں ختم ہونگے؟ یہ کب کب ملے اور کب جدا ہونگے؟ اگر تاریخ میں ہم تلاش کریں گے تو ہم وہاں سے چلیں، دنیا کے سب سے بڑے تمدن دو ہیں جو کائنات میں سب سے پہلے اُبھرے ایک ہندوستان کا تمدن اور دوسرا عراق کا تمدن، جسے آج دنیا یاد کرتی ہے۔ تاریخِ بابل و نینوا یعنی وہ چیزیں جو کھدائی کے بعد، یہاں سیّدین زیدی صاحب بیٹھے ہیں جو اپنے کو ڈاکٹر نہیں کہنے دیتے لیکن میں انہیں ڈاکٹر ہی سمجھتا ہوں۔ اتنی محنت کرتے ہیں اپنے سبجیکٹ (subject) پر، کھدائی کا جو محکمہ ہوتا ہے اس کے مطابق علوم حاصل کر کے اس پروجیکٹ (project) پر کام کرتے ہیں، تو آج ذکر ہو جائے اس کا کہ جب کھدائی ہوئی بابل و نینوا کی تو اس میں جو آثار نکلے، پتھر کی چٹانیں اس پر جو تحریریں عبرانی زبان میں لکھی ہوئی تھیں اسے جرمنی میں، لندن میں، فرانس، پیرس میں، ان تحریروں کو پڑھا گیا۔ ان پر کتابیں لکھی گئیں، وہ جو کتابیں لکھی گئیں اور وہ جو آثار نکلے اس سے پتہ چلا کہ دنیا کی سب سے بڑی تہذیب دنیا کا سب سے بڑا ملک نینوا کا دارالحکومت تھا۔ وہ اتنا بڑا شہر تھا کہ آج پوری دنیا میں اتنا بڑا شہر نہیں ہے یعنی اس سے اندازہ لگائیں کہ کوفہ، حِلّہ، سامرا یہ سب محلے تھے اس دارالحکومت کے، بغداد کے یہ سب محلے تھے، جو آج بڑے شہر بن گئے ان محلوں میں ایک محلے کا نام اُر تھا اور اس اُر کے محلے میں ایک ایسی عمارت تھی جس کا

نام کربلا اور اسی مکان میں حضرت ابراہیمؑ کے ماں باپ رہتے تھے، باپ کا نام تارّخ تھا ماں کا نام مثلی تھا، جب نمرود نے یہ حکم دیا کہ کسی ماں کے شکم میں کوئی بچہ نہ ہو سب کو الگ کر دیا جائے تو اس وقت اس جگہ سے تو تارّخ اپنی زوجہ کو لے گئے ایک پہاڑ کے غار میں اور وہاں پر حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ اپنے شہر سے بہت دور، تاریخ یہ کہتی ہے کہ وہاں ایک عبادت خانہ تھا، تارّخ کے اجداد کا جہاں وہ اور ان کے اجداد نمازیں پڑھتے تھے۔ اس جگہ کا نام تھا عبرانی میں کرب اور کرب کہتے ہیں عبادت خانے کو اور الہ کہتے ہیں اللہ کو یہ وہ چیزیں ہیں جو پتھر پر لکھی ہوئی ملیں۔ کرب عبادت خانہ گھر اور الہ یعنی اللہ۔ ابراہیمؑ کے تین ہزار سال کے بعد یہی مقام مشہور ہوا کرب الہ وہ آگے چل کر کربلا بن گیا۔ یہ جگہ جہاں ابراہیمؑ پیدا ہوئے، جہاں ان کے اجداد رہتے تھے، جہاں عبادت خانہ تھا کرب الہ کربلا بن گیا۔ وہ ان کا محلہ ایک خدا کو ماننے والے اور جب جوان ہوئے اور نمرود نے آگ میں پھینک دیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی عمر اس وقت سولہ سال تھی۔ آگ میں پھینکا گیا، قدرت نے آواز دی کہ ہم نے ان کو بچا لیا تو قدرت نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے اس لئے بچا لیا کہ وہ رسول تھے۔ قرآن نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے اس لئے بچا لیا کہ وہ نبی تھے۔ اس لئے بچا لیا کہ وہ خلیل تھے، وہ ہمارے دوست تھے، امام تھے، نہیں کچھ نہیں وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ابراہیمؑ میرے شیعوں میں سے ایک شیعہ تھا۔ یہ پہلا شیعہ ہے جسے میں آگ سے بچا رہا ہوں۔ اب یہ قیامت تک اصول جائے گا کہ شیعہ آگ میں نہیں جل سکتا (صلوٰۃ) ابراہیمؑ میرے شیعوں میں سے ایک شیعہ تھا اور یہیں پر میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگرچہ تہتر فرقے ہیں۔ اسلام میں جتنے بھی فرقے ہیں، کوئی ایک فرقہ اپنے فرقے کا نام قرآن میں دکھا دے کم

از کم اس سے سوچ لے کہ ناجی کون سا ہے؟ کونسا پار لگے گا؟ اگر اس کا نام قرآن میں نظر آ رہا ہے۔ ابراہیمؑ میرے شیعوں میں سے ایک شیعہ ابراہیمؑ نوحؑ کے شیعوں میں اور موسیٰؑ، ابراہیمؑ کے شیعوں میں جہاں بار بار ہر نبی کو شیعہ کہا جائے اور حضورؐ کی زبان سے بار بار یہ لفظ حدیثوں میں آئے تو پتہ چلا کہ شیعوں کا وجود حضورؐ کے سامنے تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسولؐ کے بعد صفین وجمل کے بعد یہ فرقہ بنا اور یہی فرقہ ترقی کر کے کربلا میں گیا اور امام حسینؑ کو قتل کر دیا، یہ ایک عجیب بحث ہے اس پہ ایک تقریر میں کراچی میں کر چکا ہوں جب اس طرف سے یہ کہا گیا کہ شیعوں نے قتل کیا ہے امام حسینؑ کو تو اس کے جواب میں مَیں نے دس تقریریں کیں کیوں کہ قرآن کی روشنی میں یہ ثابت ہے کہ اللہ نے ابراہیمؑ کو بچا لیا (صلوٰۃ) یہ عجیب بات ہے کہ حضورؐ کے سامنے وہ جتنے بھی لوگ تھے کسی کو بھی مانیں وہ شیعہ کہلاتے تھے یعنی پہلے ہر ایک کا نام شیعہ تھا، یہ دوسری بات ہے کہ کسی سے منسوب کر دیا جاتا تھا کہ یہ کس کا شیعہ ہے، قرآن کا مشہور و معروف لفظ ہے جو اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے لئے استعمال کیا، ہم نے انہیں بچا لیا، پہنچے نمرود کے دربار میں تو اس نے کہا تم بچ گئے، آپ نے کہا ہاں میرے معبود نے مجھے بچا لیا تو ابراہیمؑ نے یہ سوچا کہ اس سرزمین کو اب چھوڑ دیا جائے، انہوں نے عراق کو چھوڑا اور سفر کیا، فلسطین و شام و عرب کی طرف اب جو چلے تو زوجہ سارہؑ ساتھ تھیں، خالہ زاد بھائی ساتھ یہ سب آپ کے ساتھ ابراہیمؑ پہاڑیوں سے گزر کر شام تک آئے، فلسطین تک آئے اور جب مصر پہنچے تو مصر کے بادشاہ نے جو فرعون کے اجداد میں سے تھا، اُس کی بیٹی حضرت ہاجرہؑ سے شادی ہوئی جن سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے، صلوٰۃ...... جب حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے تو تاریخ یہ لکھتی ہے کہ اچانک سارہؑ سے

بھی اسحاقؑ پیدا ہو گئے ،جب دونوں بچے بڑے ہوئے اور چلنے لگے، کھیلنے لگے تو تاریخ نے یہ کہا کہ جب بچوں میں لڑائی ہوئی تو دونوں ماؤں میں لڑائی ہوتی اور سارہؑ کیونکہ پہلی بیوی اور ابراہیمؑ کی خالہ کی بیٹی تھیں تو انہوں نے ناراض ہو کر کہا کہ یہاں سے ہاجرہؑ کو لے جاؤ نکال دو۔ سارہؑ کے کہنے سے لے گئے اور بڑھتے گئے یہاں تک کہ مکے کا صحرا آیا جو پہاڑیوں میں گھرا ہوا تھا وہاں اترے اور چھوڑ کر چلے گئے، تاریخ لکھتی ہے کہ سارہؑ نے ہاجرہؑ کو نکلوا دیا۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ نبی کی بیوی اور نبی کی ماں پر تاریخ نے یہ الزام لگایا، اب مسلمانوں کی تاریخ کو مستند کیسے مان لوں کہ جو حضرت سارہؑ پر یہ الزام لگائے کہ وہ عام عورتوں کی طرح تھیں کہ اس بڑھاپے میں ہاجرہؑ کو گھر سے نکال دیا لیکن قرآن یہ کہتا ہے کہ جب سواری سے اتارا ہاجرہؑ کو اور اسماعیلؑ کو مکہ کی سرزمین پر اور جانے لگے تو ہاجرہؑ نے پکار کر پوچھا کہ مجھے کس پر چھوڑ کر جا رہے ہو، تو بے اختیار کہا کہ جس نے بھجوایا ہے، اس پر چھوڑ کر جا رہا ہوں، پتہ چلا کہ حکمِ خدا سے آئی تھیں، سارہؑ کے نکالنے سے نہیں آئیں تھیں (صلوٰۃ) حکم خدا تھا کہ ہاجرہؑ اور بچے کو وہاں چھوڑ کر آؤ اور جب آپ یہاں چھوڑ کر چلے گئے تو ہاجرہؑ کو بھی صبر آ گیا کہ جس نے بھیجا ہے وہی مددگار ہوگا اور اس نے اس طرح مدد کی کہ بچّے کو ایک چادر پر لٹا کر درخت کے نیچے بیٹھ گئیں اور بہت گرمی تھی، ریت جل رہی ہے، دھوپ تیز ہے، بچہ پیاسا ہے، ماں پانی کی تلاش میں جاتی ہے، کبھی صفا پر جاتی ہے، کبھی مروہ پر جاتی ہے اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ صفا اور مروہ پہاڑ ہیں، ہم کو جو بھیجا گیا ہے اس زمین کی کوئی عظمت ہے، بی بی کو یہ معلوم ہے کہ اس کا نام صفا کیوں ہے مروہ کیوں ہے؟ صفا اس لئے ہے کہ اس پر آدم صفی اللہ آئے تھے اس کا نام مروہ اس لئے ہے کہ مروہ عورت کو کہتے ہیں

اس پر حضرت حوّا آئیں تھیں یہیں دونوں کی ملاقات ہوئی تھی تو معبود میرے شوہر کو بھی ایک دن ملا دے گا، اب پانی کی تلاش میں کبھی صفا پر کبھی مروہ پر، ادا اتنی پسند آئی معبود کو کہ کہا قیامت تک حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں قوم میں جتنی بھی اُمتیں انبیاء کی آئیں گی ان کو جب ہم طواف کرائیں گے تو یہاں سات بار دوڑائیں گے ،ایک ماں کی یاد میں، ماں کی تاسّی میں، معلوم ہوا کہ ایک ماں جو نبی کی زوجہ ہیں، قیامت تک ہر کسی پر واجب ہے کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے، اُس طرح دوڑے جیسے ہاجرہؑ دوڑیں تھیں۔ کہیں پر رُک کر چلے کہیں پر کندھوں کو اُچھال کر چلے۔ اب یہ رکھا معبود نے اس لئے کہ اگر اسی طرح کی کوئی یادگار اور آ جائے تو دنیا یہ نہ کہے کہ تم سڑکوں پر نکلتے ہو، دنیا اس پر ہنستی ہے، تمہاری اس ادا کو دیکھ کر، تو جواب میں کہے کہ حسینؑ کا چاہنے والا کہ وہاں دنیا نہیں ہنستی جہاں تم کندھوں کو اچھالتے ہو، دوڑتے ہو، ایک ماں کی یاد میں اور ایک ماں کی یاد یہ اور فاصلہ صرف ایک مہینے کا رکھا، دس دن کا عشرہ وہاں، رکھا دس دن کا عشرہ یہاں رکھا۔ ایک ماں وہاں ہے اور اس کا بچہ بچ گیا، مگر یہاں جو مائیں ہیں ان کے بچے قتل ہو گئے۔ اب ملا کر دیکھو دونوں یادگاروں کو کہ اہم یادگار کون سی ہے؟ بلند ترین یادگار کون سی ہے؟ ربابؑ جیسی ماں، اُمِ لیلیٰؑ جیسی ماں، وہاں ایک ہاجرہؑ اور یہاں ان کی نسل میں آنے والی اتنی مائیں، اس طرح قدرت نے مثالیں پہلے سے دیں، ورنہ اس کا مقصد نہیں تھا، اگر دنیا سے پوچھا جائے کہ کیوں دوڑ رہے ہو تو بتا نہیں سکتے، تاسّی اس لئے ہے کہ استقبال ہے محرّم کا، اتنے عادی ہو جاؤ دوڑ کر، کندھوں کو اچھال کر کہ جب ماتم کرنا پڑے تو یہ مت کہو کہ یہ کیا چیز ایجاد ہو گئی ہے؟ کچھ ماؤں کی تاسّی ہے، زینبؑ کی تاسّی ہے، اب وہاں پر بسایا اور جب پیاسا ہوا بچہ تو ہاجرہؑ چلیں کبھی

صفا پر کبھی مروہ پر، لیکن ریت کو دیکھ کر سمجھتی تھیں، سراب کو دیکھ کر سمجھتی تھیں کہ پانی گر رہا ہے، مگر جب قریب پہنچتی تھیں، تو وہ ریت تھی جو ہوا سے اڑتی تھی اور لہریں بناتی تھی۔ مایوس ہو کر واپس آئیں اور قریب پہنچیں دیکھا جہاں بچّے نے ایڑیاں رگڑیں تھیں وہاں چشمہ جاری تھا اور اتنا تیز ابل رہا تھا کہ مکہ کی زمین پر پھیلتا جا رہا تھا۔ اپنی زبان میں مصری زبان میں ہاتھ اُٹھا کر آواز دی، زم زم ٹھہر جا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری ماں ہاجرہؑ روک نہ دیتی ہاتھ اُٹھا کر تو مکہ ڈوب جاتا، ایک نبی کے بیٹے کی ایڑی رگڑنے سے جو پانی نکلا ہے وہ پانی آج تک قائم ہے۔ لاکھوں مسلمان پیتے ہیں، پانی ختم نہیں ہوتا، اب دیکھئے زبان سے نکلا ہوا لفظ آج اس کا نام ہی زم زم پڑ گیا، یہ دیکھتے جائیں کہ حج میں ایک ماں کی یادگاریں کتنی ہیں؟ ایک بی بی کی یادگاریں کتنی ہیں؟ اب عرب کا دستور تھا کہ جہاں پانی ہوتا تھا، وہاں قافلے ٹھہر جایا کرتے تھے اور وہیں نخلستان میں بستی بسا دیا کرتے تھے، شہر آباد ہو جایا کرتے تھے، ایک ایسا ہی قبیلہ، قبیلۂ بنی جُرہم جو عرب کا پرانا باسی تھا جو یمن سے آ کر عرب کو آباد کر رہا تھا وہ پانی کی تلاش میں بھٹک رہا تھا وہ پہچانتے ایسے تھے کہ جہاں پرندے اڑا کرتے تھے دیکھ کر سمجھ جاتے تھے کہ دیکھو شاید ان پہاڑیوں کے پاس پانی موجود ہے، پیاسے ہیں، پیاس بجھائیں، اب جو قافلے والے آئے تو دیکھا کہ ایک بی بی اور ایک بچہ چادر بندھی ہوئی ہے اور ماں بچّے کو لئے اس کے نیچے بیٹھی ہوئی ہے، پانی بہہ رہا ہے، ماں ساتھ بیٹھی ہوئی ہے، حیران ہوا سردار، آگے بڑھا اور کہا یہ پانی ہم استعمال کر سکتے ہیں کہ نہیں، ہم پی سکتے ہیں کہ نہیں، بے اختیار بی بی نے کہا کہ پانی وہ خدا کی نعمت ہے جس پر کسی کا حق نہیں ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ جتنا چاہو پانی پیو، ہاجرہؑ سے لے کر

حسینؑ تک کبھی پانی پر اپنے اختیار کو ظاہر نہیں کیا۔ کافر آئے دشمن، منافق آئے کوئی بھی آئے پانی سب کے لئے، ہاجرہؑ کا پہلا احسان تھا عرب والوں پر قبیلہ بنی جُرہم پر اب انہوں نے سوال کیا کہ اگر اجازت ہو تو بی بی ہم یہاں اپنی بستی بسا لیں؟ کہا ہم اجازت نہیں دے سکتے جب تک ہمارا شوہر آ کر ہمیں اجازت نہ دے دے۔ ہمارے شوہر کچھ دنوں کے بعد آئیں گے، پھر ہم اجازت دیں گے، جب حضرت ابراہیمؑ کئی مہینے بعد آئے زوجہ اور بچے سے ملنے کے لئے تو بی بی نے یہ کہا کہ یہ قبیلہ یہاں آباد ہونا چاہتا ہے، اے میرے والی آپ کی اجازت ہے کہ نہیں تو آپ نے کہا کہ انہیں اجازت دے دو، اجازت مل گئی اب کیا تھا بستی بسنے لگی، مکہ شہر کی بنیاد پڑ گئی، مکان بننے لگے، گلیاں بننے لگیں، سڑکیں بننے لگیں، درخت لگنے لگے، ایک ایسا شہر بسا جس کی بانی ایک ماں تھی۔ جس کا نام اس کی وجہ سے اُمّ القریٰ پڑ گیا، قریوں کی ماں، ایک ماں نے بسایا۔ اس لئے اُمّ القریٰ اِس شہر کا نام ہو گیا قبیلۂ بنی جُرہم کے بچّوں میں کھیل کر حضرت اسماعیلؑ جوان ہوئے، سردار بنی جُرہم کا بوڑھا ہو چکا تھا، اس نے آ کر کہا کہ بی بی ہاجرہؑ تم ہماری سردار ہو یہ زمین تمہاری ہے، یہ پانی تمہارا ہے، ہم پر احسان ہے تمہارا، ہمیں اللہ نے بیٹی دی ہے اور تمہیں اللہ نے بیٹا دیا ہے کیا اچھا ہو کہ آپ اسماعیلؑ اپنے بیٹے کی شادی ہماری بیٹی سے کر دیں تاکہ ہم ایک رشتہ میں بندھ جائیں، کہا جب میرے شوہر آئیں گے میں ان سے پوچھوں گی، اجازت مل جائے گی تو میں شادی کر دوں گی، اجازت ملی سردار کی بیٹی سے حضرت اسماعیلؑ کا عقد ہوا، یہ اس خاندان کی پہلی ماں ہے جو ختمی مرتبتؐ کی پہلی ماں بنی، شادی ہوئی تاریخ لکھتی ہے کہ جب حضرت اسماعیلؑ صاحبِ اولاد ہو گئے تو اللہ نے بارہ بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی، اب ایک نئی

زبان وجود میں آئی۔ جب دو زبانیں آپس میں ملیں ایک ہاجرہؑ کی زبان جو حضرت اسماعیلؑ کی مادری زبان تھی اور جو باپ کی طرف سے عبرانی زبان ملی تھی تو عربی زبان بنی جس کی موجد حضرت ہاجرہؑ قرار پائیں۔ اسی لئے اسے مادری زبان کہتے ہیں، پدری زبان نہیں کہتے کیوں کہ دنیا کی قدیم ترین زبان کی موجد ایک ماں تھی اور عربی زبان تو ہے ہی وراثت میں، زبان جسے ملے گی وہ ماں کی طرف سے ملے گی۔ اب یہ طے ہوگیا کہ کوئی شے ملے نہ ملے مگر زبان وراثت میں ماں کی طرف سے ملا کرتی ہے، اگر یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ فدک نہیں مل سکتا فاطمہؑ کو یا حسنؑ و حسینؑ کو تو وراثت بنی ہاشم تک آرہی تھی، قدرت نے اس مادری زبان کو اتنی عزت عطا کی کہ قرآن کو بھی مادری زبان میں اُتارا تو جناب عالی قبیلہ کا سردار بیمار اور بہت بوڑھا ہوگیا تھا تو اب وہ ایک ٹیلے پر ایک بلندی پر جا کر اِستادہ ہوگیا اور اس نے پورے قبیلے کو جمع کیا اور ایک تقریر کی کہ سنو میں مرنے سے پہلے چاہتا ہوں کہ تمہارے لئے ایک سردار کا انتخاب کروں جو میں کہوں گا وہ مانو گے، کہا ہاں سردار ہم مانیں گے کہا سنو آج سے میں نے تمہارا سردار اپنے داماد اسماعیلؑ کو بنایا ہے۔ تاریخ کہتی ہے کہ جس مقام پر اسماعیلؑ کی سرداری کا اعلان ہوا تھا بعد میں اسی مقام پر خانہ کعبہ تعمیر ہوا، وہیں چار دیواری بنی، وہیں خانہ کعبہ تعمیر ہوا، بعد میں اللہ نے ایک اور نبیؐ کے داماد کو خانہ کعبہ میں شرفِ ظہور عطا کیا یعنی ایک داماد سے دوسرے داماد تک دامادوں کی یادگاریں قائم ہوگئیں۔ (صلوٰۃ) بات آ گئی کہ علیؑ کو خانہ کعبہ میں اللہ نے ظاہر کیا اگر یہ شرف دینا ہی تھا تو پھر نبیؐ کو کیوں نہیں دیا، علیؑ کو کیوں دیا، اگر علیؑ کا خانہ کعبہ میں ظہور ہوگیا تو کیا نبیؐ کا شرف مٹ گیا، کم ہوگیا نہیں بلکہ یہ نظامِ قدرت اس لئے تھا کہ اللہ کو یہ معلوم تھا کہ نبی کو نہ خدا کا بیٹا کہا جائے گا نہ خدا

کہا جائے گا، یہ معلوم تھا کہ علیؑ کو خدا کہا جائے گا، اس لئے علیؑ کو اپنے گھر میں ظاہر کر کے یہ بتایا کہ دیکھو جو ظاہر ہو وہ خدا نہیں ہوتا اللہ نے گھر سے ظاہر کر کے بتایا کہ یہ خدا نہیں بلکہ خدا کے گھر میں ظاہر ہونے والا ایک بندہ ہے تا کہ لوگ اپنے عقیدے سے ہٹ کر علیؑ کو بندہ مانیں خدا نہ مانیں۔ کہاں ظہور کیا؟ اس مقام پر اور اسی مقام پر اسماعیلؑ کی سرداری کا اعلان کیا۔ جب قبیلے کا سردار مر گیا تو پھر اسماعیلؑ اور ان کے بعد ان کی اولاد عرب کی سردار بنی تو اسماعیلؑ کی وفات کے بعد قبیلے والوں نے اسماعیلؑ کی اولاد کو مار کر مکہ سے نکال دیا، صدیاں گزر گئیں یہاں تک کہ اسماعیلؑ کی نسل میں ایک ایسا جوان پیدا ہوا جس کا نام تھا قصیٰ، یمن میں پیدا ہوا، ماں نے نام رکھا قصیٰ، قصیٰ لفظ اقصیٰ سے ہے اقصیٰ کے معنی ہیں دُور اس لئے نام رکھا کہ اپنے وطن سے دُور پیدا ہوا۔ جب وہ جوان ہوا تو ماں نے بتایا کہ بیٹا تیرے اجداد تو مکہ کے رہنے والے تھے، تیرا وطن تو وہ ہے۔ تیرے دادا نے خانہ کعبہ بنایا وہ تیرا ہے، بیٹا اتنا بہادر تھا کہ ایک لشکر بنایا، یمن سے نکلا، بنی جرُہم سے لڑ کر مکے کو چھین لیا اور چھین کر وہاں حکومت قائم کی، یہ پہلا شخص ہے نسل ابراہیمؑ میں جس نے دارالندوہ دیا یعنی مشورے سے عرب والوں کو ایک دستور دیا۔ اس کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ نسل ابراہیمیؑ میں جہاں جہاں کوئی پھیل گیا تھا اس کو ایک جگہ مکہ میں جمع کیا اور نام قریش پڑا جس نے اولاد حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو جو بکھری ہوئی تھی اس کو ایک جگہ جمع کیا پھر ان کی پوری اولاد قریش کہلائی جانے لگی۔ اب سمجھے آپ کہ قریش کیوں کہا جاتا ہے؟ جناب قصیٰ مکہ آ گئے ساری آلِ اسماعیلؑ کو وہاں آباد کر دیا مگر ان کے ایک بھائی جو اِن سے چھوٹے تھے عزّیٰ وہ یمن میں رہ گئے وہاں ان کی نسل آگے بڑھی۔ عبد العزیٰ کے بیٹے عبد مناف، عبد مناف کے بیٹے اسد،

اسد کے بیٹے خویلد اور جب عیسائی مذہب آیا تو وہ سب سچے عیسائی مذہب پر ہو گئے لیکن ان کے گھر کا دستور یہ تھا کہ ان کے خاندان کا بزرگ اچانک انجیل پڑھتا، وہ راہب بن کر دیر میں بیٹھ جاتا، تو سب سے زیادہ تجارتی مرکز زر و جواہر کا یمن تھا۔ ایک ایک آدمی بڑا رئیس تھا بڑی دولت تھی اس خاندان کے پاس اور جب وہ راہب بن کر بیٹھتا تو وہ اپنی ساری دولت اپنے خاندان میں سے کسی نوجوان کے نام کر جاتا۔ یہاں تک کہ اس خاندان کے سارے لوگ دیر میں بیٹھے راہب بنے آخر میں جو شخص بچا اس کا نام خویلد تھا جسے خاندان کے ہر بزرگ کی دولت مل گئی۔ اندازہ کیجئے کہ وہ انسان کتنا دولت مند ہوگا۔ خویلد کو اللہ نے ایک بیٹی دی جس کا نام خدیجہؑ تھا۔ (صلوٰۃ)

خویلد نے ہجرت کی اور مکہ آ گئے حالانکہ انجیل کے علوم لئے ہوئے تھے ابھی بیٹی کمسن تھی کہ انتقال ہو گیا اور اپنی بیٹی کو اپنے بھائی اسد کے حوالے کر گئے اب حضرت خدیجہؑ نے اپنے چچا سے زبور اور توریت کا علم حاصل کیا اور حضرت خدیجہؑ نے اس دولت کو اس طرح خرچ کیا کہ آپ عرب میں پہلی خاتون تھیں جن کے پاس ستر ہزار اونٹ تھے جن کا قافلہ مال لے کر کبھی شام کی طرف جاتا، کبھی مصر کی طرف اور جب قطار اونٹوں کی چلتی تو عرب والے حیرانی سے دیکھتے تھے کہ یہ قطار کب ختم ہوگی۔ عرب والے پکارنے لگے کہ یہ وہ طاہرہ بی بی ہے جو ملیکۃ العرب ہے، جو ہماری ملکہ ہے، ملکہ کہہ کر عرب والے اس بی بی کو پکارا کرتے تھے، اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے خدیجہؑ نے شادی کا فیصلہ نہیں کیا، بڑے بڑے امیروں نے، بڑے بڑے سرداروں نے، بڑے بڑے بادشاہوں نے حلب کے بادشاہ یمن کے بادشاہ نے پیغام بھیجا کسی کے پیغام کو قبول نہیں کیا، کتنے غلام، کتنی کنیزیں

قصر میں جب قندیلیں روشن ہوتیں تو عرب والے کہتے تھے کہ آفتاب اور مہتاب روشن ہو گئے خدیجہؑ کے گھر میں حریر اور دیباج کے پردے چھوڑے جاتے تو لوگ دیکھ کر حیران ہوتے کہ یہاں پر کیسا قصر ہے اور کیسا نور پھوٹتا ہے، خدیجہؑ کے قصر میں۔ ایک دن کسی نے آ کر یہ اطلاع دی کہ صحرا سے جب تجارت کے قافلے جاتے ہیں تو آپ کے مال پر ڈاکے ڈالتے ہیں اور لوٹ کر واپس چلے جاتے ہیں۔ بی بی نے کہا کہ یہ واقعے کب سے ہو رہے ہیں، غلام نے کہا واقعات تو بہت دن سے ہو رہے ہیں ہم نے خوف سے آپ کو اطلاع نہیں دی، بس یہ سننا تھا کہ ایک بار بی بی نے کہا جاؤ سیّد العرب کو ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ آپ کے ہوتے ہوئے خدیجہؑ کے مال پر کیسے ڈاکے پڑ رہے ہیں؟ غلام نے جا کر حضرت ابو طالبؑ کو سلام کیا اور کہا کہ ملیکۃ العرب خدیجہؑ نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ تاجدار عرب سے کہو کہ آپ کے ہوتے ہوئے ہمارے مال پر ڈاکے کیسے پڑ رہے ہیں؟ خاموش ہو گئے سر کو جھکایا اور کہا کہ طاہرہ سے یہ کہنا کہ اب تمہارے مال پر ڈاکے نہیں پڑیں گے۔ قرآن نہیں آیا، ابھی وحی نہیں آئی، ابھی نبیؐ نے کوئی اعلان نہیں کیا، مگر یہ اطمینان دیکھئے کہ ابو طالبؑ کو عرب کے کافروں اور ڈاکوؤں پر کتنا اطمینان ہے کہ جو چاہوں گا وہ کر سکتا ہوں۔ یہ تھے تاجدار عرب اور کہا جاؤ کتنے یقین کے ساتھ کہ خدیجہؑ سے کہہ دینا کہ آج کے بعد تمہارے مال پر ڈاکہ نہیں پڑے گا۔ غلام واپس گیا اس نے یقین دلا دیا۔ حضرت ابو طالبؑ نے کفار و مشرکین مکہ کو جمع کیا، ایک تقریر کی اور تقریر میں ایک سوال کیا کہ تم تجارت کیوں نہیں کرتے؟ یعنی ابھی عرب میں تجارت کا شعور پیدا نہیں ہوا تو سب نے متحد ہو کر کہا عبدالمطلبؑ کے بیٹے ہم تجارت کیسے کریں، ہمارے پاس مال و دولت نہیں ہے اگر تجارت کرنا چاہو تو میں

بتاتا ہوں، عمل کرو طریقہ میں بتاتا ہوں کہ آپس میں تمہارے پاس جتنا بھی مال ہو وہ جمع کرو اور جمع کرنے کے بعد وہ بہت ہو جائے گا تھوڑا تھوڑا کر کے مشترکہ مال لے جاؤ ملیکۃ العرب خدیجہؑ کے پاس اور ان سے کہو کہ یہ پیسہ یہ مال ہمارا ہے اس کو اپنی تجارت میں لگا لیجئے، منافع کی شرط کے ساتھ کہ جب منافع آئے تو مع منافع کے آپ واپس کرتی رہیں۔ عرب والوں کی سمجھ میں یہ بات آ گئی تو آپ کی سمجھ میں بھی آ جائے گی کہ مشترکہ کمپنی کو لمیٹڈ (limited) کہتے ہیں، یعنی وہ سرمایہ جسے حصے دار ملا کر قائم کریں۔ عربی میں اس کو لایلاف کہتے ہیں تو ابو طالبؑ نے مکہ والوں کے لئے عرب والوں کے لئے ایک کمپنی (Company) بنائی، بنانے والا ابو طالبؑ معبود کہہ رہا ہے کہ ہم نے بنائی، ابو طالبؑ کے عمل کو خدا نے اپنا عمل کہا، خدا اس عمل کو اپنا کہہ رہا ہے، لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ہم نے قریش کے لئے مشترکہ سرمائے سے ایک کمپنی بنائی تا کہ وہ گرمی اور جاڑے میں آرام سے زندگی گزار سکیں، کھانے پینے کا سامان اپنے گھر لا کر رکھ سکیں اور انہیں بھیک نہ مانگنی پڑے، سورہ موجود ہے، تیسویں پارے میں چھوٹا سا سورہ ہے، ابو طالبؑ کا ذکر ہے اب سنیں آپ شاید آپ کا ذہن نہیں گیا کہ جب میں نے کل کہا تھا کہ زنیم کے معنی دیکھ کر آیئے گا۔ کسی نے دیکھا اور کسی نے نہیں دیکھا، صفدر صاحب کے بچے نے معنی دیکھ لئے اور اس نے آ کر مجھے بتا دیا کہ یہ ہیں معنی زنیم کے تو جس نے معنی نہیں دیکھے وہ دوبارہ دیکھیں ورنہ اس تقریر کا مزا آدھا ختم ہو جائے گا اگر آپ بھول گئے دیکھنا۔ اس طرح کی چیزیں ذہنوں میں رکھا کریں کہ خدیجہؑ کے قافلے پر ڈاکے کون لوگ ڈالتے تھے، تاریخ کا ایک عجیب واقعہ ہے اور آپ پہچان لیں گے کہ صحرائی لٹیرے کون لوگ تھے۔ اگر مومنوں اور مسلمانوں کی تاریخ چل رہی ہے تو

ڈاکوؤں کی بھی تاریخ چل رہی ہے۔لوٹ مار اور ڈاکہ زنی سب وراثت میں آ رہی ہے۔وہ ڈاکے کسی چیز پر پڑیں کل لوگوں کا مال لوٹا جاتا تھا آج ایمان لوٹا جاتا ہے، ذہن لوٹا جاتا ہے، خبریں قبضے میں کر لی جاتی ہیں، تو لوٹ کا انداز جدید ہوتا جارہا ہے، تو یہ لٹیرے کون تھے جو آغاز اسلام میں تھے۔تاریخ میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ صحرائی ڈاکو چوپال عربی میں اس کو کہتے ہیں سقیفہ اور وہاں پارک بنا ہوا ہے شاید ایسی چوپال مکہ میں بھی تھی، مدینہ میں بھی تھی، مال لوٹ کر صحرائی جنگلی، چوپال جہاں پر لوٹ کا مال تقسیم ہوتا تھا اس مقام پر کچھ صحرائی ڈاکو مال آپس میں بانٹ رہے تھے، ادھر سے ایک یہودی راہب گزرا وہ گھبرا گئے انہوں نے کہا کہ کیا دیکھ رہے ہو۔ اس نے کہا یہ دیکھ رہا ہوں کہ پیشانیوں پہ تمہارے حکومت کا نشان نظر آرہا ہے، یہ کیا کام کر رہے ہو؟ تمہیں تو عرب کی حکومتیں ملنے والی ہیں، ایک نبیؐ کا نزول ہوگا، وراثت میں تمہیں حکومت ملے گی۔ یہ کام چھوڑو اب وہ کام کرو، واقعہ موجود ہے، اب اگر آپ پہچاننا چاہیں تو پہچان لیں۔(صلوٰۃ)

اس دن سے خدیجہؑ کے مال پر ڈاکہ نہیں پڑا، یہ ابوطالبؑ کا کمال دیکھا آپ نے کہا کہ تم تجارت کیوں نہیں کرتے یہ نہیں کہا کہ تم ڈاکہ کیوں ڈالتے ہو، یہ نہیں کہا کافروں سے کہ تم خدیجہؑ کے مال پر ڈاکہ کیوں ڈالتے ہو، بلکہ یہ کہا کہ تم تجارت کیا کرو، تو اب پتہ چلا کہ ابوطالبؑ سیاست الٰہیہ کا وہ نمائندہ تھا کہ جو چور تھے ڈاکو تھے انہیں خدیجہؑ کے مال کا محافظ بنا دیا کہ سرمایہ ہمارا لگا ہوا ہے اب اس مال کی حفاظت کرنی ہے، اس میں ہمارا مال لگا ہوا ہے، ایسی کمپنی بنائی کہ خدیجہؑ کا مال محفوظ ہو گیا۔ مال اس لئے محفوظ ہوا کہ اس میں کسی کو حصہ دار بننا تھا اور اس حصہ دار کا نام تھا اسلام اور وہ دن آیا کہ جب ابو طالبؑ اپنے جوان بھتیجے کو لے کر حضرت خدیجہؑ

کی خدمت میں گئے اور کہا کہ تمہارے تجارتی قافلے شام جاتے ہیں اور یہ میرا بھتیجا عبداللہ کا بیٹا جوان ہو گیا ہے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اسے تجارت کے گر سکھائیں کیا تم ایسا کر سکتی ہو کہ اپنے شام کے قافلے کا سردار ان کو بنا دو، کہا آپ سردار عرب ہیں، میں آپ کا کہا نہیں ٹال سکتی، میں عبداللہ کے بیٹے کو یہ قافلہ دیتی ہوں، یہ مال لے جائیں محمدؐ جو پچیس سال کے ہیں اور خدیجہؑ جو چوبیس سال کی ہیں یہ وہ دور ہے کہ پچیس سال کے یہ ہیں اور چوبیس سال کی خدیجہؑ ہیں اور ایسے میں قافلہ لے کر محمدؐ خدیجہؑ کا شام چلے اپنے غلام خاص کو بلایا اور کہا دیکھو کوئی بے ادبی ان کی شان میں نہ ہو۔ یہ سرتاج قبیلہ کا بیٹا ہے خاص خیال رکھنا، ساتھ ساتھ جاؤ لیکن ادب سے جانا۔ جب شام کا قافلہ واپس آیا تو آپ بام پر کھڑی تھیں، ایک بار نظر جو گئی تو کنیزوں کو آواز دی کہ میرے پاس آؤ کہ جو میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں وہ میری نگاہوں کا دھوکہ تو نہیں، کنیزیں آئیں کہ دیکھو یہ محمدؐ آرہے ہیں یہ ان کا ناقہ آرہا ہے، یہ میسرہ ہے، یہ شام سے واپسی ہے، یہ دوپہر کا وقت ہے، دھوپ تیز ہے، لیکن غور سے دیکھو کہ یہ بادل کا ٹکڑا محمدؐ کے ساتھ ساتھ سایہ کئے ہوئے چل رہا ہے یہ میری نگاہوں کا دھوکا ہے یا تم سب کو نظر آرہا ہے۔ کنیزوں نے کہا ہاں بی بی یہ بادل سایہ کئے ساتھ ساتھ چل رہا ہے ختمی مرتبتؐ کے سر پر جا رہا ہے۔ اب آپ نے دیکھا کہ یہ چڑھتا ہوا دن تھا جب خدیجہؑ نے محمدؐ کی حقیقت کو پہچانا۔ قدرت نے آواز دی وَالضُّحٰی ○ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی اس کے بعد کہا ہم نے تم کو سرپرست دیا اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی اور اب دوسری آیت وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی تم غریب تھے ہم نے تم کو دولت دی، دولت دینے والی خدیجہؑ معبود نے کہا ہم نے دی، وہاں ابو طالبؑ کے عمل کو اپنا کہا، یہاں خدیجہؑ کے عمل کو اپنا عمل کہا،

ایک ہی سورے میں چڑھتے ہوئے دن کی قسم کھا کر کہا کہ یہ خدیجہؑ ہیں یہ ابوطالبؑ ہیں۔(صلوٰۃ) قافلہ آ گیا سامان اترنے لگا کنیز نے آ کر کہا کہ بی بی آپ کو بلا رہی ہیں، ملیکۃ العرب بلا رہی ہیں، پردے گرنے لگے خاص حجرۂ خدیجہؑ کے پاس پہنچے قصر سے ہوتے ہوئے پردہ حریر کا گرا دیا گیا ادھر حضورؐ بیٹھے اُدھر سے آواز آئی گفتگو شروع ہوئی پیشانی پر پسینے کے قطرے آ گئے ملیکۃ العرب پہلی بار بات کر رہی تھیں، عبداللہؑ کے بیٹے سے ابوطالبؑ کے بھتیجے سے آواز آئی سلام کیا جوابِ سلام دیا کہا بتایئے کہ آپ جو ہمارے مال میں حصہ دار بنے ہیں یہ قافلہ جو آپ لے گئے ہیں جو منافع آپ کو دوں گی یقین جانیئے منافع سے دس گناہ زیادہ دوں گی، میں بہت خوش ہوں، اب تک کوئی ایسا کام کرنے والا میری تجارت میں نہیں تھا، میں آپ کے سامنے جو پیسہ رکھتی ہوں آپ یہ بتایئے کہ آپ اس کا کیا کریں گے۔ اب یہ گفتگو تاریخ کی گفتگو ہے اور بڑی عجیب گفتگو ہے،اس سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہیں، اس کا کیا کریں گے کہا کہ چچا نے کہا تھا کہ تم تجارت کرو جو پیسے تمہیں خدیجہؑ دیں گی اس سے کچھ ناقے خرید لینا اور تم تجارت شروع کر دینا ان ناقوں کے ذریعے سے اور جو پیسے بچیں گے اِس سے عرب کے کسی قریش کے خاندان میں تمہاری شادی کر دیں گے، تمہارا گھر بسا دیں گے، یہ میرے چچا نے کہا تھا۔کہا اچھا آپ عقد کرنا چاہتے ہیں، اگر میں آپ کو نفیس و شریف ترین خاتون کا نام بتاؤں تو آپ عقد کریں گے کہا اس کے ذمہ دار میرے چچا ہیں ہاں میں انہیں بتا دوں گا وہ کون ہے وہ عورت جو عرب کی عظیم ترین عورت ہے؟ جو عزت مآب ہے، جو شرافت مآب ہے، کہا یہ کنیز ہے یہ سنا ایک بار خاموش ہوئے اُٹھے، کہا ہم اپنے چچا سے کہیں گے۔آتے آتے چچا کے پاس پہنچتے پہنچتے شام ڈھلنے لگی، پہنچے کہا

چچا آج عجیب واقعہ ہوا، ملیکۃ العرب نے ہمیں اپنے گھر میں بلا لیا، اپنے خاص حجرے میں بلا لیا، پردہ ڈال دیا گیا، پھر پردے کے پیچھے سے خدیجہؑ نے مجھ سے گفتگو کی اور شادی کی خواہش بھی کی ہے، آپ کیا کہتے ہیں؟ یہ سننا تھا کہ ابو طالبؑ کھڑے ہو گئے کہ ملیکۃ العرب اور پیغام دے، میرے بھتیجے دیر کیا ہے؟ بیٹے مجھے یہ رشتہ منظور ہے، ایک بار اپنی بہن صفیہؑ کو آواز دی کہ تم خدیجہؑ سے بات کر کے آؤ، ادھر سواری چلی صفیہؑ کی، خدیجہؑ کے قصر کی جانب اور ادھر کنیزوں نے کہا کہ عبدالمطلبؑ سردار عرب کی بیٹی آ رہی ہے، خدیجہؑ استقبال کے لئے بڑھیں پیر الجھا تھا کہ ایک جملہ کہا کہ محمدؐ کے دشمن کو خدا کبھی سرسبز و شاداب نہ کرے، تاریخ نے جملہ لکھا، ابھی قرآن نہیں آیا ابھی قرآن میں نہیں آیا، خدیجہؑ کا جملہ خدا کو اتنا پسند آیا کہ خدا نے اسے سورہ کوثر بنا دیا۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○ تمہارا دشمن ابتر ہے کبھی سرسبز و شاداب نہیں ہو سکتا، یہ خدیجہؑ کی دی ہوئی دعا تھی۔ آج بھی محمدؐ کا کوئی دشمن سرسبز و شاداب نہیں ہے اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ سورہ کوثر کا آغاز خدیجہؑ سے ہو گیا اور اس کے بعد تاریخ یہ لکھتی ہے جب رشتہ طے ہو گیا اور بنی ہاشم تلواروں کے سائے میں محمدؐ کو لے کر چلے تو یوسفؑ کا عمامہ سر پر تھا ابراہیمؑ کا پیراہن جسم پر تھا، سلیمانؑ کی انگوٹھی اُنگلی میں تھی موسیٰؑ کا عصا ہاتھ میں تھا، دولہا بنا کر بنی ہاشم قصر خدیجہؑ پر پہنچے۔ ادھر سے خدیجہؑ کے چچا اسد نے عقد پڑھا، اُدھر سے وہ خطبہ دے رہے تھے، اِدھر محمدؐ کی طرف سے اُٹھ کر ابو طالبؑ نے خطبہ دیا، پہلا خطبہ تاریخ کا جو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سے شروع ہوا ابھی قرآن نہیں آیا معبود کو عقد کا خطبہ اتنا پسند آیا کہ قرآن کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے شروع کیا۔ ابو طالبؑ کی زبان سے نکلے ہوئے جو

جملے تھے اس سے قرآن کا آج آغاز ہو رہا ہے یہ محمدؐ کا عقد تھا جو ابوطالبؑ پڑھ رہے تھے۔ دلہن کو بیاہ کر محمدؐ گھر میں لائے تاریخ لکھتی ہے کہ جب سواری چلی ناقہ چلا تو ہر قدم پر چالیس کنیزیں آزاد کرتی جاتی تھیں۔ سونے چاندی کے پھول اور پتے نچھاور ہوتے جا رہے تھے اور جب گھر پر پہنچیں تو صرف ایک کنیز اور ایک غلام بچا اور اس پہ بھی میسرہ کو بلا کر کہا کہ مکہ کے مرکزی مقام پر جا کر یہ اعلان کر دینا کہ آج سے جو کچھ بھی خدیجہؑ کا ہے وہ سب محمدؐ کا ہے، غور کیا آپ نے یمن سے آنے والا قصیٰ کا بیٹا عبدمناف کا بیٹا ہاشم، ہاشم کا بیٹا عبدالمطلبؑ اور عبدالمطلبؑ کا بیٹا عبداللہؑ اور عبداللہؑ کا بیٹا محمدؐ۔ (صلوٰۃ)

وہ قصیٰ جس نے مکہ کو مضبوط بنایا، اس کا بیٹا عبدمناف، اس کا بیٹا ہاشم، ہاشم کا بیٹا عبدالمطلبؑ، عبدالمطلبؑ کا بیٹا عبداللہؑ، ان کا بیٹا محمدؐ، دوسرے بھائی عبدالعزیٰ ان کے بیٹے عبدمناف ثانی، ان کے بیٹے اسد، ان کے بیٹے خویلد اور خویلد کی بیٹی خدیجہؑ ایک شاخ سے دو دریا چلے اسی طرح دو دریاؤں کو ملایا کرتے ہیں، مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ ہم نے نور کے دو سمندر جاری کئے ہیں، ہم جب چاہتے ہیں ملاتے ہیں۔ ہم کبھی قبیلہ بنی جرہم کی بیٹی اور اسماعیلؑ کو ملاتے ہیں، کبھی خدیجہؑ اور محمدؐ کو ملاتے ہیں اور اسی طرح اب جو سورہ کوثر کی تفسیر ہوئی تو گود میں جو آیا وہ قاسمؑ تھا، بچہ وفات پا گیا ایک گھر حجرے کئی، سامنے ابو طالبؑ کا حجرہ، ادھر محمدؐ اور خدیجہؑ کا حجرہ، صحن ایک ہے۔ جس سال قاسمؑ پیدا ہوئے اس سال ابوطالبؑ کا سب سے چھوٹا بیٹا علیؑ پیدا ہوا، تیس عام الفیل یہ بڑی کارآمد چیزیں ہیں، اسے محفوظ کر لیں اور محفوظ کرا کر جا رہا ہوں، اس لئے کہ آپ مکہ اور مدینہ کی فضاؤں میں رہتے ہیں، اس لئے میں خود محنت کر رہا ہوں کہ آپ تک اور بچوں تک یہ باتیں پہنچ جائیں،

حجرے الگ الگ اِدھر محمدؐ کا پہلا بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام قاسم ہے ابوطالبؑ کا آخری بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام علیؑ ہے، ایک سال ایک مہینہ اگر جیتا تو علیؑ کے برابر ہوتا اور اگر علیؑ کے برابر نہ ہوتا تو یہ منصب جو علیؑ کو ملا ہے وہ قاسمؑ کو ملتا، لیکن قدرت کا انتظام یہ ہے کہ قاسمؑ نہ جیئے خدیجہؑ کی گود سرسبز و شاداب نہ رہی ہم نے قاسمؑ کو واپس لے لیا۔ اب آپ سمجھتے ہونگے کہ کسی ماں کی گود سُونی ہو جائے اگر بچپن میں بچہ چھوٹ جائے گود خالی ہو جائے تو ممتا کا تقاضا یہ ہے کہ پہلا بچہ جو نظر آئے وہ اس کو گود میں اُٹھا لیتی ہے۔ وہ دودھ پیتا بچہ سامنے تو ہے، فاطمہ بنت اسدؑ کا بیٹا ہے تو بار بار کہتی کہ اے محمدؐ اے میرے والی کیا اچھا ہو کہ ابوطالبؑ کے کئی بیٹے ہیں ہم علیؑ کو کیوں نہ گود لے لیں۔ یہ خدیجہؑ کا تقاضا تھا، محمدؐ نے فاطمہ بنت اسدؑ کی گود سے علیؑ کو اُٹھا کر خدیجہؑ کی گود میں دے دیا۔ خدیجہؑ نے علیؑ کو پالا پروان چڑھ رہے تھے یہاں تک کہ جب علیؑ پل رہے تھے تو ایک اور بیٹا خدیجہؑ کو ملا چند سالوں کے بعد لیکن اس کا بھی انتقال ہو گیا تیسرا بیٹا دیا، اس کا بھی انتقال ہو گیا، تین بیٹے وفات پا گئے، یہ پندرہ سال جو گزرے ہیں ان میں تین بیٹے ہوئے اور سب سے آخر میں بیٹی ہوئی، یعنی تین بیٹے اور ایک بیٹی، تاریخ نے دیکھا کہ فاصلہ اچھا ہے، شادی سے بیٹی تک پندرہ سال کا فاصلہ ہے، اسی ترکیب سے قاسمؑ کی جگہ ایک بیٹی، طاہر کی جگہ ایک بیٹی طیب کی جگہ ایک بیٹی بجائے تین بیٹوں کے تین بیٹیاں بنا دو، اب کہاں سے لائیں بیٹیاں تو بیٹیاں کیا مشکل۔ عرب کا دستور تھا کہ گھروں میں جو کنیزیں پلا کرتیں تھیں وہ بیٹیاں کہلایا کرتی تھیں یا کنیزیں جو پل رہی تھیں بعد میں دنیا نے انہیں بیٹیاں بنا دیا۔ ایک اکلوتی بیٹی کی جگہ تین اور بیٹیاں بنا دیں۔ یہ عجیب بات ہے عرب والوں کی، جب اہل بیتؑ کو کوئی نمبر دیا تو چوتھا، فاطمہؑ کا نمبر

چوتھا، یعنی پہلا نمبر کبھی ملا ہی نہیں چاہے فاطمہؑ ہوں یا علیؑ چوتھے نمبر پر، تو یہاں پر تین بیٹیاں بنادو مگر یہ فیصلہ قدرت کا کہ علیؑ اس گود میں پلیں خدیجہؑ کی گود میں پلیں، بستر پر سلا کر پروان چڑھائیں اور خدیجہؑ جاتے جاتے وصیت کریں کہ کیا اچھا ہوتا کہ یہ رشتہ ہو جاتا، سنو محمدؐ میں تو اس دنیا سے جا رہی ہوں، میں یہ سمجھتی ہوں کہ ابوطالبؑ کا بیٹا میری بیٹی کو زیادہ آرام پہنچا سکتا ہے، یہ وصیت تھی، وصیت پر عمل کیسے نہ ہوتا، ہجرت کا دوسرا سال تھا علیؑ اکیس سال کے تھے، فاطمہؑ نو سال کی تھیں، اب رسولؐ اللہ فکر میں تھے کوشش میں تھے کہ جلدی سے شادی کر دیں، لیکن علیؑ کے پاس گھر نہیں کیا کریں علیؑ کیسے کہتے۔ محمدؐ خاموش، جب تک بیٹے والا نہ کہے فرزند نہ کہے داماد نہ کہے خود سے کیسے کہہ دیں کہ میری بیٹی سے شادی کرلو، علیؑ ادھر خاموش ہیں عرب والوں نے دیکھا کہ نبیؐ کی ایک بیٹی ہے لوگ پیغام لے لے کر آنے لگے، پیغام دینے لگے کہ یہ خزانہ حاضر ہے، بیٹی کی شادی ہمارے ساتھ کر دیں، ایک آیا، دوسرا آیا، تیسرا آیا اور جب تیسرا آیا تو دولت ساتھ لایا تو اب ڈانٹا کہ اب مدینہ کے کسی سردار، رئیس کی زبان پر میری بیٹی کا نام نہ آئے۔ ایک بار مصلے پر گئے، کہا معبود فاطمہؑ کی شادی کرنا چاہتا ہوں، لیکن خاموش ہوں، تیری مرضی کا انتظار کر رہا ہوں۔ معبود نے دیکھا کہ آج نبیؐ بیٹی کی شادی کی بات کر رہا ہے، وہ خود بھی اسی انتظار میں تھا کہ میرا حبیبؐ مجھ سے کہے تو اللہ نے اسی شب میں اپنی قدرت کی ساری ہستیوں کو جمع کیا، ستاروں کو بھی بلایا، چاند کو بھی بلایا، مہتاب کو بھی بلایا، ملائکہ کو بھی بلایا، بادلوں کو بھی بلایا، فضاؤں کو بھی بلایا، دربار سجا کر آواز دی کہ تم سب کو معلوم ہے کہ میرے قلعۂ معلیٰ میں ایک فرزند ارجمند ظاہر ہوا تھا، وہ تمہیں یاد ہے کہا ہاں یاد ہے، آپ کے قلعہ معلیٰ میں ایک فرزند چوبیس سال پہلے ظاہر ہوا تھا،

تو سنو نہ اس کا کوئی سر پرست، نہ اس کا باپ ہے، وہ یتیم ہے ہم اس کی سر پرستی کرنا چاہتے ہیں، ہم اس کا عقد کرنا چاہتے ہیں، ہم اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں، کون ہے جو پیغام لے کر جائے۔ مدینہ والوں کو اور ہمارے حبیبؐ کو بتا دے کہ تمہاری بیٹی کا علیؑ سے عقد ہو گا۔ ستارے، چاند، فضائیں، مہتاب، ملائکہ، جبریل امینؑ نے آواز دی، رُک کر آفتاب نے کہا مجھے اذن دیں کہ میں جاؤں پیغام لے کر اور قلعہ معلیٰ میں پیدا ہونے والے کو یہ پیغام پہنچاؤں کہ ان سے نبی کی بیٹی کی شادی ہوگی۔ آواز دی قدرت نے کہ پیچھے ہٹ جا آفتاب، جلنے والوں کا کام نہیں اس خوشی کی بزم میں، اور آواز دی چاند کی طرف دیکھا خدا نے کہا تو جائے گا پیغام لے کر کہا جاتا تو معبود مگر ڈرتا ہوں جب تیرے محبوب کی گلی میں جاتا ہوں تیرا محبوب انگلی اُٹھاتا ہے تو میں کٹ جاتا ہوں، میں نہیں جاتا، مجھے مدینے کی گلیوں میں جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے، میں نہیں جاؤں گا۔ ایک بار جبریلؑ بول پڑے کہ معبود مجھے اذن دے میں یہ پیغام لے کر جاؤں اور مدینہ والوں کو بتا دوں کہ فاطمہؑ کی شادی کس سے ہوگی؟ قدرت نے جھڑک دیا کہ جبریلؑ ہر بات میں آگے آگے نہیں بولا کرتے، کیسی باتیں کرتے ہو اگر تمہیں بھیج دیا تو پورا عرب یہ کہے گا کہ نئی بات کیا ہوئی، جو ملک روز وحی لے کر آتا تھا وہی آ گیا، تمہیں آج نہیں بھیجوں گا۔ خیر سے جب شادی ہوگی، بچے ہونگے تو کبھی جھولا جھلانے جانا، کبھی جوڑے لے کر جانا، آج نہیں جانے دوں گا۔ خاموشی چھا گئی سب انتظار میں کہ کس کو بھیجے گا، ایک بار زُہرہؔ ستارے پر نظر پڑی کہا تو جائے گا ستارہ خوشی سے سرخ ہو گیا، اور آج تک سرخ ہے کہا تو جا ستارہ چلا معبود کا اذن پا کر چلا ادھر سورہ نجم میں قرآن نے آواز دی وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی مجھے قسم ہے ستارے کے اترنے کی۔ (صلوٰۃ)

ستارہ چلا نبیؐ کی بیٹی عصمت سرا کے صحن میں آئی اس کی نظر گئی ستارے پر کہ ستارے نے سرحدِ فلک کو چھوڑا، نبیؐ کی بیٹی نے آواز دی اللہ اکبر، ستارہ کششِ زمین میں داخل ہوا اور علیؑ کے گھر کا رُخ کر رہا تھا، نبی کی بیٹی چونتیس بار اللہ اکبر کہہ چکی تھی، بے اختیار اس نے تینتیس مرتبہ کہا، الحمد للہ الحمد للہ، ابھی طواف کر رہا تھا علیؑ کے گھر کا ستارہ اور طواف کر کے واپس جا رہا تھا کہ نبیؐ کی بیٹی کہہ رہی تھی سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ رسولؐ اللہ کے گھر کی ایک شادی یہ تھی جو مدینے میں ہوئی، کہتے ہیں ایک شادی کربلا میں بھی ہوئی تھی، بڑے بڑے علماء لکھتے ہیں کہ حضرتِ قاسمؑ کی شادی ہوئی تھی۔ علامہ ابراہیم بن بحرانی، کشف الیقین فی اسرار المعصومین میں فرماتے ہیں حضرت سرکار شہزادہ قاسمؑ کی عصمت و طہارت میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ شہزادہ ابن حسن علیہ السلام کی تخلیق پاک امری ہے اور آپ درجۂ عصمتِ کُلّیہ پر فائز ہیں۔ آیئے ہم بڑے اختصار کے ساتھ سرکار کے ظہور نورانیہ قدسیہ پر گفتگو کرتے ہیں۔ ایک دن جناب اُمِّ فروہؑ نے اپنی تنہائیوں، اُداسیوں کا تذکرہ امام حسنؑ سے کیا

''امام حسنؑ نے فرمایا کیا آپ چاہتی ہیں کہ اللہ آج ہی آپ کو بیٹا عطا فرمادے''

مولاؑ نے اپنی ہتھیلی کا پسینہ اور پیشانی کا پسینہ جناب اُمِّ فروہؑ کے چہرۂ اقدس پر پھیرا اور ایسا کلام کیا جسے کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ جناب اُمِّ فروہؑ فرماتی ہیں میں نے سرخ، سبز، سفید انوار کو اپنے گرد طواف کرتے دیکھا اور مجھے کوئی چیز نظر نہ آئی ہر طرف شدید نور تھا جس سے میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ چند مہینوں کے بعد امام حسن علیہ السلام نے ایک دن فرمایا اُمِّ فروہ حجرے میں جاؤ۔ بی بی داخل حجرہ ہوئی۔ اُسی لمحہ ایک بچہ سجدے میں سر رکھے ہوئے محو حمد و ثنا تھا۔ جناب اُمِّ کلثوم سلام اللہ علیہا اس بچے کو اُٹھا کر امام حسن علیہ السلام کے پاس آئیں۔ بعد ازاں

اذان واقامت بچہ کا نام قاسمؑ رکھا۔

انوار القلوب میں علامہ جلال الدین نیشاپوری نے لکھا ہے کہ حضرت قاسمؑ کا سن مبارک ابھی پانچ سال کا تھا کہ حضرت مدینہ کے باہر باغ میں گئے۔ اتنے میں ایک منافق جس کا نام ابن الکوا تھا وہ بھی آ گیا اور کہنے لگا کہ آپ آلِ محمد علیہم السلام کا دعویٰ ہے کہ آپ علمِ غیب رکھتے ہیں۔ تمام علومِ قرآن صرف آپ ہی جانتے ہیں۔ شہزادہؑ قاسمؑ نے فرمایا، تیرا سوال کیا ہے اور تو کیا کہنا چاہتا ہے یہ میں بتا دوں یا تو خود سوال کرے گا۔ ابن الکوا نے کہا اگر ایسا ہے تو قرآن کی آیت کی تفسیر چاہتا ہوں اس نے سورہ توبہ کی آیت پڑھی۔

قُلِ اعْمَلُو فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ والمومنون

"کہ تم عمل کرو تمہارے اعمال کو اللہ اُس کا رسولؐ اور مومن دیکھ رہے ہیں"

حضرت نے فرمایا کیا سمجھنا چاہتا ہے۔ ابن الکوا نے عرض کی مومنوں سے مراد کیا ہے۔ شہزادے نے فرمایا تو کیا سمجھتا ہے۔ ابن الکوا نے کہا میں تو سارے مسلمان مراد لیتا ہوں۔ فرمایا اگر سارے مسلمان مراد ہیں تو بتا تیرے گھر میں تیری بیوی اس وقت کیا کر رہی ہے؟ ابن الکوا نے کہا مجھے کچھ علم نہیں۔

فرمایا میں بتاتا ہوں تیری بیوی اس وقت کیا کر رہی ہے اور اس کے پاس کون ہے؟ ابن الکوا نے عرض کیا۔ آپ فرمائیں مومنوں سے مراد کون ہے؟ آپ نے فرمایا یہاں آئمہ آلِ محمد علیہم السلام مراد ہیں۔ میرے دادا علیؑ امیرالمومنین، میرے والد بزرگوار امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور میرے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام۔

ابن الکوا نے کہا گویا اس کا تو پھر یہ مطلب ہوا کہ جب بھی کوئی عمل کرتا ہے وہاں یہ آئمہ ہوتے ہیں۔ شہزادہ نے فرمایا بے شک موجود ہیں اور مخلوقات کے

اعمال پر نگران و گواہ ہیں۔ ابن الکوا نے کہا آپ تو کم سن بچے ہیں۔ بچوں والی بات کر رہے ہیں۔ ایک جسم آنِ واحد میں دوسری جگہ نہیں ہوسکتا عقل کے خلاف ہے۔

ابن الکوا کا اعتراض سن کر شہزادۂ قاسمؑ جلال میں آگئے اور ارشاد فرمایا اے ابن الکوا۔ انظر الی یمینك دائیں طرف دیکھو۔ ابن الکوا کہتا ہے میں نے دائیں دیکھا تو حد نگاہ تک مجھے شہزادہ قاسمؑ ہی نظر آتے رہے۔ پھر دوبارہ ارشاد فرمایا۔ انظر الی یُسارِیك اپنے بائیں جانب دیکھو۔ ابن الکوا کہتا ہے میں نے دیکھا ہر طرف سرکار قاسمؑ موجود تھے۔ ابن الکوا مبہوت ہوا، چکرایا اور گر پڑا۔ پوچھا فرزندِ رسولؐ یہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا جب تو مجھے نہیں جان سکتا تو میرے دادا علی، نانا رسولِ خدا اور میرے بابا جان امامِ حسنؑ کو کیسے جان سکتا ہے۔ اس واقعے سے شہزادۂ قاسمؑ کا عالم الغیب ہونا بھی ثابت ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا بھی ثابت ہے، یہی نشانیاں ہیں آپ کے معصوم ہونے کی۔ یہ سب سے بڑی دلیل ہے۔

انوار القلوب میں لکھا ہے کہ حضرتِ قاسمؑ کا سن ابھی بہت چھوٹا تھا۔ مدینے سے باہر اپنے باغ میں تشریف لے گئے۔ اتنے میں کچھ مومنین وہاں سے گزرے۔ حضرت قاسمؑ کی زیارت کیلئے وہاں رُک گئے۔ حضرت سے معارفِ الٰہی کی تعلیم لیتے رہے جب کافی دیر ہوگئی تو انہوں نے اجازت طلب کی تا کہ جا کر طعام وغیرہ کا انتظام کریں۔ شہزادہ قاسمؑ نے ارشاد فرمایا آپ بھوکے بھی ہیں، پیاسے بھی، ہماری یہ روایت نہیں کوئی بھوکا پیاسا ہمارے گھر سے چلا جائے۔ انہوں نے عرض کیا شہزادے ایسا تو اُس وقت ہوسکتا ہے جب آپ گھر میں موجود ہوں یہاں باغ میں آپ کے پاس ایسے وسائل نہیں ہیں۔

شہزادے نے مسکرا کر کہا میرا نام قاسمؑ ہے میں تقسیم کرنے والا ہوں، شہزادے نے

فرمایا دائرے میں بیٹھ جاؤ مظہر العجائب کے مظہر العجائب پوتے نے اشارہ فرمایا تو ہر آدمی کے سامنے ایک طشت میں لذیذ کھانا بھی موجود تھا اور آبِ شیریں بھی۔ پھر ارشاد فرمایا اپنی جیب میں ہاتھ ڈالو میں نے ہر ایک کی جیب میں دس ہزار دینار بھی رکھ دیئے ہیں۔ انہوں نے جب دیکھا تو ایسا ہی تھا۔ اس واقعے نے ثابت کیا کہ حلاّلِ مشکلات بھی آپ ہیں۔ مقسم ارزاق بھی آپ ہیں۔ بس ان میں تمام اوصاف امامت موجود ہوتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ آپ کو عہدہ امامت سے سرفراز نہ کیا گیا مگر ان ذوات مقدسہ کے اختیارات اور عصمت کُلّیہ بالکل امامت کی مثل ہیں۔

علامہ شیخ جعفر شوستری اپنی کتاب مجالس الوعظ والعزا میں حضرت قاسمؑ کی شادی اور شہادت کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب جنابِ قاسمؑ نے میدان کو جانا چاہا تو امام نے اجازت نہیں دی اور بھائیوں کو اِذنِ جہاد مل چکا تھا قاسمؑ اپنی کمزوریٔ قسمت پر رونے لگے۔ سر زانو میں رکھ لیا اچانک یاد آیا کہ بابا نے ایک تعویذ دیا تھا جو میرے بازو پر بندھا ہوا ہے۔ تعویذ کھولا لکھا تھا کہ اے بیٹا قاسمؑ۔ جب حسینؑ کربلا میں مصیبتوں میں گھر جائیں تو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا۔ امام کو تعویذ دیا گیا۔ امام نے قاسمؑ سے کہا کہ اگر تمہارے باپ نے تم کو وصیت کی ہے تو مجھے بھی کچھ وصیت کی تھی میں بھی اُسے پوری کروں گا۔ قاسمؑ کا ہاتھ امام نے پکڑا اور داخلِ خانہ ہوئے اور جوانانِ بنی ہاشم کو بلایا پھر اپنی بہن زینبؑ سے کہا کہ بھائی حسنؑ کے لباسِ فاخرہ کا صندوق اُٹھا لاؤ۔ صندوق لایا گیا۔ امام نے قبائے امام حسنؑ قاسمؑ کو پہنائی اور سر پر عمامہ باندھا اور اپنی بیٹی سے عقد پڑھا۔ اور یہ امام حسنؑ کی وصیت کے مطابق عقد کیا گیا تھا۔ یہ شادی۔ شادی کے طور پر نہیں ہوئی نہ حجلۂ عروسی ہے نہ مہندی وغیرہ۔ بلکہ خونِ قاسمؑ سے ہاتھوں میں مہندی لگی ہے۔ خون

بالوں میں لگا ہے۔ کانوں سے دلھن کے خون بہہ رہا ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں جہاں جہاں عزاداری ہوتی ہے محرّم کی سات تاریخ کو حضرت قاسمؑ کی یادگار غم انگریزی مہندی کے جلوس کے طور پر قائم ہے۔ ایران کے بعض شہروں میں عروسیٔ قاسمؑ کی شبیہ بناتے ہیں یہاں تو مستورات کو اسیر کیا گیا پھر ان کو لاشوں کی طرف سے لے جایا گیا۔ دلھن کو سواری میں لایا گیا۔ پیدل نہیں لایا گیا البتہ سواریاں بھی ایسی کہ شُتَرانِ بے کجاوہ پر سوار کیا گیا۔ لاشِ قاسمؑ کو تو درمیان لاشہائے شہدا رکھ دیا گیا اور نالہ وشیون گریۂ وزاری بپا تھا۔ جیسے قاسمؑ کو گھوڑے سے نیزہ و تیر مار کر گرایا گیا اِسی طرح عروس کو بھی ضربت مار کر زمین پر گرایا گیا اور جیسے قاسمؑ نے گرتے وقت چچا کو مدد کے لیے پکارا تھا اِسی طرح سے جب دلھن کے زیورات کو خیمے میں لوٹا گیا تو اُس نے مدد کے لیے چچی کو پکارا۔ گویا یہ واقعۂ عروسیٔ قاسم زبردست مصیبت ہے قاسمؑ ابھی چودہ برس کے تھے اور امام نے معصوم بچہ جان کر اجازت نہیں دی اور اُن پر جہاد واجب نہ تھا۔ لیکن دوسرے شہدا ایسے نہ تھے جہاد اُن پر واجب تھا اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بعض اصحاب کو امامؑ نے اجازت نہیں دی تھی اور قاسمؑ بے مثال ہیں کہ جن کو دیکھ کر امام نے حکمِ جہاد نہیں دیا اور امام رونے لگے اور اتنا گریہ کیا کہ امام روتے روتے بیہوش ہوگئے۔ ایک تو قاسمؑ یتیم تھے دوسرے عروسیٔ قاسمؑ ہوچکی تھی لیکن یہ عجیب مصیبت کے وقت واقع ہوئی۔ حمید بن مسلم یزید کی فوج کا مورّخ کہتا ہے کہ روز عاشورہ میں یزیدی فوج میں تھا۔ اچانک قاسمؑ کو دیکھا کہ بجائے زرہ بکتر کے صرف ایک لباسِ جنگ قاسمؑ پہنے ہوئے ہیں جوتے کا ایک تسمہ ٹوٹ چکا ہے اور خاص لباس قاسمؑ کو پہنایا گیا ہے۔ اور قاسمؑ کا لباس مثلِ کفن پہنا دیا گیا ہے لیکن چہرۂ قاسمؑ چودھویں کے چاند کی طرح سے

چمک رہا ہے تحت الحنک اس لیے سجا دیا گیا کہ سورج کی دھوپ سے حفاظت ہو سکے اور دشمن بھی یہ اندازہ لگا سکیں کہ یہ طفلِ نوخیز ہے اور دشمن اچانک قاسمؑ پر نہ ٹوٹ پڑے۔ قاسمؑ عمر بن سعد ملعون کے سامنے آئے اور فرمایا کہ۔ اوملعون خدا سے خوف نہیں کرتا ہے کہ آلِ رسولؐ کے ساتھ زبردست ظلم کر رہا ہے۔ عمر بن سعد ملعون نے کہا کہ تم تکبر نہ کرو اور یزید کی بیعت کر لو۔ جنابِ قاسمؑ نے فرمایا او ملعون تجھے خدا ذلیل و غارت کرے۔ تو اسلام کا دعویٰ کر رہا ہے اور آلِ رسولؐ کو پیاسا مار رہا ہے نزدیک ہے کہ آلِ رسولؐ موت سے ہمکنار ہوں۔ قاسمؑ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ دیکھا کوئی قاسمؑ کے مقابلے کو لشکر سے باہر نہیں آتا ہے۔ جب قاسمؑ نے یہ دیکھا تو خیمے کی طرف چلے تو دلھن کی آواز سنی کہ دلھن رو رہی ہے۔ قاسمؑ داخلِ خیمہ ہوئے تو احتراماً دلھن کھڑی ہوگئی اور کہا کہ خدائے پاک کا بے شمار شکر ہے کہ اُس نے تمہاری شکل مجھے دکھا دی۔ قاسمؑ ایک لمحے کو بیٹھے تھے کہ دشمن کی فوج سے مبارز طلبی کی صدا آئی۔ قاسمؑ نے کہا کہ اب میں کسی طرح بھی نہیں بیٹھ سکتا ہوں کہ دشمن للکار رہا ہے۔ قاسمؑ گھوڑے پر سوار ہوئے رجز پڑھا اور تلوار نکالی۔ قاسمؑ نے رجز پڑھا۔ جو کوئی مجھے نہیں پہچانتا ہے وہ پہچان لے کہ میں قاسمؑ بن الحسنؑ شیروں کا شیر ہوں۔ یہ سنتے ہی فوجِ یزید نے حملہ کر دیا۔ جنابِ قاسمؑ نے ساٹھ افراد کو جہنم رسید کر دیا اور واپس خیمے کو پلٹ آئے چچا سے کہا کہ العطش العطش پانی کہاں تھا امام نے صبر کی ہدایت کی اور ایک انگوٹھی منہ میں رکھنے کو دے دی۔ قاسمؑ کو ایسا محسوس ہوا کہ انگوٹھی میں پانی کا چشمہ موجود تھا سعد بن عمر ازدی نے کہا کہ میں اِس طفلِ نوخیز پر حملہ کروں گا۔ حمید بن مسلم نے کہا کہ اگر یہ شہزادہ مجھے قتل کرے تو میں مقابلہ نہیں کروں گا۔ بس ظالموں نے ایسی ضربت سرِ قاسمؑ پر لگائی کہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے۔ زمین پر گر پڑے ظالموں نے آپ کا

سر کاٹنا چاہا۔ قاسمؑ نے چچا کو مدد کے لیے پکارا۔ امام مدد کو آئے اور بہت تیزی سے آ کر مدد کی اور صفوں کو پھاڑ ڈالا اور قاتل ملعون پر حملہ کیا اُس نے دونوں ہاتھ بڑھائے جو شمشیر سے کاٹ دیئے۔ ہم نے کہا ہے کہ جنابِ قاسمؑ کربلا کے شہیدوں میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے پکارا تھا کہ چچا مجھے اس ظالم سے نجات دلائیں کہ یہ ملعون میرا سر کاٹنا چاہتا ہے اور دیگر شہیدوں نے صرف ایک بار ہی امام کو مدد کے لیے پکارا ہے۔ لیکن قاسمؑ نے کئی بار اپنے چچا کو مدد کے لیے پکارا ہے۔ جب چچا مدد کو آئے تو فوجوں میں بھگدڑ مچ گئی اور قاسمؑ کا جسم مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں سے پائمال ہو گیا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ فوجوں کی بھاگ دوڑ میں گرد و غبار بہت اُڑا جب گرد ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ قاسمؑ کے سرہانے کھڑے تھے اور نوحہ کر رہے تھے۔ فرماتے تھے اے بیٹا تم نے مجھے مدد کے لیے پکارا۔ میں مدد کے لیے آیا لیکن کوئی مدد نہیں کر سکا۔ قاسمؑ کو اتنے بہت سے زخم لگ چکے تھے کہ چلنے کی طاقت نہیں رہی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ امام حسینؑ کی لاش پر بھی گھوڑے دوڑائے گئے لیکن فرق یہ ہے کہ۔ بعد شہادتِ امام کی لاش پائمال سُمِ اسپاں کی گئی۔ لیکن قاسمؑ کو تو زندگی میں ہی پائمال کر دیا گیا۔ حمید بن مسلم ملعون کا کہنا ہے کہ قاسمؑ کی لاش حسینؑ نے اُٹھائی تو میں نے دیکھا کہ قاسمؑ کے پیر زمین میں لگتے جاتے تھے۔ حالانکہ امام نے قاسمؑ کے سینے کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا اور امام لاش اُٹھاتے وقت جھکے جاتے تھے۔ صدمہ تھا لاش کو لے جا کر دیگر شہداء کی لاشوں میں رکھ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام نے تمام شہداء کی لاشیں ایک مقام پر جمع کی تھیں۔ لاشہائے یاور و انصار الگ جمع کی تھیں۔ بس امام نے دشمنوں پر لعنت کی اور اپنے اہلِ بیتؑ کو صبر کی تلقین کی کہ **اِن اللّٰہ مع الصابرین**۔

☆ ☆

آٹھویں مجلس

قرآن کا طنز و مزاح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

آج آپ کے شہر جدّہ میں یہ آٹھویں تقریر ہے۔ سلسلہ کلام آپ کے ذہن میں محفوظ ہے۔ ''قرآن کی قسمیں ہوں یا حروف مقطعات'' ان کے پیچھے ایک داستان ہے۔ تاریخِ اسلام کے بہت سے حقائق ہیں یہ صرف قسمیں نہیں، یہ صرف حروف نہیں بلکہ مالکِ کائنات نے ان کے ذریعے سے بہت سی باتیں کہی ہیں۔ ہر زبان کا دستور ہے کہ ایک چھوٹے سے جملے میں ایک چھوٹے سے محاورے میں ایک چھوٹی سی ضرب المثل میں ایک پوری تاریخ سناتی ہے۔ عربی ہو، اُردو ہو، فارسی ہو انگریزی ہو یہ ادبی شعور ہر زبان کے پاس ہے۔ اب وہ ہندوستان پاکستان کے رہنے والے لوگ اور یہ عجیب بات ہے کہ اللہ نے قرآن میں محاورے بھی استعمال کئے ہیں اور ضرب المثل بھی اور یہی نہیں ہر زبان میں تھوڑا سا طنز و مزاح بھی ہوتا ہے یعنی مذاق کا انداز طنز کا انداز تیرونشتر چلا کر بات کرنا، کسی کو تکلیف پہنچا کر بات کرنا، قرآن نے اس انداز کو بھی نہیں چھوڑا! اور اسی لئے ہم نے جو اصرار کیا جعفری صاحب کے یہاں کی مجلس کا کہ قرآن کوستا بھی ہے اور گالی بھی دیتا ہے۔ آپ دیکھ لیں گے اگر آپ اس آیت کو دیکھیں گے ایک لفظ پر کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور

ایک مقام پر نہیں بلکہ کئی مقام پر گالی بھی بکی اور کوسنا بھی دیا۔ یہ کوسنا تو ہمارے تمہارے معاشرے میں عورتوں کا شعار ہے نا، خدا کرے تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔کوئی مرد کہے گا؟ نہیں عورت کہے گی، لیکن اللہ کو دیکھئیے آیت بنا دی تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ...... خدا کرے ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں، تَبَّتْ یَدَآ یہ عجیب بات ہے کہ تَبَّتْ کے معنی ہیں اس کے ہاتھ کٹ جائیں، خشک ہو جائیں، گر جائیں جو بھی معنی آپ رکھیں اتنی عجیب زبان ہے یہ عربی میں مختلف زبانوں میں الفاظ ہیں، تبت ایک ملک کا نام ہے، وہاں کی زبان میں تبت کے معنی ہیں کٹ جانا کیونکہ پہاڑیوں سے اور ایشیا سے کٹا ہوا ملک تھا اس لئے اسے تبت کہا جانے لگا، لیکن وہاں کی زبان والوں نے تبت کہا پوری داستان ہوتی ہے اس کے پیچھے جسے میں بتانا چاہ رہا ہوں۔ یہاں پر اللہ نے تَبَّتْ یَدَآ کٹ جائیں اس کے ہاتھ قطع ہو جائیں اس کے ہاتھ کس کو ابولہب کو تو اللہ کوستا بھی ہے زنیم کا لفظ استعمال کیا اور اس طرح کے بہت سے لفظ استعمال کئے سورۂ کوثر میں کہا ابتر اپنے نبیؐ کے دشمن کو کوستا بھی ہے، گالی بھی دیتا ہے اور ایسے لفظ استعمال کرتا ہے کہ مُفسر اب تک حیران ہے کہ ابتر کے معنی کیا ہیں؟ سورۂ کوثر آپ پڑھتے ہیں نماز میں بار بار۔ کلام پاک کا سب سے چھوٹا مختصر سورہ تین آیتیں اور سب کو یاد ہیں۔ سب لفظ ایسے ہیں کہ پوری لغت عرب میں کسی نے سنے نہیں تھے، کوئی آشنا نہیں تھا اور سات لفظ ایسے ہیں کہ جو پورے قرآن میں دوبارہ استعمال نہیں ہوئے۔ مثلاً الْکَوْثَرَ، اَعْطَیْنٰکَ فَصَلِّ، لِرَبِّکَ وَانْحَرْ شَانِئَکَ الْاَبْتَرُ سات لفظ ہیں جو قرآن میں دوبارہ استعمال نہیں ہوئے اور جب آپ کسی بھی مسلمان مفسر کی تفسیر پڑھیں گے تو ابتر کے معنی یہ پائیں گے کہ اے حبیب آپؐ کا دشمن دُم بریدہ ہے

اب آپ اللہ سے پوچھیں کہ انسان کے بھی کبھی دُم ہوتی ہے اور اگر کبھی انسان کے دم بنائی بھی تھی تو وہ اب ختم ہو چکی، جب انسان بن مانس تھا جب تھی، اب تو انسان کے دُم نہیں ہوتی، پھر یہ مفسر ترجمہ کیوں کرتا ہے کہ اے محمدؐ تمہارا دشمن دُم بریدہ ہے۔ اِن چیزوں کو اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ قرآن کی روشنی میں اگر گفتگو ہو تو بعض لوگ ناراض ہو جاتے ہیں کہ دشمنانِ اہلِ بیتؑ کا ذکر نہ کرو۔ دشمنان آلِ محمدؐ کا ذکر نہ کیا کریں، اگر اللہ نے نہ کیا ہوتا تو ہم بھی نہ کرتے اسی لئے ہم تاریخ اور حدیث کی بات نہیں کرتے بلکہ ہم قرآن کی بات کرتے ہیں اور بات صرف اتنی ہے فروعِ دین کے عقیدے میں ایک چیز ہے، برأت تولا کے ساتھ ہے، ایک دوسرا لفظ تبرا، آپ کہیں گے کہ اسی لئے تو بھیانک ہو جاتے ہیں۔ اس لفظ سے تو خوف زدہ ہو جاتے ہیں شکایت ہے لوگوں کو لیکن یہ ابتر کا لفظ جو ہے اگر ابتر کا الف اٹھا کر ادھر رکھیں یعنی ب سے پہلے ت کو رکھ دیں ابتر کو الٹیں تو تبرا کر رہا ہے کہ اے محمدؐ آپ کا دشمن خود ابتر ہے۔ اسی لئے محمدؐ نے یہ کہا کہ ہم دو چیزیں چھوڑ رہے ہیں، ایک قرآن اور ایک اہلِ بیتؑ اور حوض کوثر پر یہ دونوں چیزیں ساتھ آئیں گی، یہ کبھی جدا نہیں ہونگے، اب پوچھیے محمدؐ سے کہ جو یہ دونوں چیزیں بلائی جا رہی ہیں، کوثر کے کنارے تو آلِ محمدؐ کا تو کام ہے کہ وہ قسیم جنّت ہیں، قرآن کو کیوں بلایا؟ قرآن کو بلانے کی کیا ضرورت تو قرآن خود بتائے گا کہ جب ایک جشن ہوتا ہے، صدارت کسی کو مل جاتی ہے اور پھر ایسا جشن کہ جس میں ابدالآباد تک قیامت تک صدر وہی رہے گا۔ اب اس کی شان میں کوئی آگے بڑھ کر قصیدہ پیش کرتا ہے تو محفل ترتیب کردہ اُس کی ہے، اب محشر میں قرآن اس لئے بلایا جائے گا کہ جشن تیار ہو چکا، محشر کی صدارت مل چکی، آلِ محمدؐ کو حکومت مل چکی قرآن اس لئے آئے گا

تا کہ ان کی شان میں قصیدہ شروع کرے اور جب قرآن قصیدہ یہاں سے شروع کرے گا اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ ۝ کہ آج آپ پوچھئے محمدؐ کہ آج کہاں ہے آپ کا دشمن، کہاں ہے اس کی نسل، کہاں ہے اس کا نسب، ابتر ہے کہ نہیں۔ کوثر ہمارا ہے کوثر کے معنی ہیں کثرت نسل مولاؑ نے ہمارے فرمایا کہ کوثر ہماری دادی فاطمہ زہراؑ کا نام ہے (صلوٰۃ) آج محرم کی آٹھ تاریخ ہے ہمارے عقیدے میں یہ طے بات ہے کہ آج ہمارے چہروں پر ایسا جوش ہونا چاہئے جس کا ذکر کر رہے ہیں عباس غازیؑ کا تو ہم آپ کے چہرے کو پھیکا سا دیکھ رہے ہیں کہیں تو موضوع بدل دیں۔ (صلوٰۃ) پڑھئے! تو جناب ہمارے قیصر مہدی صاحب نے فرمائش کی کہ حُروفِ مقطعات اور قرآن کی قسمیں تو اسی طرح اُردو کا بھی ایک انداز ہے کہ محاورے دیتی ہے لیجئے موضوع بدل دیا میں نے کچھ محاورے دیئے جو لغت میں موجود ہیں لیکن یہ اُردو کا کمال ہے کہ محاوروں کو اس طرح چھانٹا کہ زبان بولنے والے سے سب بلوا دیئے لیکن یہ بھی کہا کہ ان محاوروں کے پیچھے داستان دیکھ لینا، جب چاہنا تمہیں حق مل جائے گا، بڑا مشہور محاورہ ہے کہ ''بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا'' بظاہر بولنے والا بولتا ہے، اگر ہم یہ دیکھیں کہ یہ ایجاد کیوں ہوا؟ عربی سے ہوتا فارسی سے ہوتا ہوا جو اُردو میں ترجمہ ہوا اور ہندوستان میں استعمال ہونے لگا تو یہ کیوں چلا اور کہاں سے آیا؟ بالکل اسی طرح ایک محاورہ اُردو میں ہے کہ ''تین میں نہ تیرہ میں سُتلی کی گرہ میں'' یہ سب محاورے ہیں اگر آپ کہیں تو تشریح کروں نہیں تو موضوع بدل دوں، چلئے یہ بھی بدل دیا میں نے کہ صداقت اور عدل پر قرآن کا کلمہ تمام ہوا قرآن نے اعلان کیا کہ وَتَمَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدۡقًا وَّعَدۡلًا ط کہ تیرے رب کا کلمہ صداقت اور

عدالت پر ختم ہوا۔ اب قرآن کی کسی بھی آیت کی تشریح کرنے کے لئے یہ دیکھیں کہ اس کے پس منظر میں خدا جو کچھ کہہ رہا ہے وہ کلمہ کیا ہے؟ اس صداقت کا معیار کیا ہے ہم جب دیکھتے ہیں تو ہمیں پوری تاریخ اسلام میں یہ نظر آتا ہے کہ صداقت اور عدل کی تصویر جب بھی بنائی محمدؐ نے تو ہمیشہ علیؑ کو پیش کر دیا تو اب کہیں گے کہ موضوع بدل دیں۔ (صلوٰۃ) بھئی قرآن کی کسی آیت کی تشریح نام علیؑ کے بغیر نہیں ہو سکتی، پورے سورے سمجھ میں نہیں آ سکتے اگر تصور میں علیؑ نہ آ جائیں، سورہ احزاب کلام پاک کا تینتیسواں سورہ ہے اور جتنے بھی حضرات ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں مدینہ گئے ہونگے، انہوں نے میدانِ خندق کو دیکھا ہوگا تو کیا مزا آئے کہ زیارت کرنے والے سورہ احزاب کو بھی پڑھیں اس کا پورا خلاصہ سنا رہا ہوں کہ معبود یہ کہتا ہے کہ تم اس دن کو بھول گئے جب خندق کے میدان میں تم ڈیڑھ ہزار آدمی تھے اور تمہیں دس ہزار کافروں اور مشرکوں نے گھیر لیا تھا اور حال یہ تھا کہ ہر پہاڑی سے لشکر اُتر رہا تھا اور زمین سے پیادے اُبلتے نظر آ رہے تھے اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَّجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا اور رسولؐ کے خیمے میں بیٹھے ہوئے اتنے خوف زدہ تھے اور تمہارا عالم یہ تھا کہ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ تمہارا عالم یہ تھا کہ خوف کے مارے تمہاری آنکھیں اُلوؤں کی طرح ناچ رہی تھیں۔ اللہ جب محاورے استعمال کرنے پر آتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہم کسی سے ڈر جائیں گے، تمہارا عالم یہ تھا، دیدے نچاتا ہے جیسے اُلو ایسے تم آنکھیں نچا رہے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ جیسی تمہارے سروں پر طائر بیٹھے ہوئے ہیں، تمہارے کلیجے آ کر تمہارے حلق میں اٹک گئے تھے۔ تم بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہے تھے۔ منافقون اور منافقون

کا لفظ استعمال کر کے معبود نے کہا وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا یہ منافق یہ کہہ رہے تھے کہ آج اسلام کا بھرم کھل گیا، رب نے بھی دھوکا دیا، اس کے رسولؐ نے بھی دھوکا دیا، آج پتہ چلا کہ اسلام دھوکے کی ٹٹی ہے، ہم گھر گئے، ہم تباہ ہو گئے اور تب تم نے یہ کہا اپنے نبیؐ سے کہ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَامُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ہمیں گھر جانے دیجئے، اس لئے کہ ہمارے گھر خالی پڑے ہوئے ہیں لٹ جائیں گے، تباہ ہو جائیں گے، دیکھا تم نے کہ ذرا سی مصیبت میں میدان جہاد سے بھاگنا چاہتے تھے، مگر اے میرے حبیبؐ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اگر یہ بھاگ سکتے اور بھاگ بھی جاتے چلے بھی جاتے اور مدینے پہنچتے ہی ان پر موت طاری ہو جاتی، کیا یہ ہم نہیں کر سکتے تھے۔ ان پر عذاب لے آتے، چند دن کی زندگی ان کی ہوتی، جہاد کی موت چھوڑ کر یہ عذاب کی زندگی چاہتے ہیں اور اے حبیبؐ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے گھر خالی پڑے ہیں اور وہ محفوظ نہیں ہیں۔ حبیبؐ یہ جھوٹ بول رہے تھے یہ بہانہ کر رہے تھے، یہ بھاگ جانا چاہتے تھے، اے حبیبؐ ہم ان پر اب عذاب لائیں گے، اے حبیبؐ آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ کتنے منافق آپ کے ساتھ ہیں اور کتنے مسلمان آپ کے ساتھ ہیں؟ (صلوٰۃ) یہ سورہ احزاب میں نے مختصر پیش کر دیا۔ اب میدان آپ کی نظر میں ہے، ادھر کیا ہے مسجد فتح اسے کیا کہتے ہیں جبل صلہ اور مسجد فتح جہاں خیمہ رسولؐ اس سے نیچے اتریں چھوٹی پہاڑی نیچے والی اور میدان کے اس کنارے پر مسجد علیؑ اور اس کے پاس مسجد فاطمہؑ، نقشہ ہے نا آپ کی نظر میں، یہ ترکیوں کا

کمال تھا کہ وہ مسجدوں میں سوراخ نہیں رکھتے اور بیچ کی دو مسجدوں میں ہول (hole) بنا دیئے دو دو یہ ترکیبوں کا کمال تھا کہ فرار کے راستوں کو دیکھ کر سمجھو کہ فراری کون لوگ ہیں؟ (صلوٰۃ) بیچ کی دو مسجدوں کا حال آپ کو معلوم ہے وہ بتاتا ہوگا گائیڈ (guide) آپ کو بتائے گا کہ خندق یہاں سے وہاں تک ہے، خندق بنی ہوئی اور اب ہوا کیا مدینے کے اندر بھی لشکر اور پہاڑیوں پر بھی لشکر، چاروں طرف لشکر اور ساری طاقتیں ابوسفیان ہی کی لائی ہوئی تھیں، جتنے یہودی سردار عرب کے تھے، خیبر کے تھے، سب کو ملا لیا تھا ابوسفیان نے، خود بعد میں آیا۔ یہودیوں کے لشکر پہلے بھیج دیئے رسولؐ اللہ عورتوں کو لے کر، بچوں کو لے کر، بی بیوں کو لے کر جدھر علیؑ کا خیمہ، جدھر مسجد علیؑ ہے وہاں پر عورتوں کے خیمے، ازواج کے خیمے، اس سرے پر رکھا علیؑ کو، دوسرے سرے پر رکھا اپنا خیمہ، تین طرف سے خندق کھدوائی اور خندق اس طرح کھدوائی کہ ایک ایک حصہ چھوڑ دیا۔ سات دروازے بنوائے ہر دروازے پر سخت پہرہ لگوا دیا کہ کوئی آ نہ سکے لیکن چاروں طرف سوائے سپاہیوں کے لشکروں کے اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پہلے ہی دن سے نیزوں کی بارش، تیروں کی بارش، پتھروں کی بارش، مسلمان عاجز و پریشان ہو گئے، ستائیس دن یہ محاصرہ رہا رسولؐ گھرے رہے اور اصحاب کا یہ عالم کہ کوئی اپنے خیمہ میں نہیں بیٹھتا، آج آپ یہ کہہ دیں کہ یہ مسجدیں بنی ہیں، یہ فلاں کا خیمہ، یہ فلاں کا خیمہ، کوئی اپنے خیمے میں تھا ہی نہیں۔ سب رسولؐ کی عبا سے لپٹے ہوئے تھے کہ جو حشر ہو، ہمارا حشر اکیلا تو کوئی تھا ہی نہیں کہ کیا ہو جائے؟ کون خندق پھاند کے آ جائے اور ہیبت ناک حالات، آخر میں علیؑ کا خیمہ، جہاں خواتین کا خیمہ تا کہ اس طرف سے کوئی نہ آئے۔ جملہ یاد رکھئے گا اور ادھر مسجد فتح، یہاں رسولؐ کا خیمہ ادھر

سے کوئی نہ آئے اور اُدھر سے خندق اب جو کافر آئے تو انہوں نے پہلی بار خندق دیکھی تھی انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ خندق کیا چیز ہوتی ہے، عرب والوں کو کیا پتہ یہ عرب کی پہلی لڑائی ہے جس میں خندق کھودی گئی۔ اتنی اہم چیز خندق کہ لڑائی کا نام ہی خندق پڑ گیا حالانکہ وہ جنگ احزاب کہلاتی تھی یعنی احزاب حزب جتنے بھی اسلام کے خلاف گروہ تھے وہ سب جمع ہو کر آئے تھے، اس لئے اس جنگ کا نام احزاب ہو گیا لیکن اتنی مشہور ہوئی وہ خندق کہ اس نے آتے ہی کہا کہ یہ رسولؐ کے اور عربوں کی سمجھ میں تو یہ خندق وندق نہیں آتی یہ تو عجمی ایرانیوں کا قاعدہ ہے خندق کی لڑائی کا، ان میں ایک عجمی ہے سلمانؑ فارسی، اس نے ترکیب بتائی ہوگی۔ اس لئے مشہور ہو گیا تاریخ میں کہ سلمانؑ نے مشورہ دیا رات کو کہ خندق کھود یئے، سب نے سلمانؑ کو اتنا بُرا بھلا کہا ادھر سے بھی اور اُدھر سے بھی کہ تم نے یہ مشورہ دیا کہ خندق کھودی جائے، رسالت بھی کہیں مشورہ مانتی ہے، آئی سلمانؑ کے سر، ایرانی کے سر گئی اور تاریخ میں مشہور ہو گیا اور رسولؐ نے وحی کے حکم سے خندق کھودی ہوگی، عام لوگوں کے مشورے سے خندق نہیں کُھدوائی ہوگی، اب یہ دوسری بات ہے کہ سلمانؑ نے آگے جا کر یہ بات بتائی ہوگی کہ خندق کھودی جائے۔ سب روزے سے، رمضان کا مہینہ اور حضورؐ نے حکم دیا کہ سب کو خندق کھودنی ہے، سب آرام طلب لوگ خندق کھدوا دی حکم دے کر اور اس میں کوئی یوں نہیں بیٹھ سکتا کہ حضورؐ خود سب سے زیادہ کھودتے تھے۔ اب بتایئے کون بیٹھے گا، اب جب خود ہی کھود رہے ہیں خندق تو اب کوئی بیٹھ تو نہیں سکتا۔ سلمانؑ بھی اشعار پڑھتے جا رہے ہیں خندق کھودتے جا رہے ہیں۔ روزہ، رمضان، رات کی سردی، دن میں عرب کی تیز دھوپ، خندق کھدوا رہے ہیں۔ اتنی محنت کی رسولؐ نے اس لڑائی میں کہ کسی

لڑائی میں نہیں کی اور ہوا کیا خندق کھدوائی ،ادھر علیؑ کا خیمہ ادھر اپنا خیمہ ادھر سے کوئی نہ آئے ادھر سے کوئی نہ آئے اندر سے کوئی نہ آئے لیکن جیسے ہی صبح ہوئی ان کا سب سے بڑا پہلوان عمرو ابن عبدِ وُد آ گیا۔اس نے ایک بار گھوڑے کو پیچھے کیا اور اب جو اس نے چھلانگ لگائی تو سیدھا رسولؐ کے خیمے کے پاس پہنچ گیا، ساری محنت بیکار ہوگئی اللہ اور رسولؐ کی کہ دشمن آ نہ سکے لیکن وہ سردار کے خیمے کے پاس پہنچ گیا تو اب بتایئے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے اندازے بھی غلط ہوتے ہیں۔ (معاذ اللہ) آ گیا وہ اور آ کر اس نے اپنا نیزہ اُٹھایا اور اکیلا نہیں آیا ،چار پانچ آدمی ساتھ آئے تھے ۔اس نے اپنا نیزہ اُٹھایا اور رسولؐ کے خیمے پر مارا اور آواز دی کہ کوئی ہے بہادر لشکر اسلام میں نکلے تو جملہ کیا کہا اس نے کہ آؤ نکلو مجھ سے جنگ کرو، مجھے اگر مار دو ،ختم کر دو تو غازی اور اگر قتل ہو جاؤ تو شہید کہلاؤ گے۔تم تو دونوں طرح مزے میں ہو، آؤ نا بھئی کیوں نہیں آتے؟ ڈر کیوں رہے ہو؟ ایسا سناٹا، کیا کہہ رہا ہے قرآن کہ دیدے ناچنے لگے ،سروں پر طائر بیٹھ گئے، کلیجے اس وقت گلے میں آ کر اٹک گئے۔اس کو کیا مبالغہ کہتے ہیں اُردو میں یا کسی کا کلیجہ نکل آیا ہو اور گلے میں اٹک گیا ہو، یا کسی انسان نے اُلّو کی طرح اپنے دیدے نچائے ہوں؟ کوئی کر سکتا ہے، کوئی ذکر بھی نہیں کر سکتا اب یہ اللہ کہہ رہا ہے اب یا مبالغہ کہہ لیجئے یا ایسا ہو رہا تھا۔سروں پہ طائر بیٹھے ہوئے تھے، یہ سمجھئے آپ کے سر پر کبھی چڑیا تک بیٹھی ،کوّا بیٹھا ،کبھی نہیں ایسا ہوتا تو اللہ کیوں کہہ رہا ہے کہ سروں پر طائر بیٹھے تھے،تو بات جہاں سے شروع ہو رہی تھی وہیں پر آ گئی۔بات یہ ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے دیہات دیکھے ہیں برصغیر پاک و ہند کے عرب کے دیہات بھی دیکھے ہوں گے یہاں بھی وہی چیز ملے گی ،تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ گائیں، بھینسیں وغیرہ

چارا کھا کر آرام سے منہ چلاتی ہیں۔ اسے جگالی کہتے ہیں، یعنی منہ چلا کر اپنے کھانے کو ہضم کرتے ہیں، لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوّے اڑے، چڑیاں اُڑیں اور آ کر گائے یا بھینس کے سر پر بیٹھ گئے۔ کیا فطرت کے مناظر، دیہاتوں کے خوبصورت مناظر، پوربی ادب سے لیا اللہ نے کہ کوّا آیا، چڑیا آئی بھینس کے سر پر بیٹھ گئی۔ کوّے نے چپکے سے اپنی چونچ بھینس کے کان میں ڈال دی، جانوروں کے کان میں کیڑے ہوتے ہیں اور کوّے چن چن کے کھاتے ہیں۔ اب جو آ کر کوّا بیٹھا گائے کے سر پر، تو گائے نے جگالی بند کر دی، بالکل ساکت ہوگئی، اس لئے کہ اگر ہم نے سر ہلایا تو وہ اُڑ جائے گا، اس لئے ساکت ہو جاتے ہیں جانور تا کہ کچھ دیر یہ بیٹھا ہمارا کان صاف کرتا رہے۔ طائر بیٹھنے سے وہ ساکت ہو جاتے ہیں۔ رسولؐ کے اصحاب کا حال ان جانوروں جیسا تھا۔ اب سائنس کی اصطلاح میں، خوف کے عالم میں جب سانس کا دباؤ اوپر کی جانب ہوتا ہے تو خون کا دباؤ دماغ کی جانب آتا ہے، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سینے کی ہر شے گلے میں آ کر اٹک گئی ہے۔ خوف کا عالم، پریشانی چاروں طرف سے گھیرے ہوئے، ایک عجیب عالم اور اس کا منظر خدا نے قرآن میں کھینچ دیا۔ سونے پر سُہاگا یہ ہوا کہ عَمرابنِ عبدِوَد جو سب سے بہادر تھا، وہ پھاند کر آ گیا اور آ کر کہہ رہا ہے کہ نکلو اب رسولؐ نے پہلا جملہ یہ کہا کہ کون ہے جو اس کُتّے کی زبان کو قطع کر دے۔ رحمت اللّعالمینؐ سے پوری زندگی میں وحی کے جو الفاظ خدا نے کہلوا دیئے کہ کہہ دو ابتر، کہہ دو تبت یدا ابی لہب وہ تو کہہ دیا مسجد نبویؐ میں، لیکن یہ لفظ کسی لڑائی میں، کسی دوست دشمن کے لئے کبھی استعمال نہیں کیا، یہ پہلی لڑائی ہے جس میں یہ لفظ آئے کہ کوئی جائے اور اس کُتّے کی زبان کو قطع کر دے، کیوں کہ رسولؐ نے معیار قائم کیا کہ جب تک میدان میں دشمن لڑ رہا

ہے ہم اسے کُتا نہیں سمجھتے، لیکن اگر خیمہ رسولؐ پر حملہ کر دیا تو ہماری نظر میں کُتا ہے۔(صلوٰۃ)

خیمہ پر حملہ کرنے والا انسانیت سے گر چکا ہے۔ ایک لفظ دیا تاریخ اسلام کو کہ کربلا تک دیکھنا کہ ہم میدان میں لڑنے والے دشمن کو بُرا نہیں کہتے کچھ نہیں کہتے لیکن اگر خیمہ تک آ جائے پھر اس کے بعد چیلنج کر رہا ہے اسلام کے دوعقیدوں کو شہادت کو اور جہاد کو ایک ساتھ چیلنج کر رہا تھا آ ؤ نکلو مارو مجاہد بن جاؤ مر جاؤ شہید بن جاؤ، کیوں نہیں نکلتے اگر تم مر گئے تو شہید ہو گئے تو تم تو خود کہتے ہو کہ شہید جنّت میں جاتا ہے۔ اگر جنّت پر یقین ہے تو نکلو گے، شہادت پر یقین ہے تو نکلو گے اور اگر جہاد پر یقین ہے تو میں کہوں کہ کون نکلا اور نہیں نکلا تو اسے شہادت پر یقین نہ جنّت پر یقین نہ جہاد پر یقین کیوں نہیں نکلا کوئی تاریخ بتائے کہ کوئی نکلا ہو؟ جب رسولؐ نے دیکھا کہ اس کے چیلنج کا جواب کوئی نہیں دے رہا تھا تو رسولؐ نے پکار کر کہا کہ کون جائے گا، تو وہی بولا جو بدر میں تھا، اُحد میں تھا، جو ہر منزل پر اپنے آپ کو پیش کر رہا تھا، اس نے کہا انا لھو یا رسولؐ اللہ میں جاؤں گا، بیٹھ جاؤ، پھر کہا کون جائے گا، اب سنو جو اس کے مقابل جائے گا وہی خلیفہ بنے گا، جانشین بنے گا میرے بعد، ان چیزوں ہی نے یہ بتا دیا کہ جانے والا زندہ آئے گا، میت تھوڑی خلیفہ بنے گی، میت تھوڑی جانشین بنے گی، یعنی رسولؐ کی زبان پر بھی یقین نہیں کہ واپس آ ؤ گے، جانشین بنو گے، جاؤ یہاں یہ سب سمجھ رہے ہیں کہ میت آئے گی، لاش آئے گی ہم نہیں جائیں گے پھر کہا کون جائے گا لے لے میری خلافت جب اتنی مشکل میں مسجد فتح پر خلافت بٹ رہی تھی، میدان میں تو کسی نے نہیں لی سقیفہ میں سب نے لے لی۔(صلوٰۃ) کون جائے گا دوسری بار پوچھا پھر اسی جوان نے

جواب دیا انا لھو پھر زانو دبا دیا تیسری بار پھر آواز دی پھر اسی جوان نے کہا انا لھو یہ تین بار کیوں کہا اور تینوں بار علیؑ کو کیوں بٹھا دیا، تین موقعے دیئے خلافت کے دیکھا کہ تینوں موقع نکل گئے اور کسی نے نہیں لیے تو اب چوتھے موقع پر کہا علیؑ جاؤ، اب کون تھا گویا بلافصل بھیجا خلافت کے لئے کہا جاؤ مگر اس طرح نہ جاؤ بلکہ خیمہ میں اپنے ہاتھ سے علیؑ کو تیار کیا اسلحہ، زرہ بکتر، چار آئینہ، کمر میں تلوار باندھی جب تیار کر چکے تو ہاتھ میں سلمان فارسیؓ خود لئے ہوئے اور رسولؐ سر پر عمامہ رکھے ہوئے باہر آئے اور آنے کے بعد پورے مجمع کے سامنے عمامہ اتار کر علیؑ کے سر پر رکھ دیا، سلمانؓ کے ہاتھ سے خود لیا اور سر پر رکھا سلمانؓ نے کہا بتایئے آپ نے علیؑ کو پورا لباس تو خیمہ میں پہنایا نعلین خیمے میں پہنائیں اور یہ عمامہ باہر آ کر رکھا، کہا سلمانؓ سمجھے نہیں آج سب کو گواہ بنا رہا ہوں کہ میرے بعد ان جوتیوں پر لڑائی نہیں ہوگی بلکہ اس پہ لڑائی ہوگی، میں نے تاج سر پر رکھ دیا، خلافت کا تاج سب کے سامنے آج سر پر رکھ دیا، لے لے میری خلافت جو مد مقابل میں جائے عمر ابن عبدِوَد کے میں نے آخر تک کوشش کر دی۔ اب کوئی جھگڑا نہ کرے، جھگڑا کرے گا تو باطل پر ہوگا، آج میں نے اعلان کر دیا، چار ہجری جنگ خندق اب پوچھتا یہ ہوں کہ یا رسولؐ اللہ یہ ستائیس دن کی محنت، خندق کھدوانا، اُدھر علیؑ کا خیمہ، ادھر آپ کا خیمہ، اتنا انتظام کہ دشمن پھاند کر نہ آئے، عُمر ابنِ عبدِوَد آ گیا، خیمہ تک آ گیا، نیزہ بھی مار دیا کیا انتظام کیا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ دشمن خندق پار کر کے بھی آ جائے گا تو رسولؐ اللہ یہ کہیں گے کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے کیا ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ہم نے اتنی خدمت مسلمانوں سے کروائی کہ دشمن آ سکتا ہے کہ نہیں، یہ خندق ہم نے دشمن کے لئے نہیں کھدوائی تھی کہ دشمن خندق پھاند کر نہ آ سکے، تم سمجھے ہی نہیں، اپنے

والوں کے لئے کھدوائی تھی کہ یہ بھاگ کر نہ جاسکیں، یہ بار بار کہہ رہے تھے کہ یثرب جانے دیں، گھر اکیلے ہیں، ہمیں اجازت دے دیجئے، اس لئے خندق کھدوائی کہ ادھر سے بھاگوتو دیکھے جاؤ، ادھر سے بھاگوتو پکڑے جاؤ، ادھر علیؑ کا خیمہ، اُدھر میرا خیمہ، سلمانؓ فوراً بتائیں گے کہ کدھر سے جا رہا ہے واپس بلالوں پکڑ کر بٹھالوں اچھا اُحد میں بھاگ گئے تھے تیسری بڑی لڑائی میں یہ انتظام کیا کہ تم کو بھاگنے نہیں دیں گے پکڑ کر بٹھائیں گے پاس بٹھائیں گے تو بٹھا لیا اب میں پوچھوں کہ بدر میں بھاگ گئے اُحد میں بھاگ گئے، اگر اس میں روک بھی لیا جاتا تو ایک چوہا بھی نہیں مارا جاتا، کیوں کب یہ مقابلہ کرتے کسی تاریخ میں بتائیں، یارسولؐ اللہ گئے کسی کے مقابل کبھی گئے ایک بار ہوا بھی ایسا کہ نعمانِ بدری سے کہا کہ تم جاؤ گھسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ رسولؐ اللہ نے کہا کہ اب تم جاؤ مقابل میں اب بڑے سٹ پٹائے کبھی ادھر دیکھا، کبھی اُدھر دیکھا کہا حضورؐ گھوڑا نہیں ہے، کہا اس کے لئے عمدہ والا گھوڑا لاؤ، حضور تلوار نہیں، کہا تلوار بھی لاؤ کمر میں تلوار بھی لگا دی، اب گھوڑا سامنے موجود ہے، اب ایک بار کہا یارسولؐ اللہ بھوک لگی ہے، اس کے لئے ناشتے دان تیار کیا جائے، ناشتہ تیار کر کے گھوڑے پر رکھ دیا گیا، اب گھوڑے پر بیٹھے کھانا لیکر اور پیچھے بھی مڑ مڑ کر دیکھ رہے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ واپس ہوں تو رسولؐ اللہ لعنت بھیج کر نکال دیں، پہنچ گئے پہلوان کے قریب اِدھر کا لشکر دیکھ رہا ہے کہ کوئی بڑا بہادر آیا ہے اور اُدھر کا لشکر بھی دیکھ رہا ہے کہ آج یہ فاتح ہو کر پہلوان کو مار کر آئیں گے، قریب پہنچے تو پہلوان سے کہا کہ بھائی تم کو ہمارا نام معلوم ہے، عرب کا دستور یہ ہے کہ ہمارا نام یہ ہمارے باپ کا نام، یہ ہمارے دادا کا نام یہ اور ہمارے قبیلے کا نام یہ، رجز پڑھتے ہیں، دوسرا بھی ایسا ہی کہتا ہے یہاں اُلٹا

ہو گیا کہ انہوں نے کہا کہ تمہیں ہمارا نام معلوم ہے اس نے کہا کہ ہمیں تمہارا نام نہیں معلوم تو انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی تمہارا نام نہیں معلوم، تو کہا اچھا تم کو ہمارے باپ کا نام معلوم ہے، ہم کو تمہارے باپ کا نام نہیں معلوم، کہا ہاں یہ بات تو ہے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ تمہیں ہمارے قبیلے کا نام معلوم، اس نے کہا نہیں، تو انہوں نے کہا کہ تم ہمارے قبیلے کا نام نہیں جانتے، ہم تمہارے قبیلے کا نام نہیں جانتے تو کہا پھر لڑائی کس بات کی ہے ہاں یہ بات تو ہے پھر کہا ہم کھانا ساتھ لائے ہیں دونوں مل کر کھانا کھا لیتے ہیں، دونوں نے اپنے گھوڑے ملا لئے دستر خوان بچھا دونوں آلتی پالتی مار کر بیٹھے کھانا شروع ہوا۔ ادھر کا لشکر بھی ہنس رہا ہے اور حضورؐ بھی مسکرا کر رہ گئے۔

یہ ایسے تھے تو حضورؐ نے جنگِ خندق میں مسلمانوں کو روکا کیوں؟ کس لئے روکا؟ یہ کبھی مدد نہیں کرتے، ایک ایک جملے پر غور کیجئے گا تقریر خاتمہ پر پہنچ رہی ہے، بہت اہم تقریر ہے آٹھ محرّم کی تو حضورؐ جب مدد نہیں کرتے تو روکا کیوں، بدر میں بھاگ لئے، اُحد میں بھاگ لئے، انہوں نے میرے شیر کو لڑتے نہیں دیکھا، روکا اس لئے کہ رُک کر دیکھو کہ کُلِ ایمان کُلِ کفر سے لڑتا کیسے ہے، اس لئے کہہ کر بھیجا کہ آج کُلِ کفر کے مقابل کُلِ ایمان جا رہا ہے، رُکو ٹھہرو دیکھو کہ آج خدا کا شیر کیسے لڑتا ہے، یہ دیکھو کہ شیرِ کردگار اسلام کو کیسے بچاتا ہے، اگر آج خدا کی قسم ایک ضربت کام نہ آتی تو اسلام ختم تھا۔ آج پوری کہانی ختم تھی اسلام کی، رسالت کی، اس لئے تو ہم نے واپسی پر کہا بروزِ خندق کہ علیؑ کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے۔ سب اس میں آ گئے جاندار، حیوان، انسان، جِن، ملائکہ سب آ گئے، سب کے سجدے، سب کی نمازیں، سب کی تسبیحات اس پر علیؑ کی ایک

ضربت بھاری ہے، بھاری تھی وہ ضربت جس نے بچالیا خدا کے دین کو، تاریخ میں ہے کہ پیدل چلے گھوڑا نہیں تھا، عَمرابن عبدِ وَد گھوڑے پر اور علیؑ پیدل مولانا سبط حسن مرحوم، جنہوں نے اس فن خطابت کو ایجاد کیا، ہندوستان میں وہ موجد تھے پہلے خطیب وہ حیدر آباد دکن میں مجلس پڑھ رہے تھے۔ نظام دکن نیچے بیٹھے تھے ان کی عادت یہ تھی کہ اگر ذاکر ذرا سا غلط پڑھے تو بیچ مجلس میں ٹوک دیتے تھے ذاکر کو تو جن کو ابھی تربیت پوری نہیں تھی نوسیکھیے وہ گھبرا جاتے تھے اور جن کو ریاض تھا وہ جانتے تھے کہ جواب کیسے دینا ہے، مولانا جب یہاں تک پہنچے کہ پیدل بھیجا، تو انہوں نے فوراً ٹوکا یہ کیا کہا آپ نے کیا لشکرِ اسلام کے پاس کوئی گھوڑا نہیں تھا، وہ گھوڑے پر تھا اور علیؑ کو پیدل بھیج دیا، کوئی گھوڑا نہیں تھا؟ رسولؐ کے پاس، اب بتایئے ادھر انہوں نے ٹوکا اور فوراً انہوں نے جواب دیا فی البدیہہ جواب، کہ حضورؐ نے کُلِّ ایمان کہہ کر بھیجا اور علیؑ سر سے لے کر پیر تک کُلِّ ایمان تھے، گھوڑا ایمان میں شامل ہو جاتا اگر علیؑ کو گھوڑے پر بٹھاتے تو تنہا علیؑ کُلِّ ایمان ہیں جانور اس میں شامل نہیں ہوگا نظامؔ مان گئے اب تاریخی حقیقت کیوں پیدل بھیجا؟ جب مقابل میں پہنچے ادھر علیؑ کو رخصت کیا ادھر مسجد فتح اونچی جگہ وہیں بیٹھ گئے۔ اتنا بہادر بھی ہے تو بتا دیا کہ کبھی دوستی بھی تھی عَمرابن عبدِ وَد سے ایک صحابی کی اور رسولؐ کے پہلو میں بیٹھ کر بتایا کیونکہ کافر سرداروں کے قصیدے رسولؐ کے سامنے بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے تو علیؑ نے بھی طے کیا کہ ایک اونٹ کے بچے پر تمہیں بڑا ناز ہے، سات ہجری آنے دو ہم خیبر کے در کو سپر بنا دیں گے، تو اونٹ کا بچہ تم بھول جاؤ گے تو علیؑ نے ہر ایک کا جواب دیا۔ ایسا ہوا کہ رسولؐ آ کر خیمہ میں بیٹھ گئے اور اصحاب نے گھیر لیا اور ہر وقت ساتھ رہتے ہیں، سلمانؓ فارسی کا خیمہ تو بالکل ساتھ ہی لگا

ہوا ہے، ایک مرتبہ رسولؐ نے اعلان کیا کہ جو سب سے پہلے علیؑ کی فتح کی خبر لائے گا میرے پاس تو جب میں جنّت میں جاؤں گا تو اسے اپنے ساتھ سب سے پہلے لے کر جاؤں گا۔ دیکھا آپ نے، عَمرابنِ عبدِوَد نے کہا کہ آؤ مجھ سے لڑو میرے ہاتھ سے مر جاؤ تو جنّت میں جاؤ گے، وہ جنّت لینے کے لئے کوئی تیار نہیں، صرف منظر دیکھ کر بتا دینا ہے تو فوراً جنّت لینے کے لئے تیار، مہنگی جنّت کوئی نہیں چاہتا، سستی جنّت کی تلاش میں ہیں تو نکل آئے سب کوئی کسی کے کاندھے پر، کوئی کسی ٹیلے پر چڑھ گیا کہ دیکھ لیں ہم اور سب سے پہلے ہم بتا دیں ۔ایک بار گرد اُٹھی، تلوار چلنا شروع ہوگئی بات چیت ہوئی اُس نے کہا مانگو کیا مانگتے ہو؟ علیؑ نے کہا کہ میں پیدل ہوں تو گھوڑے سے اُتر کر لڑائی کر تو اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے تو ابو طالبؑ کا بیٹا ہے، واپس چلا جا ابو طالبؑ سے میری دوستی تھی اور میں اپنے دوست کے بیٹے کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ ایک مرتبہ علیؑ نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، کفر اور ایمان کی دوستی کبھی بھی نہیں ہوسکتی تو جھوٹا ہے، تو بہانہ کر رہا ہے تاکہ میں واپس چلا جاؤں، ابوطالبؑ سے تیرا دور کا بھی واسطہ نہیں، دوسری بار کہا کہ پیدل اتر کر بات کر عَمرابنِ عبدِوَد گھوڑے سے اُترا اور ایک ہی وار میں تلوار سے گھوڑے کے چاروں پاؤں قطع کر دیئے، ساتھی جانور زندگی بھر ساتھ رہا اور اس کو مار دیا، خندق کے اگر ایک ایک پہلو پر نظر رہے تو ایک ایک چیز سامنے آ جائے گی، جنگ شروع ہوئی اور دونوں گرد میں چھپ گئے اب ہر ایک سوچ رہا تھا کہ کہیں سے کچھ نظر آ جائے کہ اچانک دیکھا کہ اس کی لاش زمین پر ہے اس کا سر علیؑ کے ہاتھ میں ذوالفقار سے خون کی بوندیں ٹپک رہی تھیں کہ اس شان سے دیکھا علیؑ ایسے جھوم جھوم کر چل رہے ہیں عَمرابنِ عبدِوَد کا سر ہاتھ میں لئے ہوئے کہ جیسے جنگل میں برستی بوندوں

میں شیر جھوم جھوم کر چلتا ہے، یہ عربوں کا محاورہ ہے کہ اس طرح چل رہے تھے جس طرح جنگل میں ترشح میں، پھوار میں شیر چلتا ہے اس طرح علیؑ رسولؐ کی طرف آ رہے تھے تو کوئی پیڑ سے کودا، کوئی کاندھے سے کودا، کوئی ٹیلے سے کودا کہ پہلے ہم جائیں کہ پہلے ہم خبر کریں، ایک دوسرے پر گرتے ہوئے اب جو خیمہ میں پہنچے، کہا یا رسولؐ اللہ مبارک ہو علیؑ جیت گئے، مبارک سلامت کا چاروں طرف سے شور تھا تو رسولؐ نے بڑے اطمینان سے کہا کہ ہمیں اطلاع ہو گئی۔ سارے جوش پہ پانی پڑ گیا اور ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگے اتنی محنت کی تھی جنّت لینے کے لئے رسولؐ کے ساتھ جانے کے لئے پسینہ پسینہ ہو گئے کہ رسولؐ کو بتائیں کہ علیؑ جیت گئے تو حضورؐ نے فرمایا ہمیں معلوم ہو گیا یا رسولؐ اللہ آپ تو خیمہ سے نہیں نکلے آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ علیؑ جیت گئے، کہا کہ مجھے سلمانؓ نے بتا دیا، سستی والی جنّت بھی سلمانؓ لے گئے، کیسی ترکیب سے لے گئے کہا سلمانؓ تم تو یہاں سے اُٹھے نہیں تم نے تو علیؑ کی لڑائی کا منظر نہیں دیکھا تمہیں کیا پتہ کہ علیؑ جیت گئے، پاگل ہو گئے، ہم تو بیٹھے اسی لئے تھے کہ تمہارے بھاگنے کے انداز سے ہم سمجھ گئے تھے، علیؑ جیت گئے، ہم نے فوراً حضورؐ سے کہا کہ مبارک ہو علیؑ جیت گئے، وہ لشکر آ رہا ہے مبارک باد دینے کے لئے۔ (صلوٰۃ)

بس علیؑ واپس آئے بے اختیار رسولؐ نے سینے سے لگا لیا، عمرو کا سر رسولؐ کے قدموں میں ڈال دیا اور علیؑ کو نبیؐ نے سینے سے لگا لیا علیؑ نے سر کو جھکایا تو علیؑ کے سر کے بیچ میں ایک نشان تھا، تلوار کے وار کا کہا کہ علیؑ ایک وار تلوار کا اس جگہ اور لگے گا مسجد کوفہ میں، اس بار تو تم بچ گئے مگر اس وار سے نہیں بچ سکو گے۔ خندق کی لڑائی ایسی لڑائی ہے کہ دوسرے دن علیؑ نے تمام سرداروں کو مارا جو خندق میں کود گئے

انہیں خندق میں کود کر مارا تنہا علیؑ نے اور تیسرے دن سب بھاگتے نظر آئے، بہانہ تاریخ نے یہ کیا کہ ایسی آندھی آئی کہ خیمے اُڑ گئے، ابوسفیان واپس چلا گیا، کوئی آندھی واندھی نہیں آئی کوئی طوفان نہیں آیا تھا، قرآن نے صرف یہ کہا کہ تیز ہوا تھی وہ طوفان نہیں تھا بلکہ ہم نے ملائکہ کو بھیجا تھا کہ علیؑ کو جا کر مبارک باد دو ملائکہ کے آنے کا انداز تھا کہ خندق میں تیز ہوا محسوس ہوئی اب اگر ابوسفیان اور اس کا لشکر اسی کو طوفان سمجھ کر بھاگ گئے ہوں تو دوسری بات ہے۔ جب فدک کا خطبہ دینے کے لئے فاطمہ زہراؑ بھرے دربار میں آئیں تو اس میں یہ جملہ کہا کہ تم وہ دن بھول گئے جب تم چاروں طرف سے گھر گئے تھے تمہاری زندگی کی آس ٹوٹ گئی تھی بتاؤ قسم کھا کر تم سب موجود تھے کون تھا میرے شوہر کے علاوہ جو میدان احزاب میں گیا تھا اور عمر ابن عبدِ وَد کا سر لایا تھا تم دل میں یہ سوچ رہے تھے کہ آج تو علیؑ کی لاش آئے گی، یہ ارمان کرتے تھے کہ علیؑ جائیں اور ان کا لاشہ آئے۔ یہ فاطمہؑ نے مدینہ میں کہا تھا اور اسی جملے کو علیؑ نے شوریٰ میں جہاں سب جمع ہوئے تھے۔ کمیٹی بنائی گئی تھی خلافت کے لئے کہا تھا اور عجیب جملہ کہا تھا بتاؤ تم سب بتاؤ کہ خندق کے میدان میں جب کوئی نہیں گیا تھا تو میں گیا تھا تو سب نے کہا ہاں تم گئے تھے، اب عجیب جملہ کہا نہج البلاغہ میں یہ جملہ موجود ہے کہ سب نے کہا تھا کہ علیؑ ایسے چل رہے تھے جیسے جنگل میں شیر چلتا ہے اور لوگ مجھے ایسے دیکھ رہے تھے کہ جیسے لوگ صبح کے وقت صبح کے تارے کو دیکھتے ہیں، شوریٰ کے میدان میں میرے مولا نے یہ جملہ کہا، خندق کی لڑائی تاریخ کا دوسرا ورق پلٹ گیا، علیؑ کو اپنی اور لڑائیاں بھی یاد تھیں، ابو طالبؑ کے بیٹے کو اپنی شجاعت بدر و اُحد و خندق و خیبر، خیبر کی جنگ زیدی صاحب کے یہاں کی مجلس میں عرض کروں گا۔ اسی تسلسل کے ساتھ علیؑ کی

تمنا تھی کہ ایک بیٹا ایسا ہو کہ یہ عرب پکاریں کہ یہ علیؑ ثانی ہے ایک بار عقیلؑ کو آواز دی کہ اے عقیل تم عرب کے سارے شجروں سے واقف ہو کیا ہی اچھا ہو کہ بھائی ایک ایسا قبیلہ جو بڑا شجاع قبیلہ ہو اس قبیلے کی بیٹی آئے میں عقد کروں۔ بھائی نے پوچھا کہ اس عقد کا خیال کیوں آیا کہا میں چاہتا ہوں کہ ایک شجاع قبیلے کی زوجہ سے ایک شجاع بہادر بیٹا پیدا ہو جو کہ کربلا میں میرے حسینؑ کے کام آئے، عقیلؑ نے کہا اچھا، مدینے سے نکلے بیرون مدینہ قبیلہ بنی کلاب خیمے ڈالے ہوئے پڑا تھا عقیلؑ پہنچے سردار کے خیمہ کا پتہ پوچھا سردار کو پتہ چلا آتے ہی قدموں پر گر پڑا کہا سردار عرب کے بیٹے امیر عرب کے بیٹے کیسے زحمت کی کہا اے سردار بنی کلاب ہم ضرورت لے کر آئے ہیں مہمان بنے تین دن گزر گئے خاطر پر خاطر اور ایک بار کہا شہزادے اگر میں خدمت کے لائق ہوں تو حکم کیجئے کہا ہم نے یہ سنا ہے کہ تمہارے ایک بیٹی ہے کہا ہاں شہزادے میری ایک بیٹی ہے جس کا نام فاطمہ ہے، عقیلؑ نے کہا ہم اس کا پیغام اپنے بھائی کے لئے لائے ہیں، سردار اپنی بیٹی کا عقد ہمارے بھائی علیؑ کے ساتھ کر دو، حزام نے کہا ہمیں منظور ہے، عقیلؑ نے کہا اسلام کا دستور ہے کہ پہلے بیٹی سے پوچھو حزام خیمہ میں گیا زوجہ کو آواز دی کہا تجھے معلوم ہے تیری بیٹی کا پیغام آیا ہے، زوجہ نے کہا کس کے لئے میری بیٹی کا پیغام آیا ہے، حزام نے کہا علیؑ ابن ابی طالبؑ کا پیغام آیا ہے، اُٹھ کر کھڑی ہو گئی کہا علیؑ! کیا رسولؐ کا داماد اب میرا داماد بنے گا، میری قسمت کہاں، تُو پریشان کیوں ہے ان کے بڑے بھائی آئے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ پہلے بیٹی سے پوچھ لو تو اس نے کہا بیٹی سے کیا پوچھنا ہمیں یہ رشتہ منظور ہے لیکن نہیں وہ کہتے ہیں کہ اسلام کا دستور ہے کہ عقد سے پہلے بیٹی سے پوچھ لیا جائے تو کہا بلاؤ فاطمہ بنت حزام کو اس سے پوچھ لو تمام

نوجوان لڑکیوں کو قبیلے کی بلایا گیا اور ان سے کہا کہ تم جا کر فاطمہ سے پوچھو کہ یہ پیغام آیا ہے اسے منظور ہے کہ نہیں۔ غور سے سنیے گا ایک بار سردار انتظار میں ہے سامنے بیٹی ہے فاطمہ بنت حزام قبیلے کی لڑکیاں گئیں اور ایک دائرے میں لے لیا اور کہا کہ تیرا پیغام آیا ہے مدینہ سے علی ابن ابی طالبؑ کا، تاریخ کہتی ہے، مقتل کہتے ہیں کہ ایک بار سر کو جھکایا کہا میرے بابا سامنے کھڑے ہیں ان سے یہ کہہ دو کہ پیغام تو آج آیا ہے، میں نے رات کو خواب دیکھا کہ ایک بی بی آئیں ہیں نورانی چہرہ اور آتے ہی انہوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے دلہن بنایا اور کہا مبارک ہو آج سے تم میرے بیٹے عباسؑ کی ماں بن گئیں۔ اس خواب کو سنا اور کہا عرض کرو عقیل ابن ابی طالبؑ سے کہ پیغام منظور ہے بنی ہاشم بارات لے کر آئے اور فاطمہ بنت حزام کو محمل میں بٹھا کر محلّہ بنی ہاشم میں لے گئے تاریخ میں ہے کہ جب محمل زہراؑ کے گھر کے در پر پہنچی تو محمل سے اتریں اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اترتے ہی زہراؑ کے گھر کی چوکھٹ پر سجدہ کیا پیشانی رکھ دی لوگوں نے پوچھا کہ نئی دلہن اور چوکھٹ پر سجدہ کہا ہاں یہاں پر ملائکہ نے بھی سجدہ کیا ہے، یہ زہراؑ کی ڈیوڑھی ہے اس کی تعظیم ہم پر واجب ہے۔ گھر میں گئیں تو بے اختیار قدم زینبؑ و اُمِّ کلثومؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے حجرے کی طرف اُٹھے دیکھا شہزادیاں بیٹھی ہوئی ہیں، شہزادے تشریف فرما ہیں، کہا شہزادو میں ماں بن کر نہیں کنیز بن کر آئی ہوں، میں اس گھر کی کنیز ہوں تم زہراؑ کے بیٹے ہو، میں زہراؑ کی بیٹیوں کی کنیز ہوں، تمہاری کنیز ہوں۔ بنی ہاشم کے یہاں کا دستور تھا کہ دلہن کو خطاب دیا جاتا تھا علیؑ نے کہا آج سے تم اُم البنینؑ کہی جاؤ گی، بنین کے معنی ہیں بیٹے، اُمِّ البنینؑ بیٹوں کی ماں، یعنی بیٹوں کی ماں بنیں گی، چار بیٹوں کی ماں جب چاروں بیٹے جوان سامنے کھڑے ہوتے تو چاروں علیؑ کی

شبیہ لگتے تھے۔ سال گزرا کنیز نے آ کر اطلاع دی کہ اللہ نے اُم البنینؑ کو چاند سا بیٹا عطا کیا، علیؑ آئے، علیؑ نے آ کر بچے کو اُٹھالیا، بچّے نے علیؑ کی خوشبو پا کر آنکھیں نہیں کھولیں، ایک مرتبہ مڑ کر آواز دی میرے حسینؑ کو بلاؤ اب یاد رکھیئے گا میرے یہ جملے عباسؑ جب پیدا ہوئے حسینؑ پچیس سال کے تھے دونوں بھائیوں میں پچیس سال کا فرق ہے، جب عباسؑ پیدا ہوئے تو حسینؑ پچیس سال کے جوان تھے، حسینؑ قریب آئے علیؑ نے کہا حسینؑ ہاتھ پھیلاؤ، علیؑ نے اُٹھا کر بچے کو حسینؑ کی گود میں دے دیا آنکھیں بند تھیں جیسے ہی حسینؑ کی گود میں گئے، چونک کر آنکھوں کو کھول دیا، حسینؑ کے چہرے کو دیکھا، کہا دیکھا بچّے نے میرے چہرے کو نہیں دیکھا کیا اثر ہے تمہاری گود میں کہ آنکھیں کھول کر تمہیں دیکھنے لگا علیؑ نے کہا حسینؑ تم اس کا نام رکھو گے یا میں نام رکھوں حسینؑ نے کہا بابا جب اس نے آنکھیں کھولی تو ایسا معلوم ہوا کہ بپھرا ہوا شیر ہے ہم کو یہ عباسؑ لگا علیؑ نے کہا بس ہم نے یہ نام رکھ دیا، تمہاری زبان سے یہ لفظ نکل گیا ہم بھی آج سے انہیں عباسؑ کہیں گے۔ چالیس ہجری میں شہادت ہوئی علیؑ کی عباسؑ کا بچپن اس طرح گزرا کہ چار سال کا بچہ اگر حسینؑ تشریف فرما ہوتے کرسی پر گھر یا باہر تو ہاتھوں کو باندھے ہوئے کرسی کے پہلو میں موجود ہے، اگر کوئی عرضی لائے اور حسینؑ کی خدمت میں جانا چاہئے تو بغیر عباسؑ کی اجازت کے حسینؑ کی خدمت میں نہیں جا سکتا اور اس بچہ کا جلال اتنا ہے کہ مدینے کے لوگ تھرا جاتے ہیں عباسؑ کے سامنے اور جب یہ بچہ نو سال کا ہوا علیؑ کے سامنے اور چہرے سے نقاب ہٹنے کے دن آئے تو جنگِ صفین تھی۔ جنگ پر جنگ لیلۃ الحریر کی جنگ، تیروں کی بارش بڑے بڑے پہلوان گھبرائے ہوئے تھے، محمد حنفیہؒ جنگ کر رہے تھے، مالک اشترؒ جنگ کر رہے تھے، سترہ حملے علیؑ کر چکے تھے،

ایک بار حملہ کر کے واپس آئے، سولہ سال کے بیٹے کو بلایا، بیٹا آیا عباسؑ قریب آئے اپنا لباس پہنایا، نقاب ڈالی، نقاب آپ جانتے ہیں عرب میں جب عمامہ باندھتے تھے تو اسی کے سرے کو شملہ کہتے تھے۔ شملے کو اُٹھا کر ساتھ چہرے کے باندھ دیا۔ آدھے چہرے پر نقاب ڈالی، عباسؑ کے چہرے پر نقاب ڈالی کہا بیٹا یہ تلوار ہے یہ نیزہ ہے جا کر حملہ کرو علیؑ مرتضیٰ لڑائی دیکھ رہے تھے عباسؑ نے میمنہ پر حملہ کیا، قلب لشکر پر حملہ کیا، معاویہ کا لشکر بھاگ رہا تھا۔ ایک بار پورے لشکر نے کہا ابھی تو علیؑ گئے تھے پھر واپس آ گئے جب ایک ایک کافر سے مشرک سے کہلوا دیا کہ یہ علیؑ لڑ رہے ہیں تو ایک بار علیؑ خود میدان میں نکلے، گھوڑے کو آگے بڑھایا، عباسؑ کے قریب آئے، نقاب کو ہٹایا کہا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ یہ علیؑ لڑ رہا ہے ہٰذا قمرُ بنی ہاشم یہ بنی ہاشم کا چاند ہے، مدینے والے اس دن سے بنی ہاشم کا چاند کہنے لگے۔ انداز یہ ہے کہ اگر علی اکبرؑ اپنے گھوڑے کو بڑھا کر بازار جانا چاہیں، کسی شاہراہ پر جانا چاہیں تو ادھر علی اکبرؑ کا گھوڑا بڑھے اِدھر عباسؑ کا گھوڑا بڑھے۔ شہزادے تنہا نہیں جانے دیں گے، چچا بھتیجے ساتھ نکلتے اور جب بازار مدینہ میں نکلتے تو لوگ اپنے کاروبار بھول جاتے، ہاتھوں سے ترازو چھوٹ جاتے، چہروں کو دیکھتے رہتے اور ایک ایک باشندہ کہتا کہ ہم جب تک دونوں شہزادوں کے چہروں کو دیکھ رہے ہیں تو علیؑ کو بھی دیکھ رہے ہیں رسولؐ کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ سن اکسٹھ ہجری میں مدینہ ویران ہو گیا نہ علیؑ کی شبیہ نہ رسولؐ کی شبیہ رہی اور اب کربلا کے میدان میں کھڑے عباسؑ یہ کہہ رہے تھے کہ آقا عونؑ و محمدؑ کے لاشے آ رہے ہیں، بچوں کے لاشے آ رہے ہیں، اچھا اگر بچوں کو قربانی کے لئے بھیج رہے ہیں تو عباسؑ کو بھی اجازت دیجئے کہ وہ بھی ایک نذرانہ پیش کریں، ایک بار خیمہ میں آئے پردے کو

اُٹھایا۔ زوجہ کو آواز دی کہ میرا بیٹا محمدؑ کہاں ہے، باپ کی آواز پر بیٹا دوڑتا ہوا آیا۔ اپنے ہاتھ سے تیار کیا، کہا بیٹا کس کے بیٹے ہو؟ کہا آپ کا بیٹا ہوں۔ کہا علیؑ کے پوتے، عباسؑ کے بیٹے ہو آؤ۔ میرے ساتھ آؤ عباسؑ نے محمدؑ کا ہاتھ پکڑا حسینؑ کی خدمت میں لائے کہا آقا یہ غلام زادہ ہے، اسے میدان میں جانے کی اجازت دیں۔ بڑے غور سے سنیئے گا نفسیات کے مسائل سامنے پیش کر رہا ہوں تاریخ کے عجیب موڑ ہیں آقا اس غلام زادے کو اجازت دیجئے چہرے کو دیکھا، کہا عباسؑ صبح سے نیزوں تلوار اور تیروں کی بارش ہے، اس بچّے کو ایسے میدانِ جنگ میں بھیجو گے کہا کیا ہوا آقا عباسؑ کا بیٹا ہے اور بھی بچے گئے انصار کے بچے گئے، اصحاب کے بچے گئے عباسؑ کا بیٹا جا رہا ہے تو کیا ہوا؟ حسینؑ یہ چاہتے ہیں کہ عباسؑ کے بیٹے کو کسی طرح روک لیں ایک بار عجیب جملہ کہا کہ عباسؑ اگر تم نے اس بچہ کو بھیج دیا تو یہ بتاؤ کہ تمہاری نسل کیسے آگے بڑھے گی؟ حسینؑ سمجھ رہے تھے کہ عباسؑ مجبور ہو جائیں گے۔ کہا آقا اس کا انتظام پہلے ہی کر لیا، مادر گرامی اُم البنینؑ کے پاس چھوٹے بیٹے کو چھوڑ کر آیا ہوں، مجھے نسل کی پرواہ نہیں اب حسینؑ مجبور ہو گئے، کہا عباسؑ جیسی تمہاری مرضی، گھوڑے پر بٹھایا سوار کیا کہا بیٹا باپ لڑائی دیکھ رہا ہے، عباسؑ لڑائی دیکھ رہا ہے، حسینؑ لڑائی دیکھ رہے ہیں، شجاعت سے لڑتا ایک بار بچہ لڑتے لڑتے گھوڑے سے گر گیا، آواز دی بابا میں گھوڑے سے گر گیا، ادھر عباسؑ نے آواز سنی، ادھر عباسؑ نے گھوڑے کو آگے بڑھایا ادھر عباسؑ کا گھوڑا بڑھا اس سے پہلے حسینؑ کا گھوڑا آگے بڑھا، عباسؑ کے گھوڑے کو روک لیا اور حسینؑ نے کہا عباسؑ کدھر چلے، کہا آقا میرا بچہ گھوڑے سے گر گیا ہے، آواز دے رہا ہے ایسا نہ ہو کہ پامال ہو جائے، مجھے جانے دیجئے کہا عباسؑ بیٹے کی لاش پر باپ نہیں جاتا، میں

جاؤں گا، یہ حسینؑ کا ایثار، کاش کوئی عباسؑ کو پکار کے فرات کے کنارے کہے کہ حسینؑ علی اکبرؑ کا لاشہ لا رہے ہیں، بوڑھا باپ جوان بیٹے کا لاشہ لا رہا ہے۔ بیٹا بھی شہید ہوا، ایک بار بھائیوں کو آواز دی، عمران اِدھر آؤ، جعفرؑ ادھر آؤ، عبداللہ ادھر آؤ، عباسؑ کے سامنے تمہاری لاشیں آئیں بھائیوں کی لاشیں بھی عباسؑ کے سامنے آئیں۔ دیکھتے دیکھتے لشکر ختم ہوگیا اب عباسؑ یہ کہہ رہے تھے کہ آقا مجھے میدان جنگ کی اجازت دیجئے بے اختیار حسینؑ نے کہا تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو میں تمہیں کیسے بھیج دوں۔ تاریخ میں ہے کہ ایک مرتبہ دائیں جانب دیکھا بائیں جانب دیکھا کہا آقا جس لشکر کا علم دار بنایا تھا وہ لشکر کہاں ہے آقا وہ لشکر مجھے تو نظر نہیں آتا؟ آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ اجازت نہیں ملی کسی طرح بھی اجازت نہیں کہا عباسؑ تمہیں اجازت نہیں دے سکتا زینبؑ کا سہارا ہو بچوں کی ڈھارس ہو عباسؑ جب تک تم ہو زینبؑ کو بڑی ڈھارس ہے، اُمّ کلثومؑ کو ڈھارس ہے، عباسؑ حیران ہیں کہ کیسے اجازت لیں، ایک بار عباسؑ کو کچھ خیال آیا خیمہ کا پردہ اُٹھایا خیمہ کا پردہ اُٹھا کر اندر گئے ایک بار آواز دی کہاں ہے میری بیٹی سکینہؑ میری بچی سکینہؑ کہاں ہے، بی بیاں دوڑیں اور کہا عباسؑ اس پر تو غشی پر غشی طاری ہے، پیاس سے جاں بلب ہے، کہا لاؤ سکینہؑ کو لاؤ، سکینہؑ کو لایا گیا، گلے سے لگایا کہا میری بچی بہت پیاسی ہو کہا بہت پیاسی ہوں، تمہیں علم ملا مگر مجھے پانی نہیں ملا، سکینہؑ ہم پانی لائیں گے، تمہاری پیاس بجھائیں گے، لیکن جاؤ پہلے بابا سے اجازت دلا دو، تاریخ نے لکھا کہ ایک مرتبہ سکینہؑ دوڑتی ہوئی گئیں ایک سوکھا مشکیزہ لائیں عباسؑ نے عَلم کو جھکایا سکینہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مشک کو عَلم پر باندھا ایسا کہ پھر کبھی عَلم سے جدا نہ ہوسکی ایک بار سکینہؑ کو گود میں لیا حسینؑ کے قریب آئے، حسینؑ نے دیکھا کہ چچا کی گود میں

بھتیجی آرہی ہے بے اختیار کہا عباسؑ میں سمجھ گیا عباسؑ اچھی سفارش لائے ہو سکینہؑ کو دیکھ کر کہا سکینہؑ چچا کو بھجوا تو رہی ہو، چچا کو پا نہ سکو گی، سکینہؑ اب چچا نہیں ملے گا، اب جیسی تمہاری مرضی، عباسؑ جاؤ، عباسؑ میں نے اجازت دے دی۔ عباسؑ مشک و علم لے کر چلے جدھر نخلستان تھا اس راستے سے ہوتے ہوئے، فرات کے کنارے پہنچے چاروں طرف سے لشکر نے حملہ کیا عباسؑ تیروں کی دیوار کو کاٹتے ہوئے پہنچے فرات کے کنارے، فرات کو فتح کر لیا، فرات کے کنارے پہنچ گئے مشک کو بھر لیا، مشک کو بھر کر واپس پلٹے عباسؑ بہت خوش تھے، پانی مل گیا بچوں کی پیاس بجھ جائے گی، کاندھے پر مشک کو رکھ لیا لڑتے ہوئے چلے، مشک کو بچاتے ہوئے چلے اس راستے سے جس راستہ پر دشمن نہ آ سکے، لیکن دشمنوں نے حملہ کیا، عباسؑ کا ایک بازو شہید ہوا دوسرا شانہ بھی گیا، عباسؑ مایوس ہو جاتے ہیں علم بھی گیا، تلوار بھی گئی بار بار مشک پر جھک جاتے ہیں سوچتے کہ ہاتھ گئے تو کیا ہوا، سکینہؑ تک پانی تو پہنچ جائے مشک کو بچاتے لیکن حرملہ کے ایک تیر نے مشک میں چھید کر دیا۔ پانی بہہ رہا تھا یا عباسؑ کی آس ٹوٹ رہی تھی عباسؑ کا لہو بہہ رہا تھا، ایک بار رُخ فرات کی طرف موڑ دیا کہ جب پانی نہ رہا، ہاتھ نہ رہے، علم نہ رہا، تو اب خیمہ میں جا کر کیا کریں اور جب اس منزل پر پہنچے کہ گرز سر پر لگا اور گھوڑے سے گرنے لگے تو آقا کو آواز دی یہ نہیں کہا کہ آقا میری مدد کرو بلکہ یہ کہا کہ آقا میرا آخری سلام حسینؑ کو پہنچے، تاریخ نہیں بیان کر سکتی، حسینؑ جب قریب پہنچے تو اتنا دیکھا کہ بھائی کے سر سے خون بہہ رہا ہے۔ ایک آنکھ میں تیر پیوست ہے، ہائے میرے جعفرؑ ہائے میرے حمزہؑ ہائے میرے علیؑ کہہ کر سینے پر سر کو رکھ دیا۔ قریب گئے سر کو اپنے زانوؤں پر رکھا، عباسؑ نے سر کو زانوؤں سے ہٹا لیا بے اختیار کہا کہ یہ آخری وقت ہے سر کو زانو سے کیوں

ہٹاتے ہو، کیا کروں جب بابا کا انتقال ہوا تھا توان کا سر بھائی حسنؑ کے زانو پر تھا اور جب بھائی حسنؑ کا انتقال ہوا تو ان کا سر آپ کے زانوؤں پر تھا، مگر سوچتا ہوں کہ جب آپ دنیا سے جارہے ہوں گے تو آپ کا سر کس کے زانو پر ہوگا، تو غلام کیسے آپ کے زانوؤں پر سر رکھ کر مرے، بے اختیار رخسار پر رخسار رکھ دیا کہا محبت کا یہ عالم ہے عباسؑ کہ آخری وقت اور یہ وفاداری۔ ایک بار کہا عباسؑ آخری کوئی خواہش ہو تو بیان کرو بس آپ کو یہ جملہ یاد ہے نا کہ جب پیدا ہوئے تھے تو اس وقت کی بات یاد آئی کہا آقا جب پیدا ہوا تھا تو سب سے پہلے آپ کے چہرے کو دیکھا تھا کہا کیا ہوا عباس اس وقت بھی دل بھر کر میرے چہرے کو دیکھو کہا آقا کیسے دیکھوں ایک آنکھ میں تیر پیوست ہے اور ایک آنکھ میں خون جم گیا ہے آپ کا چہرہ نظر نہیں آتا عبا کے دامن سے آنکھ کے خون کو صاف کیا حسینؑ نے کہا لو مجھے دیکھو حسینؑ کے چہرہ پر عباسؑ کی نظر تھی کہ روح پرواز کر گئی، لیکن عباسؑ جاتے جاتے کہہ گئے تھے کہ میرے لاشے کو خیمہ میں نہ لے جانا اس لئے کہ میں سکینہؑ سے شرمندہ ہوں واپس چلے تو علم لے کر چلے، وہاں سکینہؑ در خیمہ پر آواز دے رہی تھی آؤ بچو آؤ دیکھو وہ علم آرہا ہے میرا چچا آرہا ہے، پانی لارہا ہے، اب جو حسینؑ علم لے کر پہنچے سکینہؑ نے کہا بابا میرا چچا کہاں ہے؟ حسینؑ نے کہا سکینہؑ ہم نے کہا تھا نا کہ چچا کو نہ بھیجو، چچا فرات کے کنارے سو گیا ہے اب چچا کبھی نہ آسکے گا، چچا نہ آسکے گا سکینہؑ۔

---☆---☆---

نویں مجلس

مجلسِ عاشور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدُاللّٰہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَاعَبْدُاللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَاعَبْدُاللّٰہِ۔

عاشور کا دن نمودار ہوا تو غنچے چاک گریباں تھے اور شبنم گریہ کناں تھی، اس نور کائنات کو دیکھ کر مالکِ کائنات نے آواز دی۔

وَالْفَجْرِ○ وَلَیَالٍ عَشْرٍ○ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ○ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ○ ھَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ○ اَلَمْ تَرَکَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ

مجھے قسم ہے اس صبح کی، مجھے قسم ہے ان دس راتوں کی، مجھ کو قسم ہے ایک کی، مجھ کو قسم ہے دو کی، مجھے قسم ہے اس رات کی جو بہت آہستہ آہستہ گزر رہی ہے۔ معبود نے کربلا میں پورے منظر کو اور پوری تاریخ کو ان چند قسموں میں محفوظ کر دیا۔ ہمیں قسم ہے اس صبح کی شاید کوئی اور صبح ہوتی کسی اور صبح کی قسم کھاتا اور مسلمان یہ سمجھتے کہ یہ کوئی بھی صبح ہوسکتی ہے لیکن صبح کی قسم کھا کر اس نے فوراً یہ کہہ دیا کہ ہم کو دس راتوں کی قسم، تاریخ عالم میں کوئی بھی دس راتیں ایک صبح کے ساتھ نہیں آئیں۔ وہ

محرّم کی دس راتیں تھیں وہ صبح معبود نے جس کی قسم کھائی وہ عاشور کی صبح تھی اور اس کے ساتھ معبود کا یہ کہنا کہ ایک کی قسم اور دو کی قسم اگر چاہتا معبود تو کہتا کہ ہمیں تین کی قسم، مگر اس نے ایک کی قسم الگ کھائی اور دو کی قسم الگ کھائی۔ سمجھنے والو سمجھو کہ ہم نے الگ الگ یہ قسمیں کیوں کھائیں؟ ایک کی قسم ہم نے الگ کیوں کھائی اور ہم نے دو کی قسم الگ کیوں کھائی؟ غور کرو، کربلا میں تین امام آئے تھے، کربلا میں تین معصوم آئے تھے، ایک حسینؑ ابن علیؑ تھے ایک امام سیّد سجادؑ تھے، ایک امام محمدؑ باقر تھے۔ ہمیں اس ایک کی قسم جو کربلا سے واپس نہ جا سکا، ان دو اماموں کی قسم جو کربلا سے قیدی بن کر لوٹے۔ تین معصوموں کی قسم کھائی، ایک کی قسم الگ کھائی اور دو کی قسم الگ کھائی۔ اس کے بعد تمام کر دیا پورے اس عشرے کو یہ کہہ کر تمام کر دیا کہو وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ہمیں اس رات کی قسم جو بہت آہستہ گزر رہی تھی۔ مصیبت کی رات بہت آہستہ آہستہ گزرتی ہے اور تاریخ عالم میں جو مصیبت کی رات بہت آہستہ گزری وہ عاشور کا دن ڈھل کر گیارھویں کی شب تھی جس شب میں آپ بیٹھے ذکر کر رہے ہیں کربلا والوں کا، آج کی رات آلِ محمدؐ پر بڑی بھاری رات ہے، آج عاشور کا دن گزر گیا، کل گیارھویں کی صبح آئے گی آپ اپنے کاموں میں لگ جائیں گے، لیکن گیارھویں کا دن عاشور سے کم نہیں جس کی قسم معبود کھائے۔ عاشور کا دن حسینؑ اور حسینؑ کے ساتھیوں کا تھا۔ آنے والا دن زینبؑ کا دن، اُمِ کلثومؑ کا دن ہے، سکینہؑ کا دن ہے، کل کی مجلس بھی آپ کو یاد رہے کہ زینبؑ کے پاس آ کر آپ کو ان کے بھرے گھر کا پرسہ دینا ہے، ایک طرف معبود صبح کی قسمیں کھائے، رات کی قسمیں کھائے اور ایک طرف یہ بھی ارشاد ہو جائے وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ وقت عصر کی قسم ہے کہ انسان گھاٹے میں۔ وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ

اِلْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ہاں دیکھو ہم عصر کی قسم کھا رہے ہیں کہ انسان گھاٹے میں ہے۔ لیکن وہ انسان ان انسانوں پر تمہاری نظر رہے جن کی نظر وقت عصر پر تھی، جو نظریں جمائے ہوئے فردوس کی طرف دیکھ رہے تھے، وہ ایسے لوگ تھے جو عمل صالح کرنے والے تھے، جو صاحبِ ایمان لوگ تھے، جو ایمان میں پختہ تھے وہ تمام لوگ آپس میں حق اور صبر کی تلقین کر رہے تھے، دو چیزوں کا نام ساتھ لیا معبود نے کہ ایک حق ہے اور ایک صبر ہے۔ ہم نے یہ شعار بنا دیا کہ ہماری مجلس کے دو حصے ہوتے ہیں، ایک فضائل کا ایک مصائب کا، فضائل حق ہیں اور مصائب صبر ہیں۔ اس سورہ نے بتایا کہ مجلس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک حق کا بیان ہے ایک صبر کا بیان ہے، قسم کھا کر معبود نے بتایا کہ پہلے ہم نے فجر کی قسم کھائی پھر عصر کی قسم کھائی۔ دن کامل ہوا، جب دن پورا ہوا عاشور کا اس دن کو دو قسموں کے درمیان لے لیا، ایک طرف ہم نے صبح کی قسم کھائی ایک طرف ہم نے عصر کی قسم کھائی، کیا کامل دن تھا عاشور کا جسے ہم نے قسموں کے دائرے میں لے لیا، دن کی عظمت، یہ وہ دن ہے جب انسانیت حریت پسند بنی یہ وہ دن ہے کہ جب انسانیت غلامی سے آزادی کی طرف بڑھ رہی تھی، ایک نئی کرن پھوٹ رہی تھی، زہرا کا گھر لُٹ رہا تھا، لیکن انسان کی تقدیر سنور رہی تھی۔ صبح آئی تھی بھرا گھر نظروں کے سامنے تھا، پورا لشکر تھا، لشکرِ حسینؑ کا پرچم کھلا ہوا تھا، قلبِ لشکر بھی تھا میمنہ تھا، میسرہ بھی تھا، دن ڈھلتے ڈھلتے زینبؑ کی نظریں دیکھ رہی تھیں، جو جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا، لاشہ آتا ہے، اللہ رے وہ وقت بھی آ گیا جب زینبؑ نے علی اکبرؑ کو بھیج دیا، قاسم کو بھیج دیا، کبھی بتیس سال کے بھائی کو بھیج دیا اور یہ کہہ کر بھیجا کہا عباسؑ بیٹھو میری بات سنو۔ شہزادی کے قدموں پر سر جھکا کر کہا ارشاد کریں کہا اکثر بابا سینے سے مجھے

لگا لیتے کبھی چادر سرک جاتی بازوؤں سے تو بے اختیار بازوں کو چومتے اور آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے۔ ایک بار میں نے پوچھا تھا بابا بازوؤں کو چوم کر کیوں روتے ہیں۔ کہا تھا زینبؑ ایک دن ان بازوؤں میں رسی بندھے گی۔ میں نے کہا تھا جس بہن کا ایک بھائی ہوتا ہے وہ ناز کرتی ہے، میرے تو اٹھارہ بھائی ہیں اور جس کا عباسؑ جیسا بھائی ہو تم جا رہے ہو عباسؑ مجھے بابا کی بات کا یقین ہو گیا کہ آج زینبؑ کی چادر چھنے گی اور بازوؤں میں رسی بھی بندھے گی۔ جاؤ میرے دلیر بھائی ،سورما بھائی، میرے عباسؑ، بہن تمہیں خدا حافظ کہتی ہے، عباسؑ چلے، حسینؑ تنہا ہو گئے۔ اہلِ حرم کا یہ عالم تھا تاریخ میں لکھتے ہیں کہ کسی جانے والے پر یہ منظر نہیں نظر آیا، راوی کہتا ہے کہ جب عباسؑ چلے تو ہر ایک خیمہ کا پردہ اُٹھ گیا ہر بی بی کہتی تھی عباسؑ تم نہ جاؤ، تم نہ جاؤ۔ اپنے بھائی کو چھوڑ کر نہ جاؤ ایک بار خیموں میں زلزلے آ گئے۔ خیموں کی طنابیں ہلنے لگیں، لیکن بتیس برس کے بھائی عباسؑ کا لاشہ حسینؑ نہ لا سکے، عباسؑ کی وصیت تھی کہ میرا لاشہ خیمے میں نہ لایا جائے، میں سکینہؑ سے شرمندہ ہوں۔ مجھے دریا کے کنارے رہنے دو، جب حسینؑ کا چھ ماہ کا بچہ علی اصغرؑ زمین کربلا کو گھوارہ بنا چکا، رباب کا پھول خاک میں مل چکا، دن ڈھل رہا تھا، حسینؑ خطبہ دے رہے تھے۔ خطبہ کے جواب میں تیر چل رہے تھے، تلواریں چل رہی تھیں، نیزے چل رہے تھے، ادھر سے پتھر آ رہے تھے، حجت تمام کرتے جاتے تھے کہ شاید اُمت میری بات سمجھ لے لیکن جب دیکھا کہ ناناؐ کی اُمت باز نہیں آتی تو ایک مرتبہ گھوڑے کو کاوا دیا، واپس ہوئے، اُمت کے ارادے سمجھ گئے یہ کہہ کر چلے کہ ہمیں معلوم ہے کہ اب کیا ہونے والا ہے؟ در خیمہ پر آئے گھوڑے کو روک دیا بہت آہستہ آہستہ چلتے ہوئے خیمہ میں داخل ہوئے تو بی بیاں بے قرار ہو کر قریب

آ گئیں، اُمّ ِرباب، اُمِ کلثوم، رقیہ، زینب، فِضہ ایک ایک چہرے کو حسین دیکھتے تھے۔

علامہ مجلسی ہمارے مشہور عالم تھے، وہ روز روضے میں جا کر مجلس پڑھا کرتے ایک دن مجلس پڑھ چکے تھے تھکے ہوئے تھے، منبر پر سر رکھ کر سو گئے، آنکھ لگ گئی دیکھا کہ ایک بی بی چادر میں لپٹی ہوئی کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے اے مجلسی تم مجلس کیوں نہیں پڑھتے، بے اختیار ہاتھ باندھ کے کہا، شہزادی میں تو روز آپ کے بیٹے کا ذکر کرتا ہوں، شہزادی میں نے ابھی ابھی مجلس پڑھی ہے، رو کے کہا مجلسی وہ کیوں نہیں پڑھتے جو زہرا سننے آتی ہے، جب میرا حسین زینب سے رخصت آخر کے لئے آیا، مجلسی میرے بیٹے کی رخصت آخر پڑھو بار بار پڑھو، عشرہ کی الوداعی مجلس ہے۔ آپ زہراؑ کو پرسہ دے رہے ہیں، آپ مسافر ہیں، میں بھی مسافر ہوں اور ذکر بھی مسافر کا ہے، ایسے مسافروں کا ذکر جو گھر واپس نہ جا سکے۔ ان مسافروں کا ذکر جو کربلا میں بستی بسا کر رہ گئے۔ حسین آئے، ایک ایک کے چہرہ کو دیکھا زینب پر نظر پڑی بہن کے ہاتھ کو تھاما، کہا زینب میرے ساتھ آؤ حسین آگے آگے چل رہے تھے، زینب پیچھے پیچھے چل رہی تھیں، خیمہ میں پہنچے حسین نے بہن سے کچھ باتیں کیں، تاریخ کہتی ہے کہ نہ جانے بہن بھائی میں کیا بات ہوئی۔ فِضہ کہتی ہیں کہ اب حالات بدلے ہوئے تھے اب زینب آگے آگے تھیں اور حسین پیچھے پیچھے چل رہے تھے میں سمجھ گئی کہ قافلہ کی سرداری حسین نے میری شہزادی کو دے دی آقا یہ چاہتے ہیں کہ زینب میرے سامنے چل کر بتائے کہ قافلہ کا سردار کیسے چلتا ہے؟ میں تمہارے پیچھے چلوں گا میں معصوم ہوں، زینب آگے چلو، قافلہ کی سرداری لو، بہن آگے بڑھی اب کسی سے مڑ کر بات نہیں کی حسین نے فِضہ سے کہا کہ میرا لباس لا، فِضہ نہ جانے اس لباس کو کیسے جانتی تھی، فِضہ گئی ایک صندوق کو کھولا، لباس

کو لے کر چلی، کپڑے میں لپٹا ہوا لباس، زینبؑ کی نظر گئی، کہا فِضہّ یہ کیا ہے، کہا شہزادی بتا نہیں سکتی، میری شہزادی زہراؑ کی ایک وصیت ہے ،اس پر عمل کر رہی ہوں، فِضہّ یہ کیوں نہیں کہتی کہ میرے بھائی کا کفن لے کے جا رہی ہے۔ میں سمجھ گئی فِضہّ میری ماں کے ہاتھ کا سیا ہوا کُرتا ہے، میرے بھائی نے مانگا ہے، میں سمجھ گئی کہ اب میں بے آسرا ہو گئی، بھائی نے لباس طلب کر لیا ،لباس آیا۔ حسینؑ نے زیب تن کیا، زہراؑ کے ہاتھ کا سلا ہوا کرتا، ایک بار تمام جگہوں سے چاک کرنا شروع کیا، پہلے گریبان کو چاک کیا، کچھ خاک کربلا کی اُٹھائی گریبان میں ڈالی، شاید اشارہ تھا کہ ہم کفن پوش میت بن گئے ہیں۔ ہمیں تو مٹی نہ دی جائے گی، ہم نے تو کربلا کی خاک گریبان میں ڈال لی ہے۔ ایک کنیز نے پوچھا شہزادے یہ لباس چاک چاک کیوں کر دیا، کہا عرب کا دستور رہے کہ اگر لباس چاک چاک ہو دشمن وہ لباس نہیں لوٹا کرتے ،اے میرے آقا شام غریباں کے بعد یہ لباس بھی جسم پر نہ بچا۔ ایک بار بھائی نے بہن کو دیکھا، زینبؑ نے ایک مسند بلند مقام پر بچھائی اور زینبؑ نے کہا، بھیا اس مسند پر بیٹھ جاؤ، بھائی مسند پر بیٹھ گیا تو بہن سات بار بھائی پر صدقہ ہوئی اور اس کے بعد حسینؑ کے گلے کے بار بار بوسے لئے اور کہا میری ماں کی وصیت تھی کہ جب میرا لعل رُخصتِ آخر کے لئے آئے تو زینبؑ میری جانب سے میرے لعل حسینؑ کے گلے کے بوسے لینا، اچھا زینبؑ اب تم اس مسند پر بیٹھو، زینبؑ بیٹھ گئی، بہن سے کہا کہ بہن ذرا بازوؤں سے چادر ہٹاؤ، بھائی نے بہن کے بازوؤں کے بوسے لئے اور کہا تم نے ماں کی وصیت پوری کی ،ماں نے مجھے بھی ایک وصیت کی تھی جو میں نے پوری کی، ایک بار حسینؑ کی نظر سکینہؑ پر گئی تو حسینؑ نے سکینہؑ کو گود میں اُٹھا لیا، سکینہؑ نے حسینؑ کے گلے میں ننھے ننھے ہاتھ ڈال کر کہا، بابا کہاں کا ارادہ

ہے، کہاں جا رہے ہو۔ بیٹی کو کیا سمجھاتے خیمہ تک سمجھاتے ہوئے آئے جب سکینہؑ نے دامن نہ چھوڑا تو حسینؑ نے کہا سکینہؑ سنو کہ جب تم پیدا نہیں ہوئی تھی تو ہم نے نمازِ شب پڑھ کر اپنے معبود سے دعا کی تھی کہ پروردگار ایک ایسی بیٹی عطا کر جس سے میں بہت محبت کروں اور وہ مجھے بہت چاہے اور معبود جب تو اس بیٹی کے ذریعے میرا امتحان لینا چاہے، میں اس سے جُدا ہو کر کے تیری بارگاہ میں امتحان دوں، سکینہ تم میری دعا ہو تم میرے امتحان کی منزل ہو بے اختیار کہا بابا اگر تھوڑا سا پانی مل جاتا تو سکینہ کی پیاس بجھ جاتی، گود میں لئے ہوئے پشت خیمہ پر آئے اور ایک بار زمین پر ٹھوکر ماری چشمہ اُبلا کہا سکینہؑ کتنا پانی پینا ہے بیٹی چشمہ سامنے ہے جاؤ پانی پی لو، سکینہؑ کبھی پانی کو دیکھتی تھی کبھی بابا کے چہرہ کو دیکھتی، ایک بار کہا سکینہؑ پانی پینے سے منع نہیں کرتا، مگر ایک بار پانی پینے سے پہلے سوچ لو محشر کے روز نانا کی اُمت بخشوانا چاہتی ہو، یا یہ پانی پینا چاہتی ہو۔ بے اختیار کہا مجھے پانی نہیں چاہئے چشمہ نگاہوں سے دُور ہو گیا۔ سکینہؑ کو لے کر پھر در خیمہ پر آئے کہا جاؤ سکینہؑ تم سینے پر سوتی تھیں رات کو تمہیں نیند نہیں آتی تھی، لیکن آج سے سکینہؑ ماں کے سینے پر سونا، پھوپھی کے سینے پہ سونا، ایک بار سکینہؑ کو زینبؑ کے حوالے کیا اور چاہتے تھے کہ گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ گھوڑے کے قریب آئے، دائیں جانب دیکھا، بائیں جانب دیکھا، جب گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو ایک طرف سے علی اکبرؑ بڑھتے تھے ایک طرف سے عباسؑ بڑھتے تھے۔ کوئی نہ تھا تو بے اختیار کہا، کہاں ہو میرے شیرو کہاں ہو میرے جوانو! حسینؑ گھوڑے پر سوار ہو رہا ہے، کوئی نظر نہیں آتا، تم سب کہاں ہو، میرے دلیرو! یہ سننا تھا کہ خیمہ کا پردہ اُلٹ کر علیؑ کی بیٹی باہر آئی، کہا آج بہن سوار کرے گی، بہن نے رکاب کو تھام لیا، بہن دیکھتی رہی بھائی میدانِ جنگ

کی جانب گیا، جاتے ہی حسینؑ نے خطبہ دیا، خطبے کے جواب میں تیر آئے، پتھر چلے، نیزے چلے، ابھی حجت تمام کر رہے تھے، ایک بار پہلو سے رونے کی آواز آئی جھک کر دیکھا تو بابا کی ذوالفقار رو رہی تھی، کہا کیا سبب ہے رونے کا، کہا شہزادے سب کی نصرت طلب کی، مجھ کو کب نکالو گے، کہا ذوالفقار تیری مدد کا وقت بھی آ گیا، دھوپ بہت تیز تھی، اتنی تیز تھی دھوپ کہ حسینؑ آفتاب کے چتر کے نیچے کھڑے تھے ادھر ذوالفقار نے نصرت کے لئے فرمائش کی حسینؑ سے اُدھر وہ ملک جو کبھی جھولا جھلانے آتا تھا، کبھی چکی پیسنے آتا تھا، جو کبھی لباس لے کر آتا تھا، ایک بار اس نے کہا معبود کیا میں اپنے شہزادے کی مدد نصرت نہیں کروں گا؟ جاؤ! جبریل اگر چاہتے ہو تو جاؤ آج میرے نفسِ مُطمئِنّہ کی نصرت کرو جبریلؑ چلے کہ معبود بس اتنی نصرت کہ میں نے جھولا جھلایا ہے، میں نے چکی پیسی ہے میں نے دیکھا ہے زہراؑ کو کہ گریبان کا تکمہ اگر سخت ہو گیا ہے تو زہراؑ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے کبھی حسینؑ کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکیں، حسینؑ کو میں نے گود میں پالا ہے اس سورج کی روشنی میں میرا آقا اکیلا ہے، کیا چاہتے ہو تو جبریلؑ نے کہا اتنا اذن دے دے کہ میں حسینؑ پر سایہ کر لوں، ہماری طرف سے اذن ہے، آفتاب کے آگے آ کر اپنے پروں کو پھیلا دیا، دھوپ بہت تیز تھی ایک بار حسینؑ نے سایہ محسوس کیا، گھوڑے پر بیٹھے ہوئے تھے آفتاب کی جانب چہرہ اُٹھایا اب جو دیکھا ملکِ مُقرب نے سایہ کر لیا ہے، کہا جبریلؑ کیا بات ہے، کہا شہزادے مجھ سے نہیں دیکھا جاتا، میں نے جھولا جھلایا ہے، ایک بار کہا جبریلؑ ہٹ جاؤ، یہ وقت امتحان کا ہے۔ یہ تم بھول گئے محضر تو لے کر تم ہی آئے تھے، نانا کے پاس محضرِ شہادت تم لائے تھے نا، میرے معبود کے امتحان اور منزل تسلیمِ صبر و رضا کے درمیان حائل نہ ہو، جبریلؑ نے پروں

کو سمیٹ لیا دُور ہٹ گئے، مگر دل نہیں مانا، آ کر حسینؑ کے گھوڑے کی رکاب کو تھام لیا لجامِ فرس کو تھامے ہوئے آگے آگے چلے سواری آگے بڑھ رہی تھی کہ ایک بار تیز ہوا چلی اب جو مڑ کر حسینؑ نے دیکھا تو سلام کی آواز آئی کہا کون ہے ذرا میرے قریب آ ؤ، آنے والا قریب آیا اور قریب آیا اوراس نے آواز دی کہ مجھ کو پہچانا کہا ہاں میری بینائی علی اکبرؑ لے گئے مگر اس مصیبت کے وقت بھی ہم تجھے پہچانتے ہیں، بابا کے دربار میں تیرا آنا مجھے یاد ہے میں تجھے جانتا ہوں کہ تو جنوں کا سردار ہے، کیسے آنا ہوا کہا آقا بہت دیر ہوگئی کہ میں اس دربار میں نہ آسکا زعفر جن کہتا ہے کہ جب میں کربلا کے میدان میں آیا تو میں نے عجیب منظر دیکھا دور دور لاشے بکھرے پڑے تھے لیکن یہ منظر بھی دیکھا کہ حسینؑ گھوڑے پر سوار تھے، لجامِ فرس جبرئیلؑ تھامے ہوئے ایک پہلو میں حسنؑ کھڑے تھے ایک پہلو میں جعفرؑ و حمزہؑ کھڑے تھے، آگے رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ ہاتھ میں دو شیشے لئے ہوئے چل رہے تھے، حسینؑ کے زخم سے جب خون کا کوئی قطرہ گرتا تھا تو نانا لہو کے قطرے کو زمین پر گرنے نہیں دیتا تھا، شیشے میں محفوظ کر لیتا تھا۔ زعفر کہتا ہے کہ ایک بار صحرا میں مَیں نے دور تک مڑ کر دیکھا کہ ایک طرف آدم صفی اللہ ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے ہیں، ایک طرف میں نے دیکھا نوحؑ نبی اللہ کھڑے ہیں ایک طرف میں نے دیکھا ابراہیمؑ خلیل اللہ سر کو جھکائے ہوئے اسماعیلؑ ذبیح اللہ کو پہلو میں لئے کھڑے ہوئے تھے ایک طرف موسیٰؑ کلیم اللہ، عیسیٰؑ روح اللہ کھڑے ہوئے تھے۔ ایک جانب باادب اصحابِ کہف کھڑے ہوئے تھے یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا گیا اور میں نے آواز دی اے میرے سردار! میرے امیر کے بیٹے! مجھے اذنِ جہاد دے دو۔ کہا زعفر ہم تمہیں اذن جہاد کیسے دیدیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم انہیں دھوکے سے مارو تم انہیں

دیکھ سکتے ہو یہ تمہیں نہیں دیکھ سکتے، یہ میرے نانا کی اُمت ہیں، یہ میرے نانا کے کلمہ گو ہیں، ہٹ جاؤ، ہمارے امتحان میں تم حائل نہ ہو، میں نے کہا آقا بدر کی لڑائی میں ملک آئے تھے لڑنے حُنین کی لڑائی میں ملک آئے تھے لڑنے، کہا کیا مجھے اذن نہیں مل سکتا ہے، کہا وہ نانا کا دور تھا وہ اسلام کا عروج تھا، آج ہم امتحان دے رہے ہیں۔ زعفر کہتے ہیں جب مجھے مجبور کر کے پیچھے ہٹا دیا تو میں نے ہاتھ باندھ کر کہا کہ آقا بس اتنی گزارش قبول کیجئے کہ سامنے فرات ہے اگر حکم کیجئے تو تھوڑا سا پانی لاؤں آپ کو پانی پلا دوں، آپ بات نہیں کر پاتے، آپ کے ہونٹ بہت خشک ہیں، یہ سُننا تھا کہ بے اختیار کہا آ زعفر ذرا میرے ساتھ چل، زعفر کے ہاتھ کو تھام لیا، زعفر کہتا ہے میرے ہاتھ کو تھام کر ایک مقام پر آئے۔ ایک ننھی سی قبر تھی، وہاں رُک گئے کہا زعفر معلوم ہے یہ کس کی قبر ہے؟ کہا مجھے دیر ہوگئی مجھے نہیں معلوم کہا یہ میرے ششماہے علی اصغرؑ کی قبر ہے۔ زعفر یہ بہت پیاسے تھے، ان کی ماں کا دودھ خشک ہوگیا تو ہم پانی پلانے لائے مگر ان کی پیاس نہ بجھ سکی، اب بتاؤ زعفر جس کا ششماہا پیاسا چلا گیا، بتاؤ اب وہ پانی پی کر کیا کرے؟ زعفر کہتا ہے ہاتھ تھامے ایک خشک کھجور کے پاس لائے، وہاں ایک گلفام کا لاشہ پڑا ہوا تھا، اس کی زلفیں ہوا کے ساتھ اُڑتیں اور کربلا کی گرد اس کی زلفوں میں چمکتی، میں نے بے اختیار کہا آقا یہ کون ہے یہ تو رسولؐ کی شبیہ ہے۔ کہا ہاں ہاں یہ میری جانِ جاں علی اکبرؑ ہیں۔ پہچانو یہ میرے اٹھارہ سال والے علی اکبرؑ ہیں، یہ لیلیٰؑ کی مرادوں والے ہیں، یہ زینبؑ کی گود کے پالے ہیں، زعفر یہ میدان جنگ سے آئے تھے اور کہا تھا بابا ایک جام آب کی سبیل ہوسکتی ہے بابا، فرات سامنے تھی اور باپ بیٹے کو پانی نہ پلا سکا۔ جس کا اٹھارہ سال والا پیاسا مرگیا وہ اب پانی پی کر کیا کرے گا؟ میں

خاموش تھا، میں کچھ نہ بول سکا، میں اپنے لشکر کو لیے ہوئے ہاتھ باندھے خاموش تھا، ایک بار حسینؑ اسی مقام پر واپس آئے جہاں سے چلے تھے۔ گھوڑے کو روک دیا اور آواز دی اے مَلَکِ مقرب۔ تمام انبیاء سے کہو کہ جنتوں کو واپس جائیں، آدمؑ سر جھکائے واپس چلے نوحؑ واپس چلے، ابراہیمؑ واپس چلے، موسیٰؑ و عیسیٰؑ واپس چلے، سلیمانؑ و داوٗدؑ واپس چلے، سب سر کو جھکا کر واپس چلے، اصحاب کہف بھی واپس چلے، مڑ کر کہا زعفر! اب تو بھی جا، لشکر کو بھی لے جا ایک بات یاد رکھنا جب ٹھنڈا پانی پینا تو زعفر حسینؑ کی پیاس کو یاد کر لینا اور اپنی قوم سے بھی کہہ دینا آپ روئیں گے اور منزل قریب ہے، تقریر خاتمہ پر پہنچ رہی ہے، زعفر کہتے ہیں اب یہ روایت جو شاید آپ کے لئے نئی ہو، حیران نہ ہوں آج سے پانچ سو سال پہلے امام رضاؑ کے دربار میں جب کوئی کتاب لکھتا تو ایک نسخہ اس کا ضریح میں ڈال دیتا۔ آج سے پانچ سو برس پہلے جب ضریح کو کھولا گیا تو ایک نسخہ نکلا اور اس میں یہ روایت درج تھی۔ علماء سے جب پوچھا گیا تو علماء نے اس روایت کو مستند بتایا اور شیخ صدوقؒ نے یہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ جن و انس کا امام اور اگر اس کا تسلط جنوں پر نہیں ہے تو وہ امام نہیں ہے۔ اگر زعفر نہ آتے تو تاریخ کیسے بتاتی کہ حسینؑ جنوں کے بھی امام تھے۔ زعفر نے آ کر یہ بتایا اس لئے علماء نے کہا کہ اس روایت پر یقین کرنا ضروری ہے تمام ایران اور عراق کے علماء اس روایت پر یقین رکھتے ہیں۔ زعفر کہتے ہیں کہ میں نے ہاتھوں کو جوڑ کر ہمت کر کے کہا کہ یہ تو آخری دربار ہے امامت کا انبیاء کو کیوں واپس کر دیا، اولیاء کو کیوں واپس کر دیا، اصحاب کہف کیوں واپس گئے، مجھے کیوں واپس کر رہے ہیں؟ سب کو ٹھہرائے رکھتے، یہ جملہ آپ سنیں گے اور جب کبھی یاد آئے گا بہت روئیں گے کہا زعفر اب یہاں کوئی نہیں ٹھہر سکتا، اب یہاں کوئی نبیؑ

نہیں ٹھہر سکتا، کوئی ولی نہیں ٹھہر سکتا، اصحاب کہف نہیں ٹھہر سکتے ،نہ تو ٹھہر سکتا ہے، کچھ دیر میں اماں کی سواری آنے والی ہے۔ میری ماں اس عالم میں آئے گی، سب نامحرم ہیں، میری ماں پر نظر جائے گی، زعفر واپس جا اب میری ماں رہے گی اور میں رہوں گا، اب فاطمہؑ رہیں گی اور میں رہوں گا، میری ماں کی عماری آنے والی ہے، زعفر کہتا ہے کہ میں شہزادی کونینؑ کا نام سُن کر سر کو جھکائے ہوئے واپس چلا، لشکر کو ساتھ لے کر چلا اور اس طرح چلا جیسے کوئی لشکر اپنے بادشاہ کو دفن کر کے قبرستان سے واپس آتا ہے۔ سر کو جھکائے واپس آیا، گھر پہنچا تو میں نے غلاموں کو حکم دیا کہ یہ شاہی تخت ہٹایا جائے، یہ تاج ہٹایا جائے محل کی شاہی چیزیں اُٹھائی جائیں، اب یہاں صف عزا بچھائی جائے، آج سے ہم کالی کفنی پہن کر اپنے آقا کا ماتم کریں گے، زعفر کہتے ہیں کہ ماتم شروع ہوا میری قوم کے تمام جوان ماتم میں مصروف تھے، زمین ہلنے لگی، ایک بار عصمت سرا سے آواز آئی اور کسی کنیز نے کہا سردار ماں بلا رہی ہے، میں دَر پہ پہنچا تو میری ماں نے پوچھا آج تو تیری تاج پوشی کا جشن تھا یہ ماتم کیسا؟ تو میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا مادر گرامی، جن کے صدقے میں یہ تاج ملا تھا ،جن کے صدقے میں یہ حکومت ملی تھی ان کا گھر کربلا میں تاراج ہوگیا۔ اماں ان کا بھرا گھر کربلا میں اُجڑ گیا، میں کربلا سے آرہا ہوں۔ زعفر کہتے ہیں کہ ایک بار میری ماں نے کہا زعفر میری بی بیؑ کا گھر تاراج ہوگیا، میری بی بیؑ کا گھر اُجڑ گیا اور تو کربلا سے چلا آیا، پیٹھ پھیر کر جا تو نے علیؑ کے بیٹے کی مدد نہیں کی جا واپس جا ورنہ ماں تجھے دودھ نہیں بخشے گی، تقریر تمام ہوگئی۔ زعفر کہتا ہے کہ میں اپنے لشکر کو لے کر واپس چلا یہ سوچا کہ سب واپس آگئے میں پہلے نجف میں علیؑ کو سلام کروں اور اپنے آقا سے پوچھوں کہ کیا ہوا لیکن جب میں نجف پہنچا روز سلام کرتا تھا سلام کا جواب

ملتا تھا، جب سلام کیا اور سلام کا جواب نہ ملا تو میں سمجھ گیا کہ میرا آقا کربلا سے واپس نہیں آیا، میں تیزی سے اپنے لشکر کے ساتھ فضاؤں پر رواں تھا، کچھ دور میں پہنچا تھا کہ میں نے دیکھا صحرا کی پہاڑیاں آپس میں ٹکرانے لگیں زمین پر زلزلہ ہوا، میں نے دیکھا کہ سمندروں کا پانی نیزوں اُچھلنے لگا۔ ایک بار اندھیرا چھا گیا، آفتاب میں گہن لگ گیا۔اس آندھی میں، اس طوفان میں، عراق کی جانب بڑھ رہا تھا کربلا کے صحرا میں پہنچا۔ مجھے کچھ نظر نہ آیا سوائے لہو کی بارش کے سوائے طوفان کے زمین ہلتی ہوئی نظر آئی میں نے ایک بار کہا میرے مولا علیؑ جہاں ہو میری آواز پر آواز دیں تاکہ میں آپ کی جانب آؤں۔ یہ تقریر کے آخری جملے ہیں جتنا رو سکتے ہو رو لو، یہ عشرے کا آخری دن ہے، یہ عاشور پھر ایک سال کے بعد آئے گا۔ زعفر کہتے ہیں زعفر کہتے ہیں میں نے آواز دی کہ مولا آواز دو تاکہ میں آپ کے پاس آؤں۔ میں اس اندھیرے میں بڑھتا جا رہا تھا کہ ایک نشیب سے آواز آئی زعفر میرے قریب آ، زعفر میرے پاس آ، زعفر کہتا ہے کہ میں قریب پہنچا میں نے آواز محسوس کی میں نے اپنے مولاؑ کو دیکھا کہ چہرے سے لہو کے قطرے ٹپک رہے تھے، خون میں تر تھے کہ میں نے پوچھا آقا یہ کیا ہے۔علیؑ نے فرمایا، زعفر اُمت نے حسینؑ کو ذبح کر دیا۔ یہ میرے چہرے پر حسینؑ کا لہو ہے۔

❀❀❀

دسویں مجلس

نذرِ حضرت زینبؑ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ وآل محمدؐ کے لئے

کل عشرہ تمام ہوا اور اس کے بعد آج گیارہ محرّم کو جدّہ میں یہ مجلس ہے۔ کراچی میں لوگ گواہ ہیں کراچی کے مجمعے کا تو آپ کو علم ہے ہم عشرہ کی دسویں تقریر اوپن کر دیتے ہیں، ہم کہہ دیتے ہیں کہ پوچھئے جو کچھ پوچھنا ہے، یہ باب مدینۂ علم کا صدقہ ہے، اس منبر کا اثر ہے، مگر یہ ضرور عرض کریں گے کہ سوال ذہانت کے ساتھ ہو بے وقوفی کے سوال نہیں۔ مثال کے طور پہ کراچی میں بہت سے سوال آتے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں، جب مولاؑ نے سوالات کے جوابات دیئے اور پہلی بار بنیاد رکھی مولاؑ نے منبر پر بیٹھ کر کہ پوچھو ظاہر ہے اس منزل پر کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا اور مولا نے یہ کہا تھا پوچھو اور قیامت تک پوچھو اور کوئی دنیا کا انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہم تو صرف ایک سبجیکٹ (Subject) کی بات کر رہے ہیں، ایک محدود بات کر رہے ہیں، ہم جتنا جانتے ہیں اتنا ہی بتا سکتے ہیں یہ اُس مولاؑ کے سلونی کا اثر ہے کہ یہ کہا تھا کہ جو چاہو پوچھو اس سے پہلے کہ میں تم میں نہ رہوں، کچھ ایسے بھی بے وقوف بیٹھے تھے پوچھنے والے کہ بتایئے میرے سر پر کتنے بال ہیں بتایئے کہ اس کا کیا جواب ہے؟ مگر بے وقوف کے سوال کا بھی وہ جواب دیا کہ تاریخ میں یاد

گار ہے، وہ مولاؑ تھے کہا کہ اگر میں بتا بھی دوں کہ تیرے سر پر کتنے بال ہیں تو انہیں کیسے گنے گا تجھے یقین کیسے آئے گا کہ جو تعداد بتائی ہے وہ صحیح ہے (صلوٰۃ) پوچھنے والا معلوم ہے آپ کو کون تھا اس کا نام سعد ابن وقاص۔ کہا بس سعد اتنا بتا رہا ہوں کہ تیرے گھر میں جو تیرا بیٹا پرورش پا رہا ہے وہ میرے بیٹے کا قاتل ہے۔ پوچھنے والے ایسے بھی تھے کہ انہوں نے یہ بھی سوال کئے کہ آج سے پانچ ہزار برس پہلے یونان میں مشہور فلسفی سقراط نے بھرے مجمعے میں شاگردوں سے یہ سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ اگر آسمان سے قضا کے تیر چلیں اور چلانے والا خود خدا ہو اور ان کا رُخ بندوں کی طرف ہو تو بندے مدد کے لئے کس کو پکاریں؟ سوچا نہیں کسی بھی سوال کے جواب پر مولا نے سوچا نہیں فوراً جواب دیا کہ اس کی مثال اس نے یہ بھی کہا کہ پانچ ہزار سال گزر گئے کوئی بھی فلسفی اب تک جواب نہیں دے سکا۔ مولا علیؑ نے فرمایا اس کی مثال تمہارے گھر میں موجود ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ باپ یا ماں جب بچے کو غصہ میں طمانچہ مارتے ہیں تو بچہ کسی اور کی طرف مدد کے لئے نہیں جاتا باپ کے دامن سے لپٹ جاتا ہے اگر تیر چلانے والا خدا ہے تو رجوع کرو اُسی کی طرف، عجیب عجیب سوال کئے مولاؑ سے کئی لاکھ سوال پوچھے گئے تو اگر وہ سارے محفوظ ہوتے تو ایک علمی ذخیرہ ہوتا مسلمانوں کے پاس لیکن اگر مسلمانوں کو لڑنے سے فرصت ملتی تو سوال و جواب جمع کرتے۔ جو بچ گیا اس کی بنیادوں پر آج ملت جعفریہ کی وہ عظیم الشان عمارت موجود ہے۔ دنیا میں جتنے بھی اسلامی ہیں وہ علم کے معاملے پر ہمارے مقابل نہیں آتے جہاں بھی علم کا مسئلہ آتا ہے۔ خاص طور پر بچوں کو بتا دوں کہ اُردو ایم اے میں کتاب چلتی ہے کورس میں کراچی یونیورسٹی میں تین جلدیں آبِ کوثر، رودِ کوثر، موجِ کوثر اس کے مصنف شیخ اکرام ہیں، ماہرِ تعلیمات

ہیں، اس کی ایک جلد میں جہاں پر انہوں نے اسلامی علم پر لکھا ہے، آپ چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں کورس کی کتاب میں بھی اور سب کو پڑھنا پڑتی ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اسلام میں بہت سے فرقے ہیں، انہوں نے یہ یہ علوم دیئے اور اس پر کام کیا اور آخری سطر یہ لکھ دی ہے کہ لیکن اسلام میں واحد فرقہ شیعہ ہے جس کے پاس سب سے زیادہ علم ہے، اس لئے کہ جب بچہ ان کے یہاں پیدا ہوتا ہے تو پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں یہ ڈال دیتے ہیں کہ تمہارا پہلا امام وہ تھا جو شہر علم کا در تھا، اس طرح ان کے یہاں علم کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے اور ان کے یہاں ہر بچہ اتنا علم رکھتا ہے جتنا ہر فرقہ کا عالم رکھتا ہے۔ (صلوٰۃ) علم ہمارا ورثہ ہے اس لئے ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ سارے حقوق چھن جائیں جیسا کہ مولاؑ نے فرمایا کہ علم ایک ایسی دولت ہے کہ جو تم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ دولت چور لے جا سکتے ہیں، ڈاکو لے جا سکتے ہیں، آتی ہے اور جاتی ہے لیکن علم اگر آیا تو جاتا نہیں، دولت گھٹتی رہتی ہے جبکہ علم بڑھتا رہتا ہے۔ ہم نے اس چیز کو چن لیا دنیا کے خزانوں سے کہ علم ایسا خزانہ ہے جس پر قرآن کی بنیاد، جس پر رسالت کی بنیاد، جس پر امامت کی بنیاد، جس پر قیامت کی بنیاد یعنی توحید سے لے کر قیامت تک ہمارے پاس علم ہی علم ہے۔ ہم نے یہ سوچ کر یہ مجلسیں قائم کیں دنیا کے کسی مذہب کے پاس یہ دستور نہیں ہے دس دن پابندی کے ساتھ بیٹھ کر، سلیقہ شعاری کے ساتھ، سلجھے ہوئے ذہنوں کے ساتھ آئے، ہر روز آئے، ایک گھنٹہ سنے اور پھر وہ مہذب طریقے سے گھر کو جائے۔ دنیا کا کوئی انسان کر کے دکھا نہیں سکتا اور یہی نہیں کہ جہاں مرکز ہو وہاں مجلس کرے، جنگل ہو تو مجلس کرے، صحرا ہو تو مجلس کرے، پہاڑ پر ہو تو مجلس کرے، میں نے ایسے مقام پر مجلسیں پڑھیں جہاں پہاڑیوں پر دو مکان ہیں، وہاں

بھی محرم ہے پوری تاریخ کو آپ دیکھ ڈالیں تو ہماری تاریخ یہی ہے کہ اگر کمر باندھی ہے اور جنگ عظیم ہو رہی ہے، سوئیزر لینڈ میں فوجیں کھڑی ہوئی ہیں، عشرہ آیا اور ایک آدمی نے جا کر کہا جرنیل سے کہ مجھے چھٹی چاہئے، جنگ ہے حالات خراب ہیں، کہا کیوں؟ کہا اس لئے کہ کل دس محرّم ہے، ہم اپنے خیمہ میں بیٹھ کر ذکر کریں گے اپنے لیڈر کا، اپنے رہنما کا، کہا ہم تمہیں چھٹی دے سکتے ہیں ایک شرط پر، اب دیکھیں عیسائی ہے سوئیزر لینڈ کا رہنے والا ہے، جو فوج کی کمانڈ کر رہا ہے اس نے کہا کہ اگر تم یہ بتاؤ کہ اسلام میں سب سے بہادر انسان کون گزرا ہے؟ یہ بتاؤ ہم تمہیں چھٹی دے دیں گے۔ اس نے کہا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے اسلام میں سب سے بہادر انسان علیؑ تھا۔ اس نے کہا پھر تم نے کیا علم حاصل کیا؟ دیکھیے ہم جس طرح مطالعہ کرتے ہیں وہ اور ہے اور غیر مذہب کا جب ہمارا مطالعہ کرے گا اس کا انداز کچھ اور ہوگا، صرف یہ بتانا ہے تو اس نے کہا نہیں دوسرا انسان ہے یہ سننا تھا کہ اُس آدمی کو غصہ آ گیا اور وہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی ایسا نام لے گا جسے سن کر میں غصہ میں کانپوں گا اور اگر اس نے کوئی غلط نام لیا تو پھر جھگڑا ہوگا۔ اِس نے کہا سنو اسلام میں ایک ایسا شخص ہے بہادر انسان جس سے بڑھ کر کوئی اور نہیں گزرا وہ علیؑ کا بیٹا عباسؑ ہے، اُس نے کہا وجہ بتاؤ؟ کہا ہم نے جہاں تک تمہاری کتابیں پڑھی ہیں، ہم نے یہ اندازہ کیا کہ علیؑ نے کوئی جنگ تین دن کی بھوک اور پیاس میں نہیں لڑی لیکن علیؑ کے بیٹے عباسؑ نے تین دن کی بھوک اور پیاس کے باوجود کئی ہزار کے لشکر کی دیوار کو توڑ کر فرات پر اپنے آپ کو پہنچایا۔ ممکن ہے سمجھا ہو آپ نے، ہاشم رضا صاحب اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں کہ اُنیس سو بتیس میں جب تصور نہیں کر سکتے تھے لندن جیسے مقام پر چند دوست بیٹھے ہوئے تھے اچانک محرّم کا چاند نظر آ گیا

ہم فرش عزا بچھا کر بیٹھ گئے، جس کو جو اشعار یاد تھے وہ پڑھتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا یہ پہلی مجلس ہے جو اُنیس سو بتیس میں ہوئی لندن میں اور آج آپ جا کر دیکھیں تو آٹھ امام بارگاہیں ہیں اس کے علاوہ مسجدیں ہیں اور مرکز ہیں اور اب تو جلوس بھی نکلنے لگا، ماتم بھی ہوتا ہے، سب کچھ ہوتا ہے اور جہاں یہ قدم پہنچے ذکر آلِ محمدؐ لے کر اُٹھے یہی تو کام تھا کہ جس کو حوالے کیا تھا محمدؐ نے علیؑ کے اور اب بتایئے کہ پیغام کس کا کہاں تک پہنچا...... صلوٰۃ۔ آپ قابل مبارک باد ہیں کہ ان پابندیوں میں سعودی عرب جیسے مُلک میں آپ اس عزا کو باقی رکھے ہوئے ہیں ظاہر ہے حفاظت آپ کی ہوتی ہے ان کی طرف سے، جو نیک کام کرے گا اور جتنی عقیدت مندی سے کام کہ جس میں ریا نہ ہو جیسا کہ میں نے کہا کہ بچے اور جوان ہمارے زیادہ مستحق ہیں تو اس لئے کہا کہ ہم مبالغہ نہیں کرتے ترمذی شریف میں حضورؐ سے ایک حدیث ہے اچانک اصحاب کو مخاطب کیا کہا سنو کیا یہ تم چاہتے ہو کہ مرنے کے بعد تمہارا نام زندہ رہ جائے؟ کہا بتایئے حضورؐ نے کہا تین کام ایسے ہیں کہ اگر انسان فانی زندگی میں کر جائے تو اس کا نام بھی رہ جاتا ہے اور اس کا ثواب قیامت تک اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے، اس کے ثواب کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، اس کا ثواب بڑھتا رہتا ہے تو اصحاب نے کہا حضورؐ بتایئے وہ کیا بات ہے؟ کہا پہلی بات یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں کوئی کتاب لکھ جائے، ایسی کتاب جس کا معاشرے پر اخلاقی اثر ہو، مذہبی کتاب جب تک پڑھی جاتی رہے گی نسل بعد نسل اس کا ثواب تمہارے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا اب فرمایا دوسری بات اگر یہ نہ ہو سکے تو رفاہی کام کر جاؤ، سبیل لگا دو یا تیسری بات کہ کوئی ایسی کمیٹی بنا دو جو برقرار رہے جس کے اثرات معاشرے پر اچھے پڑتے رہیں، تو تمہارا نام زندہ رہے گا اور اس کا

ثواب تمہارے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔ یہ نہ کر سکو تو اپنی اولاد کو صالح بناؤ صحیح دین پر چلاؤ، اگر تم نے اپنی اولاد کو صحیح بنا دیا تو اس کا ثواب قیامت تک باقی رہے گا اور تمہارا نام بھی باقی رہے گا، اب بتایئے کتنا آسان نسخہ بتایا ہے ہمارے رسولؐ نے زندہ رہنے کا بعدِ موت تو ہم کیا کر رہے ہیں؟ اگر کتاب لکھنا مشکل، رفاہی کام کرنا مشکل تو اپنی اولاد کو اپنا جیسا بنائے اور محمدؐ و آل محمدؐ کی تعلیم پر ان کی تربیت کرے کہ نام بھی رہ جائے اور ثواب قیامت تک لکھا جائے، آپ پوچھیں گے کہ محمدؐ نے کہہ تو دیا، کر کے بھی دکھایا تو تینوں پر عمل کر کے دکھایا قرآن جیسی آسمانی کتاب دے کر جا رہے ہیں، اسلام جیسی اُمت دے کر جا رہے ہیں اور حسنؑ وحسینؑ جیسے بیٹے دے کر جا رہے ہیں، اولاد بھی کتاب بھی اور رفاہی کام میں پوری اُمت دے کر جا رہے ہیں تیار کر کے جا رہے ہیں اور یہی علیؑ نے کیا نہج البلاغہ جیسی کتاب دے دی اور ایک ایسی نسل کی تعمیر کر دی جہاں جائے گی علمی معیار چھوڑ کر جائے گی اور اٹھارہ بیٹے چھوڑ کر جا رہے ہیں جس کے سر تاج ہیں۔ حسنؑ و حسینؑ، رسولؐ کے بیٹے ہیں ہم نے اپنے بیٹوں کو ایسا بنایا ہے کہ حسن وحسینؑ کے ساتھ کھڑے ہوں دیکھ لو محمد حنفیہؒ کو دیکھ لو، عباسؑ کو اور ان کے بھائیوں کو اور اب ہم اپنے عنوان پر پڑھیں گے چند لمحے عنوان پر اور آج کی تقریر نذرِ حضرت زینبؑ بنت علیؑ کے لئے (صلوٰۃ) ہمارا سلسلہ آپ کو یاد ہے کہ ہم نے قسمیں پیش کیں اور یہ عنوان ہمارے ذہن میں اس وقت آیا کہ جب ہم حج کے لئے آئے تو اس میں یہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد قسم نہ کھائیں اور اگر بھولے سے بھی سچی بھی قسم کھائیں گے تو کفارہ دینا ہوگا؟ میرے دل میں آیا کہ ستاسی قسموں والے سورے اگر احرام میں پڑھیں تو کیا؟ تو یہ عنوان میرے ذہن میں آ گیا اسی طرح جیسے

روزہ میں شعر پڑھنا حرام ہے، فتویٰ ہے لیکن نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ نے شعر بھی خطبوں میں پیش کیے، روزہ میں نہج البلاغہ سے خطبہ پڑھ رہے ہیں، اس میں شعر آ گیا تو پڑھیں یا نہ پڑھیں تو پھر علماء کو اجازت دینا پڑی کہ آلِ محمدؐ کی مدح میں جو شعر ہو وہ پڑھ سکتے ہیں۔ (صلوٰۃ) اب جو قسمیں ہم نے پیش کیں ان میں جو قسمیں رہ گئیں ان کا ہم نے ذکر کیا تھا مگر تبصرہ نہیں کیا تھا اور وہ ہیں تیسویں پارے کی قسمیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ○ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ○ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ○ فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا ○ فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًا ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ ○ وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیْدٌ ○ وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ○ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ○ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ○ اِنَّ رَبَّہُمْ بِہِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ ○ قسم ہے تیز دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی، قسم ہے ان کے سموں سے نکلتی ہوئی چنگاریوں کی، ان کے پیروں کی اُڑتی ہوئی گرد کی قسم، ان کے گرتے ہوئے جھاگ کی قسم، ان کا صبح دم حملہ کرنا اور اس ارادہ کی قسم اتنی قسمیں کھا کر پھر ارشاد ہوا۔ لیکن یہ انسان اپنے رب کا بڑا سرکش ہے۔ غور کیا آپ نے کہاں یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ نبی کی قسم، قرآن کی قسم، گھوڑوں کی قسم، ان کے سموں کی قسم، پیروں سے اُٹھتی ہوئی گرد کی قسم اور اس کے گرتے ہوئے جھاگ کی قسم اور اس کے فوراً بعد کہا یہ انسان بڑا سرکش ہے اپنے خدا سے۔ یہ جانور سرکش نہیں خدا کے لئے، یہ انسان سرکش ہے یعنی جانور کی وفاداری اور انسان کی بے وفائی کو ایک ساتھ رکھ دیا۔ کہاں نبیؐ کی قسم کہاں گھوڑوں کی قسم، اے حبیبؐ آپ بھی قابل قسم، آپ کی سواری کا گھوڑا بھی قابل قسم، لیکن وہ عرب کا سرکش انسان جو یہ کہے کہ نبی کو ہذیان ہو گیا وہ سرکش انسان، ہم جانور کا

اتنا احترام کرتے ہیں مگر وہ سرکش انسان اسے ہم قرآن میں لکھ رہے ہیں کہ یہ جانور سے بھی بدتر ہے، یہ انسان دونوں کو ایک ساتھ بتایا اور بتایا کہ دیکھو ہم نے گھوڑوں کا احترام کیوں کیا؟ جو اپنے قرآن میں گھوڑوں کا اتنا احترام کرے کہ عبادت بنا دے آیت رکھ کر تو اگر اس جانور کی شبیہ ہم بنا دیں تو وہ کتنا قابل احترام ہوگا۔ اس سے ثابت ہے جانور کا احترام کرنا اور وہ بھی گھوڑے کا احترام کرنا کیوں کہ وہ رسولؐ اللہ کے گھوڑے ہیں۔ قرآن سے ثابت ہے جس پر آپ بیٹھ گئے آپ کی سواری کے گھوڑے ہیں، حضرت عبدالمطلبؑ بادشاہ یمن کے پاس پہنچے، اس سے ملاقات ہوئی اور جب آپ واپس ہونے لگے تو اس نے کہا اے سرتاجِ عرب ہم کچھ چیزیں آپ کو پیش کرنا چاہتے ہیں، اس نے سولہ گھوڑے کچھ یمنی چادریں نیزے اور کچھ تلواریں پیش کیں، یہ چیزیں اس لئے ہم دے رہے ہیں کہ ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ عرب میں ایک نبی آنے والا ہے اور جب وہ نبی آ جائے تو اس کی خدمت میں ہمارا سلام کہہ دینا۔ آپ مسکرائے اور کہا اے شاہِ یمن وہ آ چکا ہے اور وہ ہماری گود میں پرورش پا رہا ہے، وہ ہمارا پوتا ہے، وہ آٹھ سال کا ہو چکا ہے۔ یہ سن کر خوش ہو گیا کہا گر جیئے تو اس کی خدمت میں آ کر کلمہ پڑھیں گے، ہم نے کلمہ پڑھ لیا، یہ چیزیں پیش کر دینا اور تاریخ گواہ ہے کہ جو سولہ گھوڑے یمن سے آئے تھے وہ عبدالمطلبؑ اور حضرت ابو طالبؑ، حضرت عبداللہؑ کے بعد وراثت میں حضرت محمد مصطفیٰؐ کے آئے اور جب تک زندہ رہے ان پر ایک بار بیٹھ گئے۔ ان گھوڑوں کی نہ کبھی آنکھوں کی روشنی گئی نہ وہ کبھی بوڑھے ہوئے اور ان کی نسل بڑھتی رہی اور ان کی عمر اتنی تھی کہ سن اکسٹھ ہجری تک حیات تھے وہ گھوڑے، جوان اور مضبوط اور جنگ میں لڑنے کے قابل تھے۔ ان میں سے چار

گھوڑے ایسے تھے کہ جن کا انتخاب حضورؐ نے کیا تھا ،ایک گھوڑے کا نام میمون، ایک گھوڑے کا نام عقاب،اور ایک گھوڑے کا نام تھا مرتجز اور ایک کا نام تھا ذوالجناح، عقاب کا رنگ سرخ تھا اور اس طرح میدان میں آتا تھا جیسے عقاب اپنے شکار پر آتا ہے میمون بڑا سیدھا گھوڑا تھا میدان جنگ میں تفصیل ابھی آگے عرض کروں گا، بعدِ رسولؐ کہا گیا کہ جو رسولؐ نے چھوڑا ہے یہ سب صدقہ ہے یعنی وارث نہیں ہے کوئی اس کا لیکن نبی کے لباس میں جتنی عبائیں خوَد، نیزے، گھوڑے، ناقے ان سب کے نام ہیں عباؤں کے بھی نام ہیں، گھوڑوں کے بھی نام ہیں، نیزوں کے بھی نام ہیں،ناقوں کے بھی نام ہیں،عرب کا کوئی انسان ان میں سے ایک چیز بھی نہ لے سکا، یہ ساری چیزیں علیؑ کو ملیں علیؑ سے حسنؑ کو ملیں اور حسنؑ سے حسینؑ کو ملیں اور ہمارے آخری امامؑ تک آئیں ہیں اور اگر وارث نہ ہوتا تو وراثت میں یہ علیؑ کیسے پاتے کسی عرب نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ایک تلوار ہمیں دے دو ایک نیزہ ہمیں دے دو،، عمامہ ہمیں دے دو، جان رہے تھے کہ یہ نہیں مانگ سکتے اس لئے کہ پورا عرب رسوا کرے گا کیونکہ اس کے حقدار یا علیؑ ہیں یا فاطمہؑ ہیں یا یہ دونوں بچے ہیں یہ سب وراثت میں علیؑ کو دے دو یا، سن اکسٹھ ہجری تک یہ سب حسینؑ کے پاس تھا تفصیل میں نہیں جانا ہے جب صبحِ عاشور آئی تو ایک مرتبہ قاسمؑ کو بلایا کہا بیٹے میمون تمہارے حوالے، علی اکبرؑ کو دیکھا کہا عقاب تمہارے لئے، صبح عاشور جب اسلحہ بٹنے لگا نیزے بٹنے لگے تلواریں بٹنے لگیں سواریاں بٹنے لگیں اس وقت سب سے پہلے یہ کام کیا اور عباسؑ کو بلایا سب سے بلند قامت گھوڑا مرتجز تھا کہا عباس یہ مرتجز تمہارے حوالے، ذوالجناح اپنے پاس رکھا صبح سے لے کر عصر تک ذوالجناح نے اتنا ساتھ دیا کہ خطبہ دینے جائیں تو یہ ساتھ جائے کسی شہید کے

لاشے پر جائیں تو یہ ساتھ جائے اور سب کے نام اور ان کی خصوصیات عقاب کے معنی سمجھ گئے آپ، میمون کے معنی سمجھ گئے آپ میمون کے معنی ہیں برکت کے قدم والا گھوڑا، مرتجز رجز سے ہے رجز وہ آواز جو بادلوں سے پیدا ہو، چمک اور بادل کی گرج اور جب میدان میں آتا تھا تو لگتا تھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا آرہا ہے، عقاب پروں کو پھیلائے ہوئے پرندہ یہ آپ نے صفت سن لی اور ذوالجناح کا کام یہ کہ سوار جہاں بھی جائے شکوہ نہ کرے کہ کہاں لے جا رہا ہے؟ بڑی بات یہ ہے کہ اگر سب تین دن کے پیاسے ہیں، تو جانور کی وفاداری کا یہ عالم کہ کسی بھی گھوڑے نے یہ اشارہ نہیں کیا کہ ہم پیاسے ہیں قدم نہیں بڑھائیں گے، اس لئے معبود نے قسم کھائی ہے تم نے ان کی وفا دیکھی، بعدِ پیغمبر عباسؓ بن عبدالمطلبؑ نے دعویٰ کیا کہ سارے لباس گھوڑے تلواریں، نیزے علیؑ میرے حوالے کرو میں محمدؐ کا وارث ہوں، میں چچا ہوں ٹھیک ہے سب کچھ لے لو چچا آؤ مسجد میں پورے مدینے میں شور ہو گیا کہ چچا اور بھتیجے میں لڑائی ہو گئی، وراثت کی لڑائی اس میں چچا اور بھتیجے ساتھ آئے تھے پوری تاریخ اسلام میں کہ چچا اور بھتیجے سامنے آئے اور اب فیصلہ ہونا تھا تو مسلمانوں کو معلوم ہونا تھا کہ یہ ٹکراؤ کیوں ہوا، دربار میں آئے کہ فیصلہ کرو کہ مالک ہم ہیں۔علیؑ نے کہا میرے لئے یہ کہا، عباس نے کہا میرے لئے یہ کہا، اِدھر سے آواز آئی کی یہ حدیث عباس ہم نے علیؑ کے لئے بارہا سنی ہے عباس کہ علیؑ وارث ہیں۔تمہارے لئے ہم نے کبھی محمدؐ کی زبان سے نہیں سنا جب یہ فیصلہ کر چکے تو اب چچا بولا کہ مان رہے ہو کہ وارث یہ ہے تو خلافت دے دو، اب معلوم ہوا کہ چچا اور بھتیجے کیوں لڑ رہے تھے یہی چچا اور بھتیجے چاہ رہے ہیں لیکن دنیا کو غلط فہمی ہو رہی ہے اس طرح کی جب چیزیں تاریخ میں آتی ہیں تو پڑھنے والا پریشان ہو جاتا

ہے ہم نے ان چیزوں کو دیکھ کر ایک ادارے کی بنیاد رکھی کراچی میں مرکز علوم اسلامیہ اور اس میں محنت کر کے ایک سو سترہ کتابیں لکھیں اس میں اُمِ سلمیٰؑ کی سوانح حیات، اُم البنینؑ کی سوانح حیات، فاطمہؑ بنت اسدؑ کی سوانح حیات، کربلا کے بہتر شہداء کی سوانح حیات اور آئمہ طاہرین کی سوانح حیات اور اس طرح لکھا ہے کہ بچوں کی سمجھ میں بھی آئے۔ ہم تو چلے جائیں گے اور ہمارے ادارے نے کیسٹ اور ویڈیو کیسٹ کا انتظام کیا ہے کہ اگر کوئی اس سے سمجھنا چاہے تو اس سے سمجھ لے انسٹیٹیوٹ (Institute) بھی قائم کیا، بچوں کو خطابت سکھانے کا جس میں کچھ خواتین بھی ہیں جو خطابت سیکھنے کے لئے آفر (offer) کر چکیں ہیں مختلف عمر کی۔

یہ غلط فہمیاں کہ واقعہ کربلا کے بعد کی تاریخ جب محمد حنفیہ نے کہا کہ امام میں ہوں اس وقت سیّدالساجدینؑ نے کہا امام میں ہوں، چچا نے کہا بھتیجے امام میں ہوں، حج کا زمانہ تھا کہا چلئے حج میں فیصلہ ہو جائے گا، آئے حجر اَسود کے سامنے اور کہا چچا حجر اسود سے کہیئے کہ آپ کی امامت پر گواہی دے۔ محمد حنفیہؒ نے دو رکعت نماز پڑھی کہا اے حجرِ اسود میری امامت پر گواہی دے، پتھر خاموش رہا۔ دو رکعت نماز سیّد الساجدینؑ نے پڑھی ایک بار پتھر سے کہا کہ میری امامت کی گواہی دے، پتھر نے کہا حسینؑ کے بعد امام آپ ہیں۔ یہ موقع تھا کہ ہر علاقہ کا مسلمان موجود تھا کہ واپس جائے تو اسے معلوم ہو کہ اب امام کون ہے، مدینہ میں فیصلہ ہو جاتا مگر محمد حنفیہؒ جان رہے تھے کہ اب غدیر کا واقعہ نہیں ہو سکتا۔ حج میں جا کر ہم اپنے بھتیجے کی امامت کا اعلان کر رہے ہیں اس لئے مقابل آئے تھے۔ بڑھتے بڑھتے چچا اور بھتیجے میں یہ بات پہنچی امام علی نقیؑ کے بیٹے جن کا نام جعفرؑ ہے جن کی اولاد میں تمام نقوی سادات ہیں تاریخ میں لکھ دیا گیا کہ انہوں نے امامت کا دعویٰ کر دیا تھا، بارہویں

امامؑ کے مقابلے میں امام حسن عسکریؑ کی شہادت ہوئی تو جنازے کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے کہ جنازے کی نماز میں پڑھاؤں گا، پردہ ہٹا پانچ سال کا بچہ باہر آیا کہا چچا نماز میں پڑھاؤں گا، اگر بچہ آتا نماز پڑھا کر چلا جاتا تو سامنے والوں کو کیا معلوم ہوتا کہ بچہ کون ہے، چچا آیا امامت کا دعویٰ کیا اور بھتیجا آئے ہٹائے اور بتائے چچا کہ یہ بچہ امام ہے اور تاریخ میں چچا اور بھتیجے سامنے آتے رہے کبھی ابوطالبؑ اور محمدؐ کی صورت میں۔ (صلوٰۃ)

علیؑ نے عباس بن عبدالمطلبؓ سے کہا چچا فیصلہ ہو جائے تو آیئے چچا مسجد میں آیئے مسجد نبویؐ بھر گئی کہا یہ عمامہ یہ عبا یہ ہے لباس یہ ہے ذوالفقار لے جائیں یہ سب۔ آپ نے اس لئے دعویٰ کیا تھا کہ پورا مدینہ دیکھ لے کہ یہ وارثت کس کے لئے ہے، کس کو ملے گی؟ لباس پہنئے، تلوار لگایئے اور چلے جایئے اور وہ صحن میں ذوالجناح موجود ہے، گھوڑا لیجئے عباس بن عبدالمطلبؓ نے لباس پہنا، بیٹھے بیٹھے عمامہ پہنا تو گردن تک آ گیا، زرہ پہنی اُٹھ نہ سکے لباس پہن کر، یہ ہے عصمت کے لباس کا اثر، کہا لباس اُتار دیجئے، کہا تلوار کے دستے کو پکڑیں ذوالفقار لے جایئے جب ذوالفقار کو اُٹھانا چاہا تو منوں وزن کی ہوگئی، اُٹھا نہ سکے کہا چچا یہ سب تو آپ کو نہ مل سکا جایئے گھوڑے پر سوار ہو جایئے، قریب گئے وہ بے ادبی کی کہ سوار نہ ہو سکے، کہا دیکھئے چچا یہ کہہ کر علیؑ نے لباس پہنا پورا اترا، تلوار لگائی ذوالجناح کے پاس گئے سوار ہوئے کاوادے کر مسجد نبویؐ میں کچھ دیر کے بعد واپس آئے اور آٹھ سال کے حسنؑ سے کہا کہ بیٹا یہ لباس پہنو تو علیؑ کے جسم پر جو لباس ٹھیک تھا، اب وہ حسنؑ کے جسم پر بھی ٹھیک تھا، حسنؑ کے تلوار سجائی کہا بیٹا گھوڑے پر سوار ہو جاؤ، بیٹا گھوڑے پر سوار ہو گیا گھوڑے کو کاوا دیا واپس آیا لباس اتار دیا اب علیؑ نے حسینؑ کو آواز دی سات سال کے حسینؑ آگے بڑھے لباس پہنا ذوالفقار لگائی اب ذوالجناح

کی طرف بڑھے، ذوالجناح نے جیسے ہی دیکھا کہ حسینؑ آ رہے ہیں اپنے گھٹنوں کو ٹیک دیا اور بیٹھ گیا۔ جب گھوڑا بیٹھ گیا تو حسینؑ سوار ہوئے اس نے دیکھا تھا کہ یہ بچے وہ ہیں جو ہمارے سوار کے دوش پر رہتے تھے، بچوں کو پہچانتا تھا۔ آج کی تقریر بار بار مصائب آئیں گے رسولؐ کی وفات ہوگئی، علیؑ کی وفات چالیس ہجری میں ہو گئی، گھوڑے مؤدب اس گھر کے خدمت گزار ہیں۔ اٹھائیس رجب کو مدینہ چھوڑا آٹھ ذی الحج کو مکہ چھوڑا، دو محرم کو کربلا پہنچے ساری راہ بڑے آرام سے اسی ذوالجناح پر سفر کیا۔ کربلا کی زمین کو پہچان گیا، سمجھ گیا کہ سفر تمام ہوا۔ پھر شب عاشور آئی یہ گھوڑے پیاسے اور بھوکے رہے، شکوہ نہیں کیا، ان کی خدمات سفر میں ساتھ ساتھ، عرب کا قاعدہ ہے کہ تیر سے تلوار سے بچانے کے لئے منہ کو گردن کو پیشانی کو تو محفوظ کیا جا سکتا ہے لیکن پیروں کو محفوظ نہیں کیا جا سکتا، لوہے کا جال ہے یہ گھوڑے کا کمال ہے کہ وہ پیروں کو خود تیروں سے بچائے، وہ گھوڑے انتخاب کر کے لائے تھے کہ جو پورا دن ساتھ رہے۔ اللہ اکبر شکوہ نہ کیا، کمال یہ ہے کہ جائے عباسؑ کے ساتھ فرات پر پہنچے اور عباسؑ کہیں کہ لے ہم نے لجام چھوڑ دی ہے تو بھی بہت پیاسا ہے پی لے پانی، میں تو نہیں پیوں گا، سکینہؑ پیاسی ہے، مڑ کے عباسؑ کے چہرے کو دیکھا شاید زبان بے زبانی سے کہہ رہا ہو کہ سکینہؑ پیاسی ہے، میری شہزادی پیاسی ہے اور میں پانی پی لوں۔ تاریخ نے لکھا کہ گھوڑا فرات کے کنارے پیاسا نکلا، یہ عباسؑ کا گھوڑا ہے، اب علی اکبرؑ کا گھوڑا تاریخ نے لکھا اتنا بہادر بیٹا تھا حسینؑ کا عقاب تیز رفتار ہے۔ کمال یہ تھا کہ لشکر میں دھنستا جاتا تھا، قلبِ لشکر میں دھنس گیا، علی اکبرؑ کو لے کر، چاروں طرف سے حسینؑ کا بیٹا گھر گیا اور نیزہ لگ گیا تو عقاب نے ایسا کاوا دیا کہ لشکر چاروں طرف سے چھٹ گیا اور علی اکبرؑ کو لے کر اس محفوظ مقام پر آیا کہ جہاں پر حسینؑ پہنچ سکتے تھے لشکر سے لے کر واپس آیا یا نہیں

گھوڑے کی گردن میں ڈال دیں تھیں کہ سوار گرے نہ، یہ ہے عقاب اور اب حسینؑ کا گھوڑا ذوالجناح جب چلنے لگے رخصت آخر کے وقت تو گھوڑا آگے نہیں بڑھتا کہا اے اسپِ وفادار مجھے معلوم ہے کہ تو بھوکا ہے، تو پیاسا ہے، تھکا ہوا ہے لیکن یہ حسینؑ کی آخری سواری ہے بڑھتا کیوں نہیں تو اس نے ایک بار چہرے کو اُٹھا کر پیروں کی طرف اشارہ کیا، حسینؑ نے جھک کر دیکھا تو پیروں سے بچی لپٹی ہوئی ہے، سکینہؑ لپٹی ہوئی سکینہؑ کو گود میں لیا، سکینہؑ کو سمجھایا خیمہ میں واپس لائے۔ وقت نہیں ورنہ ہم پوری جنگ حسینؑ کی آپ کے سامنے پیش کرتے، ایک جھلک جنگ کی دکھا کر اسی پہ تقریر کو ختم کریں گے تاکہ وہ چیز ذہنوں میں محفوظ رہ جائے پوری جنگ نہیں پڑھنی ہے، ہمیں ایک گھنٹہ چاہئے صرف حسینؑ کی جنگ پڑھنے کے لئے، کراچی میں اکثر پڑھتے ہیں اور ایسی چیز ہے کہ اسے سننا چاہئے آپ کو ایک جھلک دکھائیں گے کہ حسینؑ کربلا میں کیسے لڑے؟ آپ اسے مستند پائیں گے۔ حسینؑ گئے میدان کربلا میں گئے تو سب سے پہلے خطبہ دیا اور جیسا کہ کل بیان کیا تھا کہ ذوالفقار روئی تو اسے کھینچا کبھی میمنہ پر گئے کبھی میسرہ پر گئے، قلبِ لشکر پر گئے، سات حملے ایسے کئے کہ لشکر کے سر کوفے کی دیواروں سے ٹکرانے لگے، کربلا سے کوفہ بارہ میل پورا میدان ایسا بھگایا پورے لشکر کو اور واپس آئے بے شمار زخم حسین کے جسم پر تھے میر انیسؒ نے کہا کہ جس وقت حسینؑ زخمی ہو کر گرے تو جناب فاطمہ نے یہ آواز دی۔

انیس سو ہیں زخم تنِ چاک چاک پر
زینبؑ نکل حسینؑ تڑپتا ہے خاک پر

حسینؑ چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہیں، تیروں پر تیر، نیزوں پر نیزے تلواروں پر تلواریں، نیزے کی انیاں، ذوالجناح نے ایک بار کاوا دیا اپنے آپ کو

اور سواروں کے قریب پہنچا، سواروں کو گھوڑوں سے گرانے لگا اور ایک طرف کا راستہ صاف کیا اور ایک بار جست کی، حسینؑ کو لئے ہوئے باہر آیا۔ اب آپ گھوڑے کی وفاداری یہاں سے دیکھیں۔ حسینؑ زخمی ہیں، ہر زخم سے لہو ٹپک رہا ہے تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں حسینؑ اور آپ کو لئے ہوئے علی اکبرؑ کی لاش پر آیا معلوم ہے کہ حسینؑ چاہتے ہیں کہ آخر وقت بیٹے کی زیارت کرلوں اس وقت حسینؑ نے اس زخمی حالت میں بس ایک جملہ کہا میرے لعل تم خوب لڑے مگر میرے لعل کاش باپ کو لڑتے دیکھتے تم نے میری لڑائی نہیں دیکھی، علی اکبرؑ تم نے بابا کو لڑتے نہیں دیکھا۔ بغیر بینائی کے تم دیکھتے میرے لعل کہ تمہارا بابا کیسے لڑا، ذوالجناح سمجھ گیا کہ گفتگو تمام ہوئی۔ گھوڑے نے ایک محفوظ مقام کو پایا اور دیکھ چکا تھا کہ شبِ عاشور حسینؑ کس مقام پر آئے تھے، کہا یہ ہے میری منزل یاد ہے، گھوڑا نشیب میں اُترنے لگا اور جب نشیب میں پہنچ گیا تو لکھا ہے کہ بچپن کی ادا یاد آئی اور بہت آہستہ آہستہ بیٹھنے لگا، زمین پر اور آہستہ سے سوار کو زمین پر اتار دیا، اب یقین آ گیا کہ گود میں ماں نے لے لیا ہوگا۔ اس نے دیکھا، میرا سوار بے ہوش ہے، سوار چلے تیر و کمان نیزے والے آگے بڑھے عمر سعد نے کہا دیر کیا ہے، ہم نماز عصر پڑھیں گے قتل کر دو سر کاٹ کر آگے بڑھو، لڑائی ختم ہو گئی۔ اشقیا آگے بڑھے تو ذوالجناح نے دائرے کی شکل میں طواف کرنا شروع کر دیا، طواف کرتا جاتا تھا اور ذوالفقار کو دانتوں سے پکڑ کر حسینؑ کے ہاتھ کے قریب لاتا تھا، اپنی پیشانی کو حسینؑ کے جسم سے مس کرتا جاتا تھا۔ آقا اُٹھیئے لشکر آ گیا، اُٹھیے لشکر آ گیا لیکن کسی کو قریب نہیں آنے دیتا، اور اگر کوئی قریب آتا ہے، تو دانتوں سے پکڑ کر گھوڑے سے گرا دیتا ہے اور ان پر ایسی لات چلاتا ہے کہ سوار اور گھوڑے دونوں گر جاتے ہیں عمر

سعد نے دیکھا تو شمر سے کہا کہ رسیاں لائی جائیں، رسیاں ڈال کر اسے پکڑ لو، پہلے لوگوں نے کہا کہ اسے مار دیا جائے، عمر سعد نے کہا ہٹ جاؤ اسے مارنا نہیں، یہ رسولؐ کی سواری کا گھوڑا ہے، اسے مارنا نہیں اگر زینبؑ نے سنا ہوگا یہ جملہ کہ جو دوشِ رسولؐ پر تھا اس پر تو اتنے ستم اور گھوڑے کا اتنا احترام۔ لیکن کہاں فوج سمجھتی حسینؑ بے ہوش تھے ایک بار جب گھوڑے نے دیکھا کہ رسیاں باندھ کر اسے ہٹا دیا گیا ہے اور سوار قریب پہنچ گئے ہیں تو اس نے دیکھا زمین ہلنے لگی تو بے تاب ہوا تو ایک مرتبہ کمندوں کو توڑ کر اب جو چلا تو خیمہ کی جانب چلا، مقتل کی جانب نہیں چلا، تو باگیں کٹی ہوئی تھیں، تیروں سے چھنا ہوا تھا، گھوڑا ابھی آدھی دور چلا تھا کہ دیکھا زینبؑ آ رہی ہیں، رُکا اور اپنی زبانِ بے زبانی سے کچھ کہا، گھوڑے نے اپنے سر کو زینبؑ کے قدموں پر رکھ دیا، زینبؑ نے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ رکھا کہ گھوڑے تو کیا کہنا چاہتا ہے اے میرے بھائی کی سواری زینبؑ مقتل میں جا رہی ہے تو درِ خیمہ پر سکینہؑ کو بتا دے کہ کیا ہوا۔ جا سیّدالساجدینؑ کو بتا دے کہ کیا ہوا، ذوالجناح نے درِ خیمہ پر آواز دی۔ سب سے پہلے سکینہؑ دوڑتی ہوئی آئی، پیغام دے کر واپس چلا ذوالجناح اور شامِ غریباں آئی تاریخ لکھتی ہے کہ سب گھوڑے حیات تھے اور پوری رات گیارھویں کی رات ہر گھوڑا اتنا رویا کہ سر کو اپنے کربلا کی زمین پر پٹکتے تھے اور روتے تھے، جب صبح ہوئی تو یزید کے لشکر نے جا کر دیکھا کہ حسینؑ کے لشکر کا کوئی گھوڑا زندہ نہیں بچا سب نے اپنے آقاؤں کے ساتھ جان دے دی لیکن ذوالجناح کو تلاش کیا گیا وہ نہ ملا لکھتے ہیں کہ ہم نے فرات کی جانب جاتے دیکھا، تلاش کیا پتہ نہیں چلا، آئمہ طاہرینؑ نے فرمایا کہ وہ اب امام مہدیؑ کے پاس پہنچ چکا ہے کہ جن کے پاس ذوالفقار ہے، صبح کی نماز پڑھتے ہیں

ایک گوشے میں علم اَستادہ ہے، پھریرا لپٹا ہوا ہے، مصلّے پر ذوالفقار رکھی ہے، یہ آپ کا حاضر امامؑ ہے، آخری امامؑ ہے، ذوالجناح تیار موجود ہے اور جب ظہر کا وقت آتا ہے تو اِدھر ذوالجناح آواز دیتا ہے ادھر ذوالفقار آواز دیتی ہے بارِ الٰہ وہ دن کب آئے گا اور تاریخ میں ہے کہ جب جبریلؑ آئیں گے، تلوار خود نکلے گی، عباسؑ کا پرچم کھل جائے گا، ذوالجناح پہ جب بیٹھیں گے تو وہ خود چلے گا، ذوالجناح بھی بولے گا، ذوالفقار بھی بولے گی، عباسؑ کا علم بھی بولے گا، میں کہوں گا کہ ذوالجناح بہت خوش قسمت ہے کہ وہاں تک پہنچ گیا اور وہ کوفہ کا کوئی حال نہیں دیکھ سکا شام کی راہ کا کوئی حال نہیں دیکھا، اے ذوالجناح تجھے تو وہاں تک جانا تھا، تجھے تو اور خدمت کرنی ہے، کاش تو دیکھتا کہ گیارہ کی صبح کو کیا ہوا، گیارہ محرم کی صبح تھی، لٹے ہوئے مسافر، گھرے ہوئے مسافر، تھکے ہوئے مسافر، جلے ہوئے خیموں کی خاک پر بیٹھے تھے۔ گیارہ کی شب آئی تو آگ لگ رہی تھی خیموں میں اور زینبؑ بے قرار تھیں کہ کیا کروں؟ کسے مدد کے لئے بلاؤں؟ پہلی بار جب خیموں پر نظر ڈالی تو کانوں میں ایک بار آواز آئی کہ شہزدی میں مدد کے لئے حاضر ہوں کہ زینبؑ اور حسینؑ کا مرتبہ کربلا میں کیا ہے جہاں جبریلؑ آ کر کہیں کہ میں حاضر ہوں، اب جو مڑ کر دیکھا کہ کون، کہا میں مَلکِ محمود ہوں شہزادی مجھے حکم ہے کہ اگر چاہوں تو ہوا تیز چلا کر اس آگ کو بجھا دوں اور ان ظالموں کو طوفان میں اُڑا لے جاؤں قبول کیجئے۔ بھائی امتحان دے چکا، اب بہن کا امتحان ہے، کہا محمود واپس جا زینبؑ کو کسی مدد کی ضرورت نہیں، شمر چادر لینے بڑھا ہے یہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ اگر چاہتے تو سب کچھ کر سکتے تھے، لیکن امتحان کی منزل پر تھے، جب شمر چادر لینے بڑھا تو شمر کی جانب دیکھا، کہا ٹھہر جا! کہتے ہیں کہ قدم اُٹھ نہ سکے شمر پتھر کا ہوگیا بتایا کہ اگر ہم چاہتے تو یہ

سب کچھ بھی کر سکتے تھے ہم منزل صبر و رضا پر ہیں ہمیں امتحان دینا ہے بھائی کا امتحان تمام ہوا اب بہن کو امتحان دینا ہے۔قیامت کا امتحان کہ امامت کی مددگار بن جائے گی، گیارہ محرم کی صبح اور اشقیا رسیوں کے لچھے لئے ہوئے بڑھے اور ہم سے پوچھا گیا تھا مجلسوں میں کراچی میں کہ اگر ظالموں نے رسیوں سے بازو باندھے، ہاتھ باندھے تو اشقیا کے ہاتھ شل ہوگئے ہونگے، مسخ ہوگئے ہونگے، اہل حرم کی عورتوں سے کسی کی مجال تھی کہ کوئی ہاتھوں کو چھوسکتا؟ بازوؤں کو چھوسکتا؟ ایک بار زینبؑ نے دیکھا کہ شمر لشکر والوں کو لے کر رسیوں سمیت آگے بڑھا تو کہا کہ شمر ہمارے قافلے والوں میں سے کسی بی بی کے بازو تو نہیں چُھو سکتا، ہاں تو باندھنے آیا ہے، رسی کا ایک سرا میرے ہاتھ میں دے اور دوسرا سرا اپنے ہاتھ میں رکھ ہم آپ آجائیں گے، اُمِ ربابؑ! زینبؑ سے ہاتھ بندھوالو، آؤ اُمِ لیلیٰؑ علی اکبرؑ تو نہیں زینبؑ باندھے گی، آؤ اُمِ فروہؑ، آؤ اُمِ کلثومؑ، آؤ، زینبؑ سے ہاتھ بندھوا لو۔ بازو بندھے، ایک بار کہا شمر آگے نہ بڑھنا ناقے بٹھائے جائیں، ہم سوار کریں گے، ایک ایک بی بی کو سوار کیا، اب حسینؑ تھیں زینبؑ، اب علی اکبرؑ تھیں زینبؑ، اب بڑی شجاعت کے ساتھ زینبؑ آگے بڑھیں، اُمِ لیلیٰؑ کو سوار کیا، ربابؑ کو سوار کیا، ایک بار آواز دی آؤ فِضہؑ تمہیں بھی سوار کر دوں تو فِضہؑ نے کہا کہ شہزادی اگر آپ نے مجھے سوار کرا دیا تو آپ کو کون سوار کرے گا، کہا فِضہؑ نہ گھبرا آ میں تجھ کو سوار کروں۔ فِضہؑ کو سوار کیا اور اب اپنی باری تھی، ناقہ بیٹھ چکا تھا، ایک بار فرات کی طرف رُخ کر کے دیکھا اور کہا، اے میرے غیرت دار بھیا بڑے اہتمام سے مدینہ سے لائے تھے، عباسؑ بہن جا رہی ہے، آؤ بہن کو سوار کرو کہ گھوڑے پر ایک سوار آیا، کہا زینبؑ گھبرانا نہیں ابھی علیؑ موجود ہے، علیؑ سوار کرے گا، بازو پکڑ کر باپ نے

بیٹی کو سوار کیا، اب تاریخ لکھتی ہے کہ ظالم ادھر سے لے کر چلے جدھر حسینؑ کا لاشہ بے گور وکفن پڑا تھا، جب سواریاں قریب پہنچیں، زینبؑ سب کچھ برداشت کر رہی تھیں، مگر جب بے کفن لاشہ کو دیکھا، چاہا کہ لاشے پر اپنے آپ کو گرا لیں، لیکن اللہ رے شجاعتِ زینبؑ کہ ایک بار نظر گئی، سیّد سجادؑ پر اپنے آپ کو روک لیا اور کہا بیٹا یہ تمہارا رنگ کیوں متغیر ہو گیا؟ یہ چہرہ زرد کیوں ہو گیا؟ میرے لعلؑ ابھی تو تمہیں شام تک جانا ہے، ایک بار رو کر کہا نہیں دیکھتیں کہ اپنے مردوں کو دفن کر کے گئے، میرے بابا بے کفن پڑے ہیں۔ ایک بار آواز دی سنو بیٹا! میں نے یہ بابا سے سنا ہے، میں نے ماں سے سنا ہے کہ جسے آج تم دیکھ رہے ہو اس کربلا کی سرزمین پر حسینؑ بے گور وکفن پڑا ہے بیٹا گھبراؤ نہیں یہاں بلند عمارتیں بنیں گی، یہاں حسینؑ کا پرچم لہرائے گا، یہاں زائر آئیں گے، سجدہ کریں گے۔ بیٹا! تم یہ سمجھ رہے ہو کہ بابا تمہارا اکیلا رہ جائے گا، بیٹا کل سے اس صحرا کے پرندے آئیں گے، فرات کا پانی لائیں گے، لاش پر پانی چھڑکیں گے اور پروں کا سایہ کریں گے۔ میرے لعلؑ! زینبؑ کا پہلا جہاد تھا جو آغاز کیا اللہ اکبر تقریر ختم ہو گئی، شہزادی کی نذر جو ثانئ زہراؑ ہے بی بی فاطمہؑ کی طرح طاہرہ ہے، زینبؑ بی بی جو وارث فاطمہؑ ہیں، رسولؐ نے گود میں لے کر کہا تھا جب زینبؑ دنیا میں تشریف لائی تھیں تو کہا تھا کہ یہ تو خدیجہؑ سے مُشابہ ہے، میری نواسی، مورخین نے لکھا چلتیں تو خدیجہؑ کے انداز سے، بولتیں تو خدیجہؑ کے انداز سے، لیکن لہجہ علیؑ کی طرح تھا۔ اللہ اکبر کوفہ کے بازار میں پہنچیں عبداللہ ابن عفیف جو نابینا ہو چکے تھے، ابن زیاد کے دربار سے نکلے تو نہ جانے ذہن میں کتنی باتیں آئیں، ایک آنکھ جمل میں شہید ہوئی تھی، ایک صفین میں تو انہوں نے کہا تھا مولا علیؑ سب کو معجزہ دکھاتے ہیں مجھے میری آنکھیں واپس کر

دیں، کہا ابنِ عفیف میں آنکھیں دے سکتا ہوں مگر میرے بعد جو ہونے والا ہے وہ تم نہیں دیکھ سکو گے اس لئے ہم تمہیں آنکھیں نہیں دے سکتے۔ آج وہ دن آیا دربار سے بگڑ کر اُٹھے کہ یہ کیسا مجمع ہے کہا باغیوں کا قافلہ آ رہا ہے، کچھ کٹے ہوئے سر ہیں، کچھ قیدی عورتیں ہیں اور بچّے ہیں اس مجمعے میں قبیلے والے ساتھ تھے کہ کان میں آواز آئی اے اہلِ کوفہ روؤ کہ تمہاری مثال ایسی ہے کہ جو عورت سوت کات کر خود اپنے ہاتھ سے اس کو توڑ دے، تم نے یہ کیا کیا ہے؟ اے کوفے والو! آواز بلند ہوئی جو ناقے پر زانو ٹیک کر بالوں کو بکھرا کر مخاطب کر رہی تھی کوفہ والوں کو عبداللہ نے گھبرا کر کہا یہ آواز کیسی ہے؟ کیا محشر کا میدان آ گیا، قبیلے والوں نے کہا کہ تم نے کیسے محسوس کیا کہا میرے مولاؑ نے کہا تھا، تم میرا خطبہ سن رہے ہو اب قیامت کے دن میری آواز سنو گے، میں علیؑ کو بولتا پا رہا ہوں، میرے کانوں میں علیؑ کی آواز آ رہی ہے، کسی نے کہا یہ علیؑ نہیں بلکہ علیؑ کی بیٹی بول رہی ہے، بس یہ سننا تھا کہ تلوار کھینچ لی کوفہ کے بازار میں لڑائی لڑنے لگے، قبیلے والے ساتھ تھے بچا کر اپنے سردار کو گھر لے گئے، زینبؑ کی سواری آگے بڑھی، شام کے بازار تک زینبؑ پہنچیں اور جب باب الساعت تک پہنچیں تو سات دروازوں کے بعد آخری دروازے پر پہنچیں، سب کو لئے ہوئے پہنچیں، سب کو سمجھاتی ہوئی پہنچیں، اُمِ لیلیٰؑ گھبرانا نہیں، اُمِ ربابؑ گھرانا نہیں، سکینہؑ زینبؑ ساتھ ہے، لیکن جب باب الساعت پر پہنچیں تو کمر کو پکڑ کر بیٹھ گئیں، تو بھتیجے نے پوچھا پھوپھی اماں اتنی ہمت سے کربلا سے یہاں تک آئیں، ساتوں دروازوں کو طے کیا کیا پھوپھی اماں ہمت ہار گئیں، نہیں میرے لعلؑ پھوپھی چلے گی لیکن بابا نے اکیس رمضان کو جاتے وقت کہا تھا کہ بیٹی جب باب الساعت پر پہنچے گی، علیؑ آئے گا، سیّد الساجدینؑ! میں اپنے بابا کا انتظار کر رہی

ہوں، ایک بار نجف کا رُخ کر کے آواز دی کہ بابا بیٹی دربار میں جا رہی ہے، بابا آؤ میرے ساتھ آؤ دربار میں آئیں، بھائی کا پیغام پہنچا دیا۔ دربار میں کہاں کہاں کے سفیر تھے، زینبؑ کا پیغام لے کر آئے کہ حسینؑ مظلوم تھے، رسولؐ کے وارث کون تھے، زینبؑ نے پیغام پہنچا دیا، قید سے چھوٹیں تو کہا کہ سروں کو واپس کر دو، بس یہ تقریر کے آخری جملے کہ جب عونؑ و محمدؑ کے لاشے آئے تھے اس وقت سے اب تک کسی نے زینبؑ کو ہائے عونؑ و محمدؑ کہتے نہیں سُنا، بھائی کو روئیں بیٹوں کو کبھی یاد نہیں کیا اور جب سر آئے تو سب نے وارثوں کے سر اُٹھائے تو شام کی عورتوں نے کہا کہ کیا ان بچوں کی ماں مر گئی، جن کے سر الگ رکھے ہیں کہا نہیں ماں تو نہیں مری، مگر بھائی کا ماتم کر رہی ہے، قید سے چھوٹیں مدینے پہنچیں اور سیدھے روضۂ رسول پر پہنچیں ہماری آنکھوں میں آنسو آ گئے جب یہ سُنا کہ یہاں کے کچھ لوگ روضۂ رسولؐ پر جاتے ہیں عاشور کے دن اور رسول اللہؐ کو پرسہ دیتے ہیں، یہ زینبؑ کی تاسّی ہے، سب سے پہلے روضۂ رسولؐ پر گئیں، آواز دی السلام علیک یا رسول اللہؐ اور پھر آواز دی نانا نواسا مارا گیا، نانا کو یہ نہیں بتایا کہ مجھ پر کیا گزری، یہ بتایا کہ علی اکبرؑ شہید ہو گئے، علی اصغرؑ مارے گئے، قاسمؑ شہید ہوئے، عباسؑ کے بازو کٹے، حسینؑ مارے گئے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ کوفہ میں کیا ہوا شام میں کیا ہوا، کیوں اس لئے کہ بیٹی اپنا راز ماں سے کہتی ہے۔ دنیا کے کسی انسان سے نہیں کہتی، دن گزر گیا، رات آئی، اندھیرا چھا گیا، مغربین کے بعد سر پر چادر ڈالی پردہ ڈالا، بھتیجے سے پوچھا سیّد الساجدینؑ پھوپھی جنّت البقیع جانا چاہتی ہے بھتیجے نے کہا پھوپھی اماں جایئے، آپ کو کس نے روکا ہے، کہا کہ روضۂ رسولؐ پر پورا مدینہ تھا، جنّت البقیع میں اکیلی جاؤں گی۔ چادر اوڑھ کر چلیں لیکن گھر کی کنیز کیسے تنہا چھوڑتی، پیچھے پیچھے

چلیں فِضہؑ اس لئے کہ تاریخ میں بات رہ جائے، رات تاریک تھی، فِضہؑ کہتی ہیں کہ بی بی بڑی ہمت کے ساتھ کوفہ سے شام شام سے مدینہ تک آئیں، روضۂ رسولؐ پر بھی میں نے دیکھا کہ طاقت موجود ہے۔ میں نے دیکھا کہ بی بی جب جنّت البقیع گئی تو اپنے قدموں سے چلتی ہوئی گئی تھیں، اس لئے کہ جو پیغام دینا تھا وہ منزل آگئی جنّت البقیع کے دروازے پر پہنچ کر گھٹنوں سے چلتی ہوئی ماں کی قبر پر پہنچیں۔ رخسار کو قبر پر رکھ دیا اور ایک بار کہا! اماں بیٹی آئی ہے، اماں نانا سے کچھ نہیں کہا اب یہ کہہ کر بازوؤں سے چادر کو ہٹایا کہا اماں ذرا اُٹھ کر دیکھو، اماں بازو بندھے تھے ،اماں رسیوں کے نشان دیکھو، امّاں کو سب کچھ بتا دیا، تازیانوں کے نشان دکھائے، ماں کی قبر لرز گئی ہوگی، یہ دن بھی تمام ہوا بس ذرا سی زحمت وعدہ کیا تھا، مَیں نے اس پر تقریر کو تمام کروں گا دوسرا دن آیا کہ عبداللہ ابن جعفر طیارؓ جعفرؓ کا شجاع بیٹا جو کربلا نہیں گیا تھا دوسرے دن سید السجادؑ کی خدمت میں آئے کہا بیٹا کیا تمہاری پھوپھی اپنے گھر نہ آئیں گی؟ کہا پھوپھا عبداللہؓ میں عرض کروں گا پھوپھی سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں، مجلس روز اسی گھر میں ہوگی، مدینے کی عورتیں پُرسا دینے آتی ہیں، دوسرا دن آیا، قریب گئے، سر کو جھکا کر بیٹھ گئے اور کہا پھوپھی اماں عبداللہ ابن جعفر طیارؓ آئے تھے انہوں نے آپ کا سامنا نہیں کیا وہ کہتے تھے کہ کیا تمہاری پھوپھی اپنے گھر نہ آئیں گی؟ کہا بیٹا امام وقت ہو، اگر تم حکم دے رہے ہو تو پھوپھی اپنے گھر جائے گی، جملہ یاد ہے نہ کہ کبھی عونؓ و محمدؓ کو روئیں نہیں، کہا میں جاؤں گی اور تنہا جاؤں گی، اپنے گھر پہنچیں دوپہر کا وقت تھا، دروازہ کھول کر صحن میں پہنچیں، عبداللہ ابن جعفرؓ کہیں گئے ہوئے تھے، ایک بار عونؓ و محمدؓ کے حجروں کو دیکھا، ویران گھر دیکھا کمر تھام کر بیٹھ گئیں، آج بچے یاد آئے، کیا کیا یاد آیا ہوگا، ایک بار آواز

دی عونؑ و محمدؑ حجرے ویران ہو گئے، گھر اُجڑ گیا، اب اس گھر میں ماں رہ کر کیا کرے گی؟ ابھی یاد آئی تھی کہ دروازہ کھلا شوہر گھر میں داخل ہوئے، دیکھا کوئی بی بی بیٹھی ہوئی رو رہی ہے، قریب آئے کہا ضعیفہ تو میرے گھر میں کیسے آ گئی، یہ بدشگونی کیسی، کسی اور گھر میں جا کر روؤ، بے اختیار کہا عبداللہ زینبؑ کو نہیں پہچانا، آج یہ دن آ گیا کہ شوہر بیوی کو نہ پہچانے، عبداللہ کے کان میں جب یہ آواز گئی ایک بار زمین پر بیٹھ گئے، چہرے کو دیکھا، کہا شہزادی اب تو صورت بھی پہچانی نہیں جاتی، چہرے کو کیا ہو گیا؟ بال سفید ہو گئے، میں تو پہچان بھی نہ سکا۔ بے اختیار لہجہ کو بدلا کہا یہ بتاؤ عبداللہ کیوں بلایا ہے؟ کیا اس لئے بلایا ہے یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ تمہارے راج دلارے کربلا میں کیسے لڑے؟ تم عونؑ و محمدؑ کا حال پوچھنا چاہتے ہو، عبداللہ نے کہا آقا کے ذکر میں غلام زادوں کا کیا ذکر، ہاتھوں کو جوڑ کر کہا شہزادی جمل وصفین میں محمد حنفیہؒ نے حملہ کیا، حسنؑ بھی لڑ رہے تھے، عباسؑ نے بھی، حملہ کیا مسلمؑ نے بھی حملہ کیا اور جب ہم حملہ کر کے واپس آتے تھے تو علیؑ کہتے کہ محمد حنفیہ تم بھی شجاع، عباسؑ تم بھی شجاع، حسنؑ تم بھی شجاع، مسلمؑ تم بھی شجاع، عبداللہؓ تم بھی شجاع مگر میرے حسینؑ سے زیادہ کوئی شجاع نہیں، کوئی بہادر نہیں حسینؑ کسی لڑائی میں لڑے نہیں، شہزادی یہ بتاؤ کہ میرا بھائی کربلا میں لڑا کیسے، کہا بتاؤں گی عبداللہؓ سنو میں لڑائی دیکھ رہی تھی، جب میرا بھائی میدان میں گیا دَرِ خیمہ سے پردے کو ہٹائے ہوئے اپنے بھائی کی لڑائی دیکھ رہی تھی، میرے بھائی نے ذوالفقار کو چمکایا، کبھی میمنہ پر حملہ کیا، کبھی میسرہ پر حملہ کیا، لیکن عبداللہؓ ہر حملہ پر یہ کہتے تھے کہ تم نے میرے بتیس سال کے بھائی کو مارا، تم نے میرے جوانوں کو مارا، میری لڑائی دیکھو، میں نے دیکھا کہ لشکر کو بھگا کر رُکابوں پر کھڑے ہوئے، فرات کا رُخ کیا اور کہا میرے بہادر بھائی عباسؑ آؤ میری لڑائی دیکھو، آؤ میری لڑائی دیکھو۔

گیارھویں مجلس

نذرِ فضہؓ

﴿جدہ (سعودی عرب) ۱۲؍محرم ۱۴۰۶ھ﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

آج ہم سرنامہ کلام میں قرآن مجید کی ایک بہت مشہور آیت پیش کر رہے ہیں اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ چھوٹی سی آیت ہے لیکن بہت وسیع معنی رکھتی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ ہم آج کی تقریر نذر کر رہے ہیں اُس عظیم المرتبت خاتون کو جسے دُنیا فِضّہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اس بی بی کا حق بہت بڑا ہے ابھی آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم پر اُن کے حقوق کیا ہیں، لکھنے والوں نے اور کہنے والوں نے اُنہیں کنیز کہا ہے، مگر ہمارے لئے وہ علم وفکر کی اور محبتِ اہل بیتؑ کی بہترین مثال ہیں۔ چودہ سو سال سے ہمارا جذبہ وہی ہے جو کبھی بجلی بن کر ہمارے ذہن میں کڑکتا ہے اور کبھی جذبہ اور ولولہ بن کر ہمارے دلوں میں جاگزیں ہوتا ہے۔ آیت کو ہم نے سرنامہ کلام اس لئے بنایا کہ دین اسلام کو اللہ نے پسند کیا کہ قیامت تک ہم عالم انسانیت کو گمراہی سے نکال کر فاران کی چوٹیوں تک لے جائیں گے۔ فاران کا ذکر آ گیا تو ذکر کر

دوں، آج کا دن میرا فاران کی چوٹی پر چڑھنے میں گزرا، رات کو سویا نہیں، غارِ ثور پہ بھی جانے کا خیال تھا، مگر جب دونوں کا تقابل کیا تو اس (غارِ حرا) نے تو بچپن سے لے کر جوانی تک حضورؐ کی یادوں کو عبادتوں کو محفوظ کیا ہے اور اُس پہاڑ سے صرف نبی وابستہ ہے اور ایک شخصیت، اس پہاڑ سے ایک نبیؐ اور دو شخصیتیں وابستہ ہیں۔ جو محبت غارِ حرا والوں سے ہے وہ اُس غار والوں سے علاوہ نبیؐ مشکل ہے وہ مقام جہاں نبیؐ بیٹھے تھے، بچپن سے لے کر جوانی تک علیؑ نے نبیؐ کا ساتھ دیا ہے اس غارِ حرا میں آج اس بلند پہاڑ پر چڑھنے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ رسولؐ کیسے چڑھتے تھے، بکریاں لے کر چڑھ جاتے تھے، بیٹھتے تھے، اترتے تھے، راتیں گزرتی تھیں، دن گزرتا تھا، علیؑ جوان تھے، بچے تھے، چڑھتے ہوئے چلے جاتے تھے، کوئی مشکل بات نہیں تھی، لیکن جب پہاڑ سے کھڑے ہو کر زمین کا فاصلہ دیکھا اور آج وہ راستہ کچھ آسان ہو گیا ہے، چودہ سو سال پہلے اِس سے زیادہ مشکل راستہ ہوگا، تصور میں یہ آیا کہ عرب کی ملکہ حضرت خدیجہؑ دو وقت کھانا لے کر اس پہاڑ پر چڑھتی تھیں اور اُترتی تھیں اور اپنے گھر تک آتی تھیں، جاتی تھیں، میں حیران ہو گیا کہ کیا ولولہ اور جوش تھا ہم کیا سمجھ سکتے ہیں، یہ فاطمہؑ کی ماں ہے اور اسی فاطمہؑ کی کنیز ہے فِضّہؑ، ایک تسلسل ہے، ایک فکر کا شجرہ ہے جو کسی کو نصیب نہیں ہے، کسی کو نہیں مل سکتا، اور یہ فکر کا شجرہ ناموں کا شجرہ نہیں ہے، یہ خون اور گوشت کا شجرہ نہیں، یہ صرف نسب نامے کا شجرہ نہیں بلکہ اُس روشنی کا شجرہ ہے جو خانہ زہراؑ سے روشنی عالمِ انسانیت کو مل رہی ہے اور زہراؑ کے گھر کی فکری اور ذہنی روشنی ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی، کچھ خوش قسمت ہیں جن کے ذہنوں کو اُس گھر کی نورانیت مل رہی ہے، اُن کرنوں سے وہ کچھ لے رہے ہیں اور اُن لینے والوں میں خاص طور سے نہ اصحاب کا ذکر نہ رفیق کا ذکر نہ انصار کا ذکر نہ عزیزوں کا ذکر نہ

رشتہ داروں کا ذکر، آج ذکر کروں گا صرف اُن کا جو غیر گھرانوں سے آئے تھے، غیر ملکوں سے، غیر قبیلوں سے آئے، غیر مذہب والے تھے، پلے کہیں، بڑھے کہیں، آئے یہاں، لیکن وہ فکر دے گئے کہ آج دُنیا حیران ہے کہ یہ کون سی فکر تھی یہ کیسا ان کا جذبہ تھا کہ اگر چند دن بھی اس گھر میں گزر گئے اور پھر اس گھر سے غلام نکلے یا کنیز، صرف غلاموں اور کنیزوں کا ذکر اس کے بعد اپنے موضوع پہ آ جاؤں گا، چند رات و دن میں فکر کا عالم یہ کہ بعد عقدِ خدیجہؑ کچھ دنوں کے بعد ایک دن اطلاع ملی کہ رسولؐ کے پاس کوئی خاتون آئی ہیں، کنیزوں نے جناب خدیجہؑ کو اطلاع دی تو رسولؐ خود آئے اور کہا خدیجہؑ یہ وہ بی بی آئی ہے جس کے پاس بچپن میں میں مدینے میں پلا، اس کے ہاں رہا اس بی بی کا نام ہے حلیمہ، تاریخ لکھتی ہے خدیجہؑ کھڑی ہوئیں، بستر پر چادر بچھا دی اور کہا حلیمہ اس پر بیٹھیں، یہ ہے وہ محبت نبیؐ جو کسی بی بی کو نصیب نہیں ہوئی، اس لئے خدیجہؑ کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے کہ نبیؐ کے اشاروں کو سمجھتی تھیں، رازدارِ رسالت تھیں، تو اب بتایئے جب چلنے لگیں تو تاریخ یہ بتاتی ہے کہ خدیجہؑ نے کچھ زمین، کچھ بھیڑ بکریاں، کچھ ناقے تحفے میں دیئے، نذرانہ دیا اب حلیمہ جب جائے گی واپس مدینے تو خدیجہؑ بی بی سے کتنی متاثر ہو کر جائے گی، جب اولاد کو پروان چڑھائے گی تو لامحالہ اولاد کی تربیت میں وہ عناصر شامل ہوں گے اس میں خدیجہؑ کی محبت شامل ہوگی اور جب خدیجہؑ کی محبت شامل ہوگی تو جو اولاد پروان چڑھے گی اُس کی فکر راہِ راست پر ہوگی آپ ثبوت مانگیں گے، حجاج بن یوسف کا دَور آ گیا۔ رسولؐ کے دَور سے حجاج کا کتنا فاصلہ ہے، بعدِ واقعہ کربلا حجاج کا دور آ گیا، مختار کے دور کے بعد، عبدالملک بن مروان کے دور میں حجاج بن یوسف اتنا ظالم کہ اُس کو منظور نہیں کہ کسی کی زبان پر علیؑ کا نام آئے، ہاتھ پیر کٹوا دیتا ہے سر کٹوا دیتا ہے اور تاریخ

میں ہے کہ یہ وہ واحد ظالم گورنر ہے جس کی قید میں ایک لاکھ قیدی تھی اور اُن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ علیؑ کا نام لیتے تھے اور جہاں قیدیوں کو رکھا تھا، صرف ایک چار دیواری تھی دن کی دھوپ اور رات کی شبنم، ان میں عورتیں بھی بچے بھی، بزرگ بھی اور جوان بھی، اس ظالم نے اعلان کیا کہ ہم کسی کی زبان سے نام علیؑ نہیں سننا چاہتے ہم اُس کی زبان قطع کر دیں گے، ایک دَور ایسا بھی علیؑ والوں پر گزرا ہے کہ شاہراہ پر کھڑے ہو کر کوئی شخص علیؑ کا نام نہیں لے سکتا تھا، ایسے میں ایک بوڑھی عورت سر ہلتا ہوا، کمر جھکی ہوئی، عصا کا سہارا لئے ہوئے شاہراہ پر آئی اور اُس نے اعلانیہ پکارا ہر قدم پر علیؑ، علیؑ، علیؑ جدھر سے نکلتی ہے علیؑ علیؑ کی آواز بلند کرتی ہے۔ اُس کے عصا کی کھٹک کے ساتھ آواز گونجتی ہے، سپاہی دوڑے اور پکڑ لیا اور حجاج کے سامنے لائے کہا تو ہے حرّہ بنت حلیمہ سعدیہ، بچے جوان سمجھ گئے حلیمہ سعدیہ کی بیٹی حرّہ، بڑھاپا، ضعیفی اور حجاج جیسے ظالم کا دَور فکر اور تسلسل ذہن میں رہے، کہا ہاں میں ہوں حُرّہ کہا تیری بہت شکایتیں ملی ہیں، کہا ملی ہونگی کہا جب ہم نے منع کر دیا کہ شاہراہوں پر نامِ علیؑ نہ لو تو تو نے ایسا کیوں کیا، کہا کیا چاہتا ہے زیادہ سے زیادہ اس سر کو قطع کر لے گا نا ایسے بہت سے سر مولاؑ کے قدموں پر قربان۔ کہا یہ بھی شکایت ملی ہے کہ تم خلفاء پر علیؑ کو فوقیت دیتی ہو، غور سے سنئے گا، ظالم کے سامنے ایک عورت کی گفتگو، قدرت کو منظور یہ ہے کہ صنفِ نسوانیت سے ایک ظالم کو رسوا کرائے، اور یہ اُس کی بیٹی ہے جس نے رسولؐ کو گود میں پالا ہے، فکر دیکھئے، قدرت کا انتظام دیکھئے کہا کس نے تجھ سے کہا جس نے بھی کہا ہے غلط کہا ہے، چپ ہو گیا، پھر پوچھا کیسے کہا جھوٹ اور بالکل غلط کہا ہے کہ میں خلفاء سے بڑھاتی ہوں علیؑ کو، جھوٹا ہے تُو میں تو علیؑ کو آدمؑ سے، نوحؑ سے، موسیٰؑ سے، سلیمانؑ سے، داوٗدؑ سے، عیسیٰؑ سے برتر سمجھتی ہوں، تو اپنے خلفاء کی بات کرتا

ہے، جھوٹ سنا ہے تو نے میں کہتی ہوں علیؑ آدمؑ سے بلند، علیؑ نوحؑ سے بلند، علیؑ موسیٰؑ سے بلند، ہارونؑ سے بلند، داوٗدؑ سے بلند، شعیبؑ سے بلند، سلیمانؑ سے بلند، عیسیٰؑ سے بلند، کہا اچھا تو نے تو اور بڑھا دیا علیؑ کو، کہا بڑھا نہیں دیا ہر دعوے پر دلیل رکھتی ہوں۔ قرآن سے دلیل رکھتی ہوں اور ہر دعوے پر دس دلیلیں رکھتی ہوں، اور قرآن کی آیت پڑھوں گی، یہ ہے علیؑ کے گھر کی کنیزوں کی فکر، بات کی تو قرآن سے کی، کہا اگر تو نے دلیل نہ دی تو ہم قتل کر دیں گے، کہا یہ تو میں پہلے کہہ چکی، مجھے اس سَر کی پرواہ نہیں، علیؑ کی راہ میں کٹتا ہے تو کٹ جائے، اگر دلیل مانگتا ہے تو سن، کہا بتا آدمؑ سے کیسے افضل ہیں علیؑ، کہا قرآن پڑھا ہے، اُس میں تو نے سورۂ بقرہ نہیں پڑھی کہ اللہ نے آدمؑ سے کہا کہ اس گندم کے درخت کے پاس مت جانا، لیکن منع کرنے کے باوجود گئے بھی اور گندم کھا بھی لیا، کہا ہاں قرآن میں ہے دیکھا تو علیؑ کو اللہ نے منع نہیں کیا تھا لیکن اُس کے باوجود ساری زندگی جَو کی روٹی کھا کر گزار دی بتا کون بلند آدمؑ یا علیؑ بلند، کہا صحیح کہتی ہے نوحؑ سے کیسے بڑھاتی ہے، کہا نوحؑ اور لوطؑ کا ذکر ایک جگہ ہے اور دیکھ اللہ نے کہا اے نوحؑ اور اے لوطؑ تمہاری بیبیاں تمہاری اہل نہیں ہیں، غدار ہیں، خائن ہیں، نوحؑ جیسے اور لوطؑ جیسے عظیم نبیوں کو ڈانٹ دیا گیا یہ دو انبیاء کی بیبیاں اور علیؑ کی بیوی فاطمہؑ جیسی بتا کون افضل، کہا ابراہیمؑ سے کیسے افضل، کہا ابراہیمؑ نے دیکھا نہیں کہ قرآن میں کہا کہ مجھے دکھا کہ مُردوں کو کیسے جِلاتا ہے، اللہ نے پوچھا ابراہیمؑ کیا تمہیں یقین نہیں ہے، کہا یقین تو ہے لیکن آنکھ سے دیکھنا چاہتا ہوں اور جب مولاؑ سے پوچھا گیا کہ یقین تو مولاؑ نے کیا کہا کہ سامنے کے سارے پردے ہٹا دیئے جائیں پھر بھی یقین جہاں ہے وہیں رہے گا۔

میرا مولا علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، یقین کی تینوں منزلوں پر فائز تھا،

ابراہیمؑ سے افضل ہے کہ نہیں، کہا مجھے تسلیم ہے یہ بتا موسیٰؑ سے کیسے افضل ہے، کہا قرآن میں دیکھ لے ہجرت کی رات جب مصر سے نکلے، ڈر رہے تھے، خوفزدہ تھے، کہہ رہے تھے کہ معبود میں کیسے بچوں گا، کیسے جاؤں، چاروں طرف فرعون کے جاسوس پھیلے ہوئے ہیں تو اللہ نے کہا موسیٰؑ گھبراؤ نہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، پریشان کیوں ہو، اضطراب کیوں ہے؟ موسیٰؑ ہجرت کی رات ڈر جائیں اور علیؑ ہجرت کی رات چالیس تلواروں کے سائے میں سو جائیں بتا کون افضل، اچھا بتا عیسیٰؑ سے کیسے افضل ہیں، کہا عیسیٰؑ پر تو جتنی چاہوں دلیلیں دے دوں تو نے نہیں دیکھا کہ جب عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہا جانے لگا تو اللہ نے سوال طلب کیا کیوں عیسیٰؑ تم نے اپنی قوم کو سکھا دیا ہے کہ یہ تم کو خدا کا بیٹا کہا کریں تو عیسیٰؑ نے جواب دیا میں اس سے بَری ہوں، یعنی ایک قوم عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہنے لگی تو نبی سے سوال طلب ہوا کہ تمہارا ہاتھ تو نہیں ہے اس میں، علیؑ کو ایک قوم خدا کہنے لگی، اللہ نے پلٹ کر علیؑ سے یہ نہیں پوچھا کہ خدا کیوں کہہ رہے ہیں تمہیں، تمہارا ہاتھ تو نہیں ہے، ایک اور دلیل جاتے جاتے سن لے، جب عیسیٰؑ کی ولادت ہونے والی تھی تو بیت المقدس کے پاس گئیں مریمؑ دعا کی معبود میری مشکل کو حل کر، مسئلہ بہت ہی عجیب، آواز آئی مریمؑ یہ خدا کا گھر ہے، جاؤ فرات کے کنارے جاؤ وہ کھجوروں کے جو چند درخت ہیں وہاں بچہ پیدا ہوگا، گھر میں خدا کے گئیں واپس کی گئیں، علیؑ کی ماں کعبے میں آئیں، دیوار شق ہوئی، آواز آئی آ جاؤ، یہ ہے علم۔ایک کنیز بغداد کی ایک علیؑ کی چاہنے والی سودا لینے اُدھر سے گزری جہاں بغداد کی جامع مسجد تھی کان میں آواز آئی مسجد کا پیش امام کہہ رہا تھا ''سلونی، سلونی، پوچھو مجھ سے پوچھو، اس سے پہلے کہ میں تم سے جدا ہو جاؤں، زمین کی پوچھو، آسمان کی پوچھو'' یہ آواز جو آئی تو اُس عورت نے سوچا یہ آواز تو مسجد کوفہ میں میرے مولا

نے دی تھی، یہ کون پیدا ہو گیا جو مولاؑ کی آواز پر آواز بلند کر رہا ہے۔ سودا لینا بھول گئی، مسجد میں داخل ہوئی، بھیڑ کو ہٹاتی ہوئی منبر کے قریب پہنچی، کہا یہ بتاؤ کہ دو مسلمان دوست ایک محلے میں رہتے ہیں، دو مسلمان دوست ساتھ رہتے ہیں، اور اُن میں سے اگر ایک مر جائے تو دوسرے پر کیا فرض ہے، پیش نماز نے جواب دیا کہ دوسرے پر واجب ہے کہ اپنے اُس مسلمان دوست کو غسل دے کفن دے اور دفن کرے اور اگر اُس نے ایسا نہیں کیا خدا اُس پر عذاب کرے گا، اگر اُس نے اپنے مسلم دوست کے جنازے کو نہیں اُٹھایا تو اُس پر عذاب ہوگا، ضعیفہ نے کہا اگر ایک محلے میں ایک کافر اور ایک مسلمان رہتا ہے اور کافر مر جائے تو اب مسلمان پر کیا فرض ہے پیش نماز نے جواب دیا کہ اُس پر واجب نہیں ہے کہ مسلمان کافر کے جنازے کو اُٹھائے، پڑا ہے پڑا رہے، اُس پر واجب نہیں ہے کہ مسلمان کافر کے جنازے کو اُٹھائے، پڑا رہے اُس پر عذاب نہیں ہوگا، ضعیفہ نے کہا تو پھر کیا خیال ہے مدینے میں علیؑ رہتے تھے اور عثمان بھی رہتا تھا، گھیر کر اُسے قتل کر دیا گیا، تین دن لاش پڑی رہی، علیؑ پر کیا، جب مسلم مر گیا مدینے میں اگر علیؑ نے نہیں دفن کیا تو کیا اور اگر لاش پڑی رہی تو اُس پر کیا۔ پیش نماز خاموش تھا، ضعیفہ نے کہا یا تو علیؑ کافر تھے عثمان مسلم تھا یا عثمان کافر تھا علیؑ مسلم تھے، دونوں میں سے کوئی ایک کافر ایک مسلم تھا، بس یہ سننا تھا نہ اُس نے کسی کا نام لیا نہ کوئی اشارہ کیا، اُس نے سوال کیا انہوں نے گھبرا کر کہا یہ کفر بک رہی ہے اسے نکالو، مسجد سے اگر یہ اپنے شوہر کی اجازت سے یہاں آئی ہے تو اس کے شوہر پر عذاب اور اگر یہ خود آئی ہے تو اس پر عذاب ہوگا، یہ جہنم میں جلے گی، نکالو اسے، ضعیفہ نے کہا لو ایک سوال حل کر دیا تم نے اگر بیوی اپنی مرضی سے میدان میں آئے تو اُس پر عذاب اور اگر شوہر کی اجازت سے آئے تو اُس پر عذاب، بتاؤ جو میدان جمل میں

جو آئی وہ اپنی مرضی سے آئی کہ شوہر کی اجازت سے، بس صاحب قیامت ہوگئی مسجدِ بغداد میں، لیکن اُس نے جاتے جاتے کہا تم کیا سلونی کہو گے، وہ ایک انسان تھا جو سلونی کہہ گیا، اتنی سی بات جاتے جاتے کہتی ہوں کہ یہ عمامہ جو سر پر باندھا ہے روز باندھتے ہو، پوچھتی ہوں بتاؤ کتنے پیچ ہیں اس میں یہ سوال سننا تھا کہ منبر سے گرے بے ہوش ہوگئے یہ علیؑ کے گھر سے فکری روشنی لینے والوں کا حال ہے، تاریخ میں محفوظ ہے، اگر یہ تسلسل وراثت میں آ رہا ہو یہ فکری تسلسل اگر وراثت میں آ رہا ہو تو کیا کوئی دنیا کا انسان علیؑ کے معاملے میں کوئی گفتگو کر سکتا ہے، ناممکن ہے، امام جعفر صادقؑ کی حُسنیہ جیسی کنیز اُس سے تین سو سوال ہارون کے بھرے دربار میں پوچھے گئے، ہارون کا جو نسلی شجرہ ہے وہ عباس بن مطلب سے ہے، عباسی ہے یہ خلیفہ اور علیؑ جو ہیں وہ حضور کے دوسرے چچا ابو طالبؑ کی نسل سے ہیں، یعنی دونوں چچا کی اولاد ایک عباسی خلفاء وہ بھی چچا کی اولاد اور آئمہ سارے وہ بھی چچا کی اولاد، سوال پوچھا یحیٰ بن اکثم نے جو ہارون کے دربار کا مشہور عالم تھا، اُس نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ عباس افضل تھے یا علی افضل تھے، اب اگر وہ یہ کہتی ہے کہ عباس افضل تو اُس کا عقیدہ جاتا ہے اور اگر کہتی ہے علیؑ افضل تو بھرے دربار میں قتل کر دی جائے گی، خلیفہ کے جد کو کیسے کہہ سکتی ہے کہ وہ افضل نہیں ہیں تو اُس نے کیا کہا اُس نے کہا کہ یہ چچا بھتیجے کا معاملہ ہے تو اس میں کیوں پڑتا ہے، اگر عباس افضل تو بھتیجے کو ناز کہ میرا چچا افضل، اگر علیؑ افضل تو چچا کو ناز میرا بھتیجا افضل، اس سے کیا مطلب ہے، کہا نہیں تمہیں بتانا پڑے گا، کہا تو میں تم سے پوچھتی ہوں کہ حمزہ چچا تھے رسولؐ بھتیجے تھے بتاؤ کون افضل، دونوں چچا بھتیجوں میں کون افضل ہے اس ہی طرح جب سوالات ہوتے رہے اور جب سوالات تمام ہوئے تو اُس نے کہا اب میں پوچھوں گی، صرف ایک اشارہ کر رہا ہوں، اب میں پوچھوں گی

اب جو اُس نے پوچھنا شروع کیا تو اُس نے کہا پہلا سوال یحییٰ بن اکثم ، میں تجھ سے یہ کرتی ہوں کہ یہ بتا کہ رسولؐ جو وضو کرتے تھے وہ اس طرح پانی ڈالتے ، ہاتھ پر، لیکن تو جو حکم دیتا ہے وہ چلو میں پانی لے کر اُلٹا ایسا کیوں کرتا ہے، کہا یہ کونسی بات تو نے پوچھی ہے اس لئے ہے تا کہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جایا کرے، اس لئے اُلٹا پانی ڈالا جاتا ہے، اس لئے اسلام میں رکھا گیا ہے یہ وضو۔ اُس نے کہا اچھا پاکیزگی کے لئے بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچنا ضروری ہے تو پھر غسل کرتے وقت اُلٹے لٹک جاتے ہوں گے حمام میں، جڑوں تک پانی پہنچانا ہے تو یہ وہ کنیزیں ہیں اس گھر کی کہ جن سے عاجز تھے بادشاہ بھی، خلفاء بھی اور درباری علماء، صرف عورتوں پر، اب سوچیئے کہ جو دور دور تک علم پا رہی تھیں، اُن کا انتخاب تھی وہ بی بی جس کا نام فِضّہ تھا کیوں انتخاب ہیں؟ اس لئے انتخاب ہیں کہ پانچ ہجری میں جنابِ زینب پیدا ہوئیں اور پھر چھ ہجری میں جنابِ اُم کلثومؑ پیدا ہوئیں، مسلسل جب چار بچے گھر میں ہوئے تو زہراؑ کا کام بڑھ گیا، چکی پیسنا، جھاڑو دینا، برتن مانجنا، کھانا پکانا، چرخہ کاتنا اور بچوں کو کھلانا، نہلانا، کپڑے بدلوانا، کتنے کام اور پھر عبادت۔ علیؑ نے دیکھا کہ زہراؑ کی مصروفیات میں بڑا اضافہ ہو گیا ہے تو کہا تمہارے بابا کے پاس مالِ غنیمت میں اکثر کنیزیں آتی رہتی ہیں جا کے بابا سے کنیز مانگ لو، گئیں خدمت میں کہا بابا ایک کنیز چاہئے، آپ کی بیٹی کو ایک کنیز کی ضرورت ہے، بیٹی کے چہرے کو دیکھا، کہا ہم تمہیں ایک تسبیح بتا دیتے ہیں وہ پڑھو، تسبیح بتا دی، یہ پڑھو، بیٹھ کے تسبیح پڑھو، جب خیبر کی لڑائی ہو چکی تو پھر علیؑ نے کہا کہ کچھ کنیزیں آئی ہیں جا کر مانگو جب گئیں کہا ایک کنیز چاہئے، کہا لے جاؤ، غور کیا جب پہلے مانگا تھا تو تسبیح بتا دی، خیبر کے بعد کنیزیں آئیں، مانگا دے دیا، کیا مطلب اُس وقت جب مانگا تو بصیرت رسولؐ کی

یہ بتا رہی تھی کہ وہ کنیز نہیں جو تمہاری چوکھٹ پر رہ سکے، تسبیح بتائی تو دیکھو ایسی کنیز تو ہو جس کا مرتبہ اس تسبیح کے برابر ہو، جب وہ آئے گی دے دیں گے، جب وہ آئی مانگا دے دیا، اب دیکھتے جایئے وہ کنیز آ گئی جس کا مرتبہ اُس تسبیح کے برابر جو رسولؐ بتائیں، فاطمہؑ کو کہ تم پڑھو، ہم وزن اب وہ کنیز آ گئی کنیز کون ہے، افریقہ کے ممالک سے غلام لائے جاتے تھے اور اکثر جب شاہی خاندان ہارتے لڑائی میں تو اُس کے خاندان کے افراد کو قیدی بنا کے عرب میں بیچا جاتا، اُس چیز کو ختم کرنے کے لیے رسولؐ نے یہ فکر دی، ایتھوپیا (Ethopia) یہ ملک کہلاتا ہے، جب وہاں کا بادشاہ شکست اُٹھا چکا تو اُس کے گھر کے لوگ جب قیدی بنے تو اُس کی بیٹی بھی قیدی بن کر آئی، جس کا نام میمونہ تھا اور خیبر کے بعد اُس میمونہ کو جو عین نوجوانی کے عالم میں گھر سے آئی رسولؐ نے فاطمہ زہراؑ کو پیش کر دیا، وہ آئی فاطمہ زہراؑ کے گھر میں اُس نے آتے ہی جو منظر دیکھا وہ یہ ہے کہ یہ اسلام کے سرتاج لوگ ہیں، یہ اسلام کا نبیؐ ہے یہ اولاد ہے اتنا مالِ غنیمت آتا ہے دولت آتی ہے لیکن جب بھی میں نے دیکھا اس گھر میں فاقے ہو رہے ہیں، بچے بھوکے رہتے ہیں، کبھی بی بی بھوکی رہتی ہے کبھی مالک بھوکا رہتا ہے، کئی کئی دن گھر میں چولہا نہیں جلتا، بادشاہ کی بیٹی تھیں، اور کیمیا کے علم سے واقف تھی، کیمیا یعنی کیمسٹری (Chemistry) کیمیا کے علم سے واقف تھی اور بہت سی دھاتیں بنا سکتی تھی، اُس میں سے ایک چاندی بھی تھی، ایک دن وہ بازار گئی کچھ چیزیں خرید کر لائی، تھوڑا سا تانبہ لائی اور شورہ اور کچھ چیزیں اور لائی اور اُس نے لا کر چاندی بنائی، جب وہ تیار ہو گئی تو مولاؑ کی خدمت میں آئی، کہا مولا اس کو بازار میں فروخت کر دیجئے، کہا یہ کیا ہے، میں نے چاندی بنائی ہے یہ علم مجھے آتا ہے، اسے بازار میں فروخت کر دیجئے تو چہرے کو دیکھا، کہا کہ ہاں اچھی بنی ہے چاندی، کہا

کہ اگر تانبے کو تپا کر بناتیں تو بہت اچھی چاندی بنتی، کہا کہ مولا کیا آپ کو بھی چاندی بنانا آتی ہے، کہا صرف مجھ کو نہیں یہ میرا پانچ سال کا حسنؑ اس کو بھی کیمیا آتی ہے اور اُس کے بعد پھر کہا میمونہ ذرا نیچے دیکھ، نیچے دیکھا تو چاندی کا دریا رواں ہے، کہا اس چاندی کے ٹکڑے کو اس میں ڈال دو، چاندی کے ٹکڑے کو پھینک دیا، نگاہوں سے وہ چاندی کی نہر غائب ہوگئی، کہا ہم کو اس کی ضرورت نہیں سن کر حیران ہوگئی تو کیوں پریشان ہوتی ہے آج سمجھی کہ یہ کیا ہیں، کون ہیں، اب اس نے اپنی ریاضت سے محنت سے خود کو اُس منزل تک پہنچایا کہ جہاں علیؑ اُسی دن سے علیؑ اُسے فِضہّ کہہ کر پکارنے لگے عربی میں چاندی کو فِضہّ کہتے ہیں، جس کو فِضہّ کہتے ہیں جس دن سے چاندی بنائی اُس دن سے نام اُس کا میمونہ کے بجائے فِضہّ رکھ دیا، اور اب اُس منزل پر پہنچی کہ اب یہودی سردار کے گھر جب زہراؑ کی چادر گِرو کے لئے جاتی ہے جو آتے ہیں چادر گروی رکھ کر کچھ جَو لائے جاتے ہیں تو ڈیوٹی فِضہّ کی ہے، ایک دن گئی تو اُس یہودی سردار نے شمعون یہودی نے کہا فِضہّ کن مفلسوں کے گھر پڑی ہے میرے گھر آجا، دولت مند گھرانا ہے ہمارے یہاں کنیزی کرے گی، عیش کرے گی، کیا دیتے ہیں وہ تجھ کو، کہا کیا بکتا ہے وہ مفلس ہیں، وہ تیری نظر میں مفلس ہوں گے، میرا مولاؑ وہ ہے جو تیرے اس گھر کی دیوار پر نظر ڈالے تو سونے کی ہو جائے، اُس نے کہا اچھا تمہارا مولا ایسا ہے، کہا تجھے حیرت ہوئی، اس گھر کی کنیز ایسی ہے کہ اس دیوار کو حکم دے تو سونے کی ہو جائے، تاریخ نے لکھا کہ صرف اشارہ کیا تھا دیوار نے ماہیت بدلی، علیؑ پیچھے سے آ گئے، شانے پر ہاتھ رکھا، کہا فِضہّ حکم دے دیوار کو اور واپس گھر چل، کہاں چاندی بنا کر لائی تھی، کہاں اب گھر کی دیواروں کو سونے کی بنانے لگی، کس منزل پر ریاضت سے پہنچایا اپنے کو، لیکن ابھی آپ نہیں سمجھیں گے کہ کنیز کس

منزل پر پہنچی ہے، اس لئے کہ تاریخ کی بحث ہے اب قرآن کی بحث ہے، بچے بیمار ہو گئے، کمزور ہو گئے، نڈھال ہو گئے، رسولؐ گھر میں آئے، بچوں کی حالت دیکھی، آنکھوں میں حلقے، کمزور بچے، کہا زہراؑ ایسا کرو ایک منت مان لو کہ جب ہمارے بچے ٹھیک ہو جائیں گے تو ہم تین دن روزے رکھیں گے، کہہ کر چلے گئے، شہزادی نے منت مانی بیٹے اچھے ہو گئے، جب بیٹے اچھے ہو گئے غسلِ صحت ہو گیا تو زہراؑ نے پہلا روزہ رکھا، جب زہراؑ نے روزہ رکھا تو علیؑ نے بھی روزہ رکھا، اب شرط میں سب شامل نہیں ہیں، جب علیؑ نے روزہ رکھا تو دونوں بچوں نے بھی روزہ رکھ لیا، جب دونوں بچوں نے روزہ رکھا تو اب گھر کی کنیز جو ریاضت سے اُس منزل پر پہنچی تھی وہ پیچھے کیسے رہتی، اُس نے کہا بی بی میں بھی روزے سے ہوں، پہلا روزہ شام ہوئی کچھ جو آئے روٹیاں بنیں، کتنی روٹیاں بنیں، پانچ ایک ایک روٹی جَو کی ہر ایک کے حصے میں آئی، تھوڑا سا نمک ایک ایک روٹی افطار کا وقت آیا، پانچوں روٹیاں سامنے رکھی گئیں، ابھی پہلا نوالہ توڑا بھی نہیں تھا کہ دروازے پر آواز آئی کہ ایک مسکین بھوکا ہے تم سے بھیک مانگ رہا ہے، کہا فضہؑ یہ میری روٹی لے جا اس بچے کو دے دے، زہراؑ نے اپنی روٹی اُٹھائی تو علیؑ نے بھی اپنی روٹی دے دی، مولانا مودودی کی چھ جلدوں میں تفسیر قرآن ہے۔ ان کی تفسیر چھ جلدیں پڑھیں، کہیں پر بھی نام نہیں لیا آلِ محمدؐ کا یہ واحد جگہ ہے سورۂ دہر، جہاں لکھنا پڑا کہ یہ سورہ اسی واقعے کے بعد آیا، یہ ہے معجزہ آلِ محمدؐ کا، کہیں ذکر نہیں کیا، علیؑ فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کا کسی سورے میں ذکر نہیں کیا، لیکن سورۂ دہر میں لکھنا پڑا کہ جب مسکین، یتیم، اسیر آیا کہاں سے واقعہ لاتے کہ تین دن مسلسل یہ لوگ آئے اور کسی نے بھیک دی، خیرات کا ایک ہی واقعہ تھا لکھنا پڑا، تفصیل کے ساتھ، مولانا مودودی نے لکھا اور یوں تو مسلمانوں کی ہر کتاب میں یہ واقعہ موجود

ہے، روٹی زہراؑ نے دی علیؑ نے دی اب حسنؑ اور حسینؑ بھی روٹیاں دے دیں، اس کے آگے جملہ لکھا ہے مولانا مودودی نے کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اگر بزرگوں نے روٹی دے دی تھی بچوں کو دینے کی کیا ضرورت تھی، آپ کیا سمجھیں گے کہ یہ گھرانہ وہ ہے کہ جو روٹیاں دے اس لئے رہا ہے کہ بچوں کو تعلیم دینی تھی بچوں کو بتانا تھا کہ تم اس کے عادی بنو کہ غریبوں کی مدد کیسے کی جاتی ہے اور اُس فکر کو تسلیم کر کے عملی طور پر پانچ اور سات سال کے بچوں نے دیکھا دیا اور صرف بچے ہی نہیں اب کنیز نے بھی اپنی روٹی دے دی، غور کر رہے ہیں آپ پنجتنؑ میں کتنے لوگ ہیں رسولؐ علیؑ فاطمہؑ حسن اور حسینؑ لیکن یہ جو پانچ یہاں نظر آ رہے ہیں اس میں رسولؐ نہیں ہیں، اس میں ایک کا اضافہ ہوا ہے وہ ہے فضہؑ اب غور سے سنیئے گا، ایک منزل پر لا رہا ہوں آپ کو، دوسرا دن پھر آیا، پھر پانچ روٹیاں پکائی گئیں، پھر یتیم آ گیا، اُس نے آواز دی، فاطمہؑ نے روٹی اُٹھا کے دے دی پھر علیؑ نے بھی بچوں نے بھی فضہؑ نے بھی پھر بھوکے سو گئے، روزے پر دوسرا روزہ، پانی سے افطار تیسرا روزہ پھر افطار کا وقت وہی پانچ روٹیاں اور پھر گھر پر اسیر آ گیا ہے، قیدی آ گیا پھر روٹیاں گئیں، جب یہ تیسرا دن بھی ہو گیا اور یہ پانچوں بھوکے سو گئے پانی سے روزہ افطار کر کے تو اب ملک آیا گھر پر کیا لے کر آیا سورہ دہر اُس کا نام سورۂ انسان بھی ہے اور سورۂ دہر بھی اور کُل پورے سورہ میں تیس آیتیں ہیں تو اب روٹیاں کتنی ہوئیں بتایئے، پندرہ روٹیاں تھیں اور آنے والا کون تھا، یہ روٹیاں کسی عام کے ہاتھ میں نہیں جا سکتیں، یہ پندرہ روٹیاں نہیں تھیں قدرت کے خزانے میں پندرہ سکے پہنچے تھے اور جب وہ سکے قدرت کے پاس پہنچے تو کہا ہمیں قیمت مل گئی، اعلان کیا سورۂ دہر میں کہ پانچ افراد کو جنّت ہم نے قیمت میں دے دی، تم پانچوں کی ہے جنّت سورہ پڑھ لیجئے گا گھر جا کر بچوں کو بھی

پڑھایئے ترجمے کے ساتھ کہ ہم نے جنّت دے دی، صلے میں ان پندرہ روٹیوں کے پندرہ روٹیاں سکّے قرار پائے اور جنّت لے لی پانچ نے، اِن پانچ میں رسولؐ شامل نہیں، بہت غور سے سنئے گا، اب جنّت کی جاگیر جن پانچ کو ملی ہے اُس میں ایک حصے دار ایک کنیز ہے، جاگیرِ جنّت میں جتنا حصہ فاطمہؑ کا اتنا علیؑ کا اتنا ہی بچوں کا اور اتنا ہی حصہ فِضّہؑ کا، قدرت نے چاہا کہ کنیز حصہ دار بنے حصے دار بنی قرآن نے مرتبہ بڑھایا، آپ کہیں گے کوئی ثبوت اب سورۂ دہر کو پھر سے پڑھئے گا، پورے سورہ میں نہ علیؑ کا نام ہے نہ فاطمہ کا نام ہے نہ حسنؑ کا نام ہے نہ حسینؑ کا نام ہے پورے سورے میں تین بار صرف فِضّہ کا نام لیا، کنیز کا نام لے کر بتایا کہ جس گھر کی کنیز کا نام ہم سورے میں تین بار لے رہے ہیں تین دن اُس نے روٹیاں دی ہیں تو اب اُس کی شہزادی کا کیا کہنا، اُس کے آقا کا کیا پوچھنا، اُس کے شہزادوں کا کیا پوچھنا، پہلے کنیز کو تو پہچانو، پہلے کنیز کو تو سمجھو، اب جو مرتبہ بڑھا تو اب کنیز کا مرتبہ اتنا بڑھا، اتنا بڑھا کنیز کا مرتبہ کہ زہراؑ نے دعوت کی رسولؐ کی، علیؑ نے دعوت کی رسولؐ کی، حسنؑ اور حسینؑ نے دعوت کی رسولؐ کی اور جب پانچواں روز آیا تو دَر پر فِضّہ کھڑی تھی، کہا کل میری طرف سے دعوت ہے، اسی گھر میں اور جب پانچواں روز آیا اور رسولؐ مسجد سے نکل کر حجرے کی جانب چلے تو جبریلؑ نے آواز دی کہا دعوت یاد نہیں، کہا یاد ہے یاد ہے ہم جائیں گے اب قدم اُٹھے اُس گھر کی جانب اب جو گھر میں آئے تو کہا آج گھر میں کھانے کو نہیں، آج تو نبی بغیر بلائے آئے ہیں، حیران تھے اور اُدھر فِضّہ حُجرے کو بند کر چکی تھیں اور مُصلّیٰ بچھا کر دو رکعت نماز پڑھ کر آواز دی، معبود تیرا حبیبؐ میرا مہمان ہے لاج رکھ، زہراؑ کی کنیز ہوں، تاریخ لکھتی ہے کہ طبق جنّت سے آئے، طبق لئے ہوئے آئیں اور آ کر پیش کیا اور کہا دعوت میری طرف سے ہے، زہراؑ نے کہا کہ فِضّہ ہمیں

نہیں معلوم تھا، لیکن یہ کھانے کہاں سے آئے، کہا بی بی یہ آپ کی کنیز کا شرف ہے کہ جو ملک آپ کے گھر میں آتا ہے، وہ میرے لئے یہ چیزیں لایا میں نے آپ کے بابا کی دعوت کی، آپ نے دیکھا کہ مریمؑ بیت المقدس میں اُس منزل پر تھیں کہ بے فصل میوے آئیں، زہراؑ کی کنیز ایسی جو مریمؑ کا مرتبہ حاصل کرے، لیجئے تقریر تمام ہو گئی رسولؐ کا آخری وقت تھا فِضہؓ اس گھر میں کنیز بن کر آئی تھی اس کی خدمات کو رسولؐ دیکھ رہے تھے، سب کو بلایا، حسنؑ کو بلایا، حسینؑ کو بلایا، سینے سے لگایا، سب کچھ بتایا، حسینؑ کا سر سینے پر رکھ کر کہا، میرے لعل میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا یہ سر دمشق کے دربار میں تحفتہً پیش کیا جا رہا ہے، علیؑ کو دیکھا زہراؑ کو دیکھا سب کچھ بتایا اور اُس کے بعد ایک بار فِضہؓ پر نظر گئی اور کہا فِضہؓ میرے قریب آ، فِضہؓ قریب آ گئیں کہا کہ تو نے بڑی خدمت کی ہے، ہمارے بچوں کی بڑی خدمت کی ہے، مانگ اپنے نبیؐ سے کیا مانگتی ہے، تین باتیں جو بھی مانگے گی تیرا نبیؐ تجھے عطا کرے گا، حکم پروردگار سے تیرا رسولؐ تجھے عطا کرے گا، فِضہؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ اس گھر میں کس چیز کی کمی نہیں ہے سب کچھ تو مجھے مل گیا، میں آپ سے کیا مانگوں، کہا نہیں فِضہؓ تم نے جو خدمت کی ہے ہم وہ صلہ دے کر جائیں گے، مانگو کیا مانگنا چاہتی ہو، یہ خیال رہے کہ حجرہ کونسا ہے، کون لوگ بیٹھے ہیں اس میں پس پردہ کون لوگ ہیں، باہر کون کھڑے ہیں، گفتگو سب سن رہے ہیں، مدینے کے لوگ سب سن رہے ہیں کہا مانگو فِضہؓ کیا مانگتی ہو، کہا اچھا اگر آپ کہتے ہیں تو پہلی چیز میں یہ مانگتی ہوں کہ میں نے اکثر گھر میں اپنی شہزادی کو بچوں سے باتیں کرتے سنا ہے خاص طور سے حسینؑ سے اور زینبؑ سے جب ماں اور بیٹے اور ماں اور بیٹی میں بات ہوتی ہے تو بار بار ایک لفظ آتا ہے کہ کربلا، میں نے بی بی سے سنا ہے کہ کوئی ایسا واقعہ ہونے والا ہے دردناک داستان ہے تو ہمارے گھر کی اُلم کی

داستان ہے، کہاہاں ایسا ہوگا کیا چاہتی ہو، کہا صرف یہ اپنے معبود سے کہیئے کہ میری عمر اتنی بڑھ جائے کہ میں اُس واقعے تک موجود رہوں، کہا فِضّہ حیات میرے معبود نے تجھے عطا کر دی، دوسری بات کیا مانگتی ہے، کہا دوسری بات یہ مانگتی ہوں کہ واقعہ کربلا میں میرے ہاتھ اور پیروں میں اتنی قوت ہو کہ میں حسینؑ کے بچوں کی خدمت کرسکوں، کہا یہ قوت بھی پروردگار نے عطا کر دی، تیسری بات کیا مانگتی ہے، کہا تیسری بات کا مجھے حق دیجیئے، جب چاہوں تو معبود پورا کرے، کہا یہ حق تجھے مل گیا، یہ حق ہم نے تجھے دے دیا، اکسٹھ ہجری میں واقعہ کربلا ہوا آپ کو معلوم ہے کہ فِضّہ کی یہ ساری بلندیاں ایک طرف اور چند جملوں میں یہ ایک بلندی دوسری طرف حسنؑ جیسے معصوم کو گود میں کھلایا، حسینؑ جیسے معصوم کو گود میں کھلایا، زینبؑ واُم کلثومؑ جیسی شہزادیوں کو گود میں پالا، دیکھتے جائیں آپ! عباسؑ، علی اکبرؑ، قاسمؑ، عونؑ ومحمدؑ کو لوریاں دیں، زلفیں سلجھائیں، سینے پر سلایا، کھلایا، خدمت کی، گود میں پالا، گود کے پالے معصوم بچّے اور پھر سب سے بڑھ کر زین العابدینؑ جیسا امام محمد باقرؑ جیسا امام فِضّہ کی اُنگلی پکڑ کر چلتا ہے اس سے بڑھ کر مرتبہ نہیں ہوسکتا، کنیزوں میں اب آپ خود سوچیں کہ اُس نے سب کچھ مانگ لیا، باہر نکلیں، ایک بزرگ کھڑے ہوئے تھے، کہا فِضّہ ہم نے گفتگو سنی، رسولؐ جیسا عظیم انسان جو معبود کے اذن سے عطا کرے، تم سے بار بار کہے کہ مانگو تم نے مانگا کیا، میری سمجھ میں تو یہ باتیں نہیں آئیں کہا اچھا تم ہوتے تو کیا مانگتے، یہ میری فکر کا آخری گوشہ ہے، اسے آپ محفوظ رکھئے گا، ذہنوں میں فِضّہ نے کہا کہ اگر تم ہوتے تو کیا مانگتے، قحافہ کے بیٹے نے کہا ہم کو اگر رسولؐ پہلا اذن دیتا تو ہم یہ مانگتے کہ ہم کو قیامت تک کی زندگی مل جائے فِضّہ نے کہا اور دوسری بات کیا مانگتے، قحافہ کے بیٹے نے کہا ہم کو ساری دنیا کی حکومت مل جائے، فِضّہ نے کہا اور تیسری بات

کیا مانگتے ، قحافہ کے بیٹے نے کہا تیسری بات یہ مانگتا کہ مرنے کے بعد جنّت ملے۔
فِضہؑ نے کہا کہ سنو یہ تم مانگتے ، فِضہؑ یہ نہیں مانگتی ، فِضہؑ کو اس کی ضرورت نہیں تم نے کہا
قیامت تک کی عمر چاہئے ، اِن کی محبت میں جو مر جائے ہمیشہ زندہ رہتا ہے ، میں کیوں
مانگتی ، ان کی محبت میں جو مرے وہ زندہ رہتا ہے تم نے کہا ہم ساری دنیا کی حکومت
مانگتے ، اس چوکھٹ کے علاوہ بھی دنیا کی کوئی حکومت ہے ، اس گھر کی کنیزی کے علاوہ
بھی کوئی حکومت ہے اور تم نے کہا کہ جنّت مانگتا تو یہ بتاؤ زہراؑ کے گھر کے علاوہ جنّت
کہیں اور بھی ہے کہ میں جنّت مانگتی ، یہ فکر دی ہے فِضہؑ نے اور اب وہی فِضہؑ کربلا میں
ہے ، اب پورا واقعہ پڑھ لیجئے کوئی کارنامہ تو نظر نہیں آئے گا فِضہؑ کا لیکن اس سے بڑھ
کر کیا کارنامہ ہوگا کہ درِ خیمہ پر مسلسل کھڑی ہے جنگ دیکھ رہی ہے ، شہزادی بار بار
ایک ایک لمحے کی خبر پوچھتی ہیں ، فِضہؑ کبھی مقتل کی جانب دیکھتی ہے ، کبھی گود کی پالی
زینبؑ کے چہرے کی جانب نظر جاتی ہے اور پھر گود کے پالے جا رہے ہیں گود کے
پلے ہوئے نگاہوں کے سامنے لڑے ہیں ، زخمی ہو کر گھوڑوں سے گرتے ہیں ، فِضہؑ پر
کیا گزری ہوگی شامِ غریباں آئی تو فِضہؑ نے اپنا حق استعمال کیا اور بارگاہِ الٰہی میں دعا
کی ، معبود تیرے نبیؐ کی آل پیاسی ہے فِضہؑ تجھ سے پانی طلب کرتی ہے ، فرشتے کھانا
اور پانی لے کر آئے ، فِضہؑ نے شہزادی زینبؑ کی خدمت میں کھانا اور پانی لا کر رکھ دیا
نہ جانے اہلِ بیتؑ نے یہ پانی پیا کہ نہیں اس لئے کہ ابھی حسینؑ کی لاش بے گور و کفن
پڑی تھی۔ فِضہؑ نے سخت مصائب اُٹھائے لیکن ساتھ نہیں چھوڑا ، زینبؑ کے ساتھ
ساتھ مدینے آئیں ، تقریر کے آخری جملے ساتھ ساتھ آئیں اور پھر وہ دن بھی آیا کہ
نگاہوں سے دیکھا تھا کہ جب شام چھوڑ رہی تھیں شہزادی تو فِضہؑ نے بہت غور سے
دیکھا تھا کہ جب قافلہ چلنے لگا تھا تو قید خانے کے دَر پر آ کر آواز دی تھی شہزادی نے

میری بیٹی سکینہؑ گھبرانا نہ تُو تنہا نہیں ہے پھوپھی بہت جلدی تیرے پاس آئے گی، میری بیٹی انتظار کرو، پھوپھی سب سے پہلے تیرے پاس آئے گی اور جب وہ دن آیا کہ مدینے کو زینبؑ نے چھوڑا تو ایک بار شہزادی کی طرف دیکھا، کہا کیا فضہؑ کو مدینے میں چھوڑ جاؤ گی، بی بی میرا دل مدینے میں نہیں لگتا، گود کے پالے نہ رہے، بی بی راج دلارے نہ رہے، جنہیں گود میں سلایا، کھلایا، وہ نہ رہے، علی اکبرؑ نہ رہے، ہمارے عباسؑ نہ رہے، بی بی عونؑ و محمدؑ نہ رہے میں مدینے میں نہ رہوں گی، میری شہزادی بقیع میں سوگئی اب میں کس کے پاس رہوں گی، مجھ کو لے کر چلو، مجھے بھی ساتھ لے کر چلو، زینبؑ کے ساتھ یہ ایک کنیز رہی ساتھ نہیں چھوڑا اور جب وہ دن آیا کہ زینبؑ کی قبرِ دمشق میں بنی تو اس وقت اپنے رُخسار کو قبر پر رکھ کر آواز دی کہ بی بی اب فضہؑ کو بھی بلالو، کس کے رونے کے لئے چھوڑا سب کو تو رو چکی، سارے بھرے گھر کو فضہؑ روئی، بی بی تیرا ابھی ماتم کر رہی ہے، اب اپنے پاس بلالو۔ زینبؑ کے قدموں میں فضہؑ کی قبر بنی۔

❁ ❁ ❁

بارھویں مجلس

سورۂ یوسف اور فضائلِ اہلِ بیتؑ

﴿جدہ ۱۳؍محرم ۱۴۰۶ھ﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ الصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین سیّدنا و نبینا و شفیعنا و حبیبِ قلوبنا ابی القاسم محمدؐ (صلوٰۃ) و اھل بیتہٖ الطیبین الطاھرین المعصومین ولعنۃ اللّٰہ علی اعدائھم اجمعین فقد قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فی کتابہٖ المبین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ الٓرٰ قف تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ○ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ○

قرآن پاک کا بارھواں سورہ سورۂ یوسف ہے، سرنامہ کلام میں ہم نے اُس کی ابتدائی آیات کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ سورے کا آغاز حروف مقطعات سے ہو رہا ہے۔ پورے سورے میں تقریباً ایک ہزار ایک سو سات الفاظ ہیں اور ایک سو گیارہ آیتیں ہیں اور تقریباً سات ہزار حروف ہیں۔ سورے کے آغاز میں اُس نے کہا الٓرٰ یہ

کچھ آیتیں ہیں جو ہم نے تمہاری زبان میں اُتاری ہیں تاکہ تم خود بھی سمجھو اور دوسروں کو بھی سمجھاؤ، اِس میں تمہارے لئے کچھ نشانیاں ہیں اور دیکھو ابھی تک جو قصے ہم نے تمہیں سنائے، وہ قرآن میں ہیں اُن میں یہ احسن القصص اب سب سے بہترین قصہ ہم تمہیں سناتے ہیں، چونکہ آیت میں لفظ آیا، اس لئے علماء نے مفسرین نے کہا کہ آدمؑ کا قصہ سنانے والا، نوحؑ وابراہیمؑ وداؤدؑ سلیمانؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ کا قصہ سنانے والا کہتا ہے کہ قرآن میں سب سے بہترین قصہ جو ہے وہ سورۂ یوسف ہے، علماء نے کہا کہ اس کو سب سے بہترین قصہ کیوں قرار دیا گیا اور لوگوں کو ہی سنایا جا رہا ہے اور کیوں سنایا جا رہا ہے قصہ کیا ہے، انجیل میں بھی ہے اُس کا ذکر اور توریت میں بھی یعنی تینوں کتابوں میں یہ قصہ موجود ہے، لیکن قرآن میں اس طرح ہے کہ اُس وقت کو یاد کرو جب یوسفؑ چھوٹے سے تھے، آٹھ دس سال کے بعض علماء نے کہا کہ سات سال کے، بعض نے کہا گیارہ سال کے تو یاد کرو کہ انہوں نے ایک دن خواب دیکھا اور صبح کو اُٹھے تو اپنے باپ یعقوبؑ سے کہا کہ بابا میں نے رات خواب دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مجھے خلعت زرنگار پہنایا گیا اور میں ایک بلندی پر کھڑا ہوا ہوں، وقت نہیں ہے پھر کبھی تفصیل سے گفتگو ہوگی، پھر بھی۔ نعرہ صلوٰۃ۔

میں ایک بلندی پر کھڑا ہوا ہوں، ساری دنیا سرسبز وشاداب نظر آئی اور اچانک آسمان سے گیارہ ستارے اترے آفتاب اُترا، مہتاب اترا، اور گیارہ ستاروں نے چاند نے اور سورج نے مجھے سجدہ کیا، باپ نے جیسے ہی خواب سنا پہلا جملہ یہ کہا کہ بیٹا تیرا خواب حق ہے یہ کسی کو بتانا نہیں چھپالے اسے، میں ڈرتا ہوں کہ تم سے لوگوں کو حسد نہ ہو جائے، اس لئے کسی کو بتانا نہیں، لیکن جب بیٹا باپ سے خواب بتا رہا تھا تو یعقوبؑ کے گیارہ بیٹے اور بارھویں یوسف تو کسی ایک بھائی کی بیوی خواب کو سن رہی

تھی اور اُس نے اپنے شوہر کو بتا دیا، اس طرح سب کو معلوم ہو گیا، سب کو پتہ چل گیا، اب جب سب کو معلوم ہو گیا، تو وہ لوگ پہلے ہی سے اس حسد میں مبتلا تھے کہ یوسفؑ کو یعقوبؑ کتنا چاہتے ہیں ہم بھی اُنہی کی اولاد ہیں لیکن ہم سے وہ محبت کیوں نہیں کرتے، ایک بھائی سے کیوں اتنی محبت، اب جو یہ خواب سنا تو اب اور حسد کی آگ میں جلے اور ایک دن صبح کو کہا باپ سے کہ بابا ہم لوگ سیر کو جاتے ہیں، آج ہم چاہتے ہیں کہ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لے جائیں، کہا نہیں ہم تمہارے ساتھ یوسفؑ کو نہیں بھیجیں گے، کہا کیوں کہا ہم ڈرتے ہیں تم کھیل میں لگ جاؤ گے اور ایسا نہ ہو کہ جنگل سے بھیڑیا آئے اور میرے بچے کو کھا جائے، اب اس کی تفصیل میں علماء نے یہ لکھا جس گاؤں میں رہتے تھے، شام میں اُس کا نام تھا کنعان، چاروں طرف سے گاؤں جنگلوں سے گھرا ہوا تھا اور کنعان کے جنگل میں بھیڑیئے بہت تھے، اس لئے اُسے کنعان کہتے ہیں کہ بھیڑیئے بہت تھے۔ بھائیوں نے ضد کی کہا کہ ہم اپنے چھوٹے بھائی کی حفاظت کریں گے، ایسا تھوڑی ہے کہ ہم کھیل میں لگ جائیں اور چھوٹا بھائی ہمارا جو ہے اُسے بھیڑیا لے جائے۔ جتنی محبت آپ کرتے ہیں اتنی محبت ہم بھی کرتے ہیں، جب بہت ضد کی بھائیوں نے تو کہا اچھا لے جاؤ، ساتھ کر دیا اور دور تک پہنچانے گئے اور کھڑے دیکھتے رہے کہ کون کس طرف جاتا ہے جب شام ہوئی اور واپس آئے تو اب تفسیر اور آیتیں ساتھ چلیں کہ جب لے کر گئے تھے کچھ دور گئے مڑ کر دیکھا کہ باپ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور تیز دوڑے اور اُس مقام پر پہنچے، جہاں ایک کنواں تھا، یوسفؑ کا لباس اتار کے اور اتارنے کے بعد اب سارے بھائی جن میں سب سے بڑا بھائی جو ہے وہ یہودہ ہے، جس کی اولاد آج یہودی کہلاتی ہے، بڑے بھائی نے دیکھا کہ ایک بھائی نے یہ کہا کہ اُس کو قتل کر دو،

ماردو، اور خنجر نکال لیا تو وہ بھائی جس کا نام لاوی تھا اُس نے کہا مارو نہیں قتل نہیں کرو بلکہ ہم ایسا کریں کہ اس کو کنویں میں پھینک دیں کوئی قافلہ آئے گا اُٹھا لے جائے گا، لے جا کر غلام بنا کر بیچ دے گا، باپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا تو مفسرین نے لکھا کہ گیارہ بھائیوں میں سے جس نے یہ کہا تھا کہ مارو نہ قتل نہ کرو، اُس کو ایک اس لفظ کا انعام یہ ملا کہ اُسی بیٹے کی نسل میں نبوت رکھی گئی اور اُسی کے پوتے موسیٰؑ و ہارونؑ ہیں، کسی اور بھائی کو نبوت نہیں ملی، کسی اور نسل میں نبوت نہیں گئی، انہوں نے کہا اچھا ٹھیک ہے، سارے بھائی راضی ہو گئے اور اُنہوں نے یوسفؑ کو کنویں میں پھینک دیا، وہ کپڑے جو اتارے تھے ایک بکری حلال کی کپڑوں پر اس کا خون لگا کر لائے اور روتے ہوئے آئے، چیختے ہوئے آئے، آنسو بہاتے ہوئے آئے، اور کہا بابا غضب ہو گیا، ہمارے بھائی کو بھیڑیا لے گیا، اور یہ اُس کا خوں بھرا کرتا ہے، باپ نے کُرتے کو اُٹھایا، دیکھا اور کہا سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ بھیڑیا کیسا تھا جو میرے یوسفؑ کو تو کھا گیا لیکن اُس کا کُرتا کہیں سے داغدار نہیں ہوا، نہ پھٹا، لیکن اب یہ عالم ہے کہ صحرا میں جنگل میں جگہ جگہ جاتے ایک ایک سے پوچھتے ہیں کہ تم نے میرے یوسفؑ کو دیکھا، تم نے میرے یوسفؑ کو دیکھا، کبھی صحرا میں جاتے ہیں، کبھی دوسرے گاؤں میں جاتے ہیں، اور ہر وقت روتے ہیں، گھر کے باہر بیٹھ کر، اور یہ کہتے ہیں تم نے ہمارے ساتھ بڑا فریب کیا، میرے بیٹے کو مجھ سے جدا کیا، ساری عمر روتے ہوئے گزر گئی، قرآن کہتا ہے اتنا روئے، اتنا روئے کہ دیدے بہہ گئے، آنکھیں سفید ہو گئیں،، بینائی جاتی رہی، لیکن رونا نہ تھما، اُدھر اک قافلہ آ رہا تھا، جو مصر جا رہا تھا اُس نے ڈول ڈالا، کنویں میں پانی بھرنے کو ڈول کے ساتھ یوسفؑ اوپر آئے، سوداگر چلایا، قافلے والوں سے کہا دیکھو یہ تماشہ کہ ہم تو پانی بھر رہے تھے ڈول میں خوبصورت بچہ نکلا،

سارے قافلے والے جمع ہو گئے، کہا بچہ تو بہت خوبصورت ہے، بڑا حسین ہے، اس کی قیمت مصر میں اچھی ملے گی، چلو اسے بیچیں، قافلہ لے کر بچے کو چلا، مصر میں آیا مصر میں ایک بازار تھا جہاں بچے بکتے تھے، غلام بنا کر جب یوسفؑ کو لایا گیا تو پورے مصر میں شور ہو گیا کہ عجیب و غریب غلام آیا ہے، سب نے چاہا کہ ہم خریدیں، ایسے میں جو بادشاہِ مصر ہے جو فرعون کہلاتا تھا، اُس کا وزیرِ خزانہ جو عزیزِ مصر کہلاتا تھا وہ حکومت کی جانب سے مقرر کیا گیا کہ تم جا کر قیمت لگاؤ تم خریدو، قیمت لگنے لگی، ہر ایک نے خزانے پیش کر دیئے، آخر میں حکومت کا خزانہ خالی ہو گیا، ترازو کے ایک پلّے میں یوسفؑ ایک میں خزانہ، قیمت نہیں لگی، یوسفؑ نے کہا قلم اور کاغذ لاؤ قلم اور کاغذ آیا، ایک کاغذ کے پرچے پر لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا کاغذ ترازو کے پلّے میں رکھو جیسے ہی اُس کو رکھا گیا، پلّہ برابر ہو گیا، قیمت معلوم ہو گئی، عزیزِ مصر نے خرید لیا، خرید کر لایا، اپنی زوجہ زلیخا سے کہا ہم لاولد ہیں، کوئی بچہ نہیں، کوئی اولاد نہیں، کیا اچھا ہو ہم اس کو پالیں، جوان ہو، بڑا ہو، ہمارے کام آئے، ہم اس کو اولاد بنا لیتے ہیں، اُسی گھر میں پلنے لگے، یہاں تک کہ بالغ ہوئے، کہاں تو عزیز نے یہ کہا تھا کہ ہم لاولد ہیں ہم اسے بیٹا بنالیں گے، لیکن زلیخا کی نظر جو تھی وہ ممتا والی نظر نہ تھی وہ یہ سمجھتی تھی کیوں نہ ہم اس کو گناہ کی طرف راغب کریں اور ایک دن دعوت دے دی، جب یوسفؑ کو دعوت دی تو یوسف بھاگے، کہا بھئی ہم یہ نہیں کر سکتے تُو میرے آقا کی بیوی ہے، میں تو اس دعوت کو قبول نہیں کر سکتا، بھاگے جب بھاگے تو اُس نے دامن تھام لیا، یوسف کا دامن جو تھاما تو دامن پھٹ گیا، دامن پھٹا اتنی دیر میں عزیزِ مصر آ گیا اُس نے کہا یہ کیا کیا، زلیخا نے فوراً کہا یہ کیسا غلام خرید کر لایا تھا، اس نے اپنے آقا کی بیوی پر غلط نظر ڈالی، یوسفؑ خاموش، کیا کہیں کہ الزام لگ گیا، یوسفؑ پریشان

تھے کیا کہیں صفائی دیں، ایک بار دیکھا، سامنے ایک جھولا پڑا ہوا، اُس میں چھوٹا سا بچہ جو ابھی نومولود تھا، یوسفؑ نے کہا اچھا اگر تم مجھے خطا کار سمجھ رہے ہو اے عزیز مصر تو ہم کیا بولیں کیا صفائی دیں اس بچے سے پوچھو، حیران ہوا کہا تم جاؤ پوچھو عزیز مصر گیا، اُس نے کہا بتا خطا کار کون ہے، میری بیوی یا میرا غلام تین دن کے بچے نے آواز دی، کہا عزیز یہ دیکھو کہ دامن کہاں سے پھٹا ہے، اگر دامن پیچھے سے پھٹا تو تیری بیوی خطا کار، دامن آگے سے پھٹا تو یوسفؑ خطا کار، سمجھ جا کہ یوسف بھاگ رہے تھے پیچھے کا دامن پکڑا گیا، اگر رُخ یوسفؑ کا زلیخا کی طرف تو آگے سے دامن پھٹا، اس کے معنی جرم زلیخا کا تھا، فیصلہ ہو گیا، عزیز مصر نے مان لیا، لیکن زلیخا کی یہ زبردستی کہ یوسفؑ کو قید میں ڈال دیا جائے، قید میں ڈال دیئے گئے، ایک عمر قید میں گزر گئی، بائیس تیئس سال کے ہو گئے اور عرصہ گزرا یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ کے کچھ قیدی آئے قید میں وہ آزاد ہوئے یوسفؑ نے کہا جب جانا بادشاہ سے کہنا کہ ایک تیرا ایسا بھی قیدی ہے جو بے خطا ہے اُس کو آزاد کر دے وہ گئے پیغام دینا بھول گئے، کچھ دنوں کے بعد یوسفؑ آزاد ہوئے بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتائی، اُس کے انعام میں آزاد ہو گئے، جب آزاد ہو کر باہر آئے بادشاہ نے کہا تو بڑا ذہین ہے، میں حکومت کے کاروبار میں تجھے شریک کرتا ہوں، حکومت میں شریک ہوئے، ترقی کرتے کرتے وزیر خزانہ ہو گئے، سارے خزانوں کی کنجیاں ہی یوسفؑ کے پاس تھیں، یہاں تک کہ پوری حکومت کا مصر کا کاروبار سنبھالا کہ بادشاہ نے مرتے وقت یہ کہا کہ حکومت تمہارے حوالے ہے، کہاں غلام بن کر آئے تھے، غلام بن کر بکے تھے، کہاں اب اُسی ملک کے بادشاہ ہو گئے، سر پر تاج، اب وہ دن آیا جب کال پڑا، قحط پڑا، شام میں تو یعقوبؑ کے بیٹے اناج لینے مصر آئے، جب یہ پتہ چلا کہ شام کا قافلہ

گیہوں لینے آیا ہے تو بادشاہ یعنی یوسفؑ نے یہ کہا کہ آج گیہوں ہم دینگے، گئے اور کہا لے جاوٴ، پہچان لیا یہ بڑا بھائی، یہ اُس کے بعد یہ اُس کے بعد، لیکن وہ نہ پہچان سکے، سات سال کا چھوٹا بھائی آج بتیس سال کا تھا، وہ نہ پہچان سکے، یوسفؑ نے پہچان لیا اور اُس کے بعد بڑی خاطر ہوئی، لیکن وہ بھائی جو یوسفؑ کا سگا بھائی تھا، بھائی مختلف بیبیوں سے تھے لیکن یوسفؑ جس ماں سے تھے اُس سے ایک اور بھائی تھا اور وہ تھا سگا بھائی اُسے روک لیا کہا اس کو ہم نہ جانے دیں گے، سارے بھائی چلے گئے، وہ رُک گیا، تو اُسے چپکے سے بتا دیا کہ میں تیرا وہ بھائی ہوں جس کو اُنہوں نے کنویں میں پھینک دیا تھا، خوشی ہوئی اب جب یہ واپس پہنچے تو یعقوبؑ نے یہ کہا کہ تم نے میرے ایک بیٹے کو کھویا اب دوسرے کو کھوآئے، خط لکھا اے بادشاہ میرے اُس بیٹے کو بھیج دے جب وہ خط آیا یوسفؑ نے باپ کی تحریر پائی آنکھوں سے لگایا، رونے لگے، اب جب آئے بیٹے تو کہا اچھا دیکھو اب ہم ظاہر کرتے ہیں ہم کون ہیں، دربار میں بتا دیا بھائیوں کو کہ میں وہ ہوں جسے تم نے کنویں میں پھینکا تھا، سب رونے لگے، قدموں پر گر کر رونے لگے، کہا اچھا اب جاوٴ اور جا کر میرے باپ کو لاوٴ اور اُن کو بتا دو کہ تمہارا بیٹا زندہ ہے تو اپنا وہ پیرہن جو جسم پر رہ گیا تھا اُن کو دیا کہ یہ لے جا کر میرے باپ کو دے دو، یوسفؑ کا کُرتا لے کر بھائی چلے، جس وقت پیرہن مصر سے چلا، کافی فاصلہ ہے مصر سے شام کا، جب مصر سے یوسفؑ کا کرتا چلا تو یعقوبؑ اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے کہ میں اپنے بیٹے کی خوشبو پا رہا ہوں میں اپنے بیٹے کی خوشبو پا رہا ہوں، لوگوں نے کہا تم دیوانے ہو گئے ہو، تم تو ہر وقت یوسفؑ کے تصور میں رہتے ہو، وہ تو کب کا مر چکا، کہا نہیں میں خوشبو پا رہا ہوں، وہ قریب آ رہا ہے، بیٹے آئے اور ایک نے آ کر اُس کرتے کو یعقوبؑ کو دیا، یعقوبؑ نے اُسے چوما، جب چہرے پر

ڈالا تو آنکھوں کی روشنی واپس آئی، بیٹوں نے بتایا کہ یوسفؑ زندہ ہے، یعقوبؑ چلے، گیارہ بیٹے، یعقوبؑ، یعقوبؑ کی زوجہ تیرہ آدمی مصر پہنچے تو تاریخ میں یہ ہے کہ ایسا استقبال کیا ہے یوسفؑ نے اپنے باپ کا کہ لشکر جتنے بھی تھے ملک میں سب استقبال میں تھے اور ایک جشن منایا گیا مصر میں کہ بادشاہ کا بچھڑا ہوا باپ آرہا ہے، بھائی آرہے ہیں، ماں آرہی ہے، لیکن جب یوسفؑ چلے استقبال کے لئے گھوڑے پر سوار تھے، اور لے کر سب کو داخل ہوئے تو اب قانون یہ تھا اُس پر عمل کرنا تھا کہ مصر کا قاعدہ تھا ہر آنے والا بادشاہ کو سجدہ کرے، یوسفؑ تخت پر بیٹھے، اب دربار میں سب داخل ہوئے جیسے ہی یعقوبؑ دربار میں داخل ہوئے، سب سے پہلے نظر بیٹے کے شاہانہ جسم پر گئی، تاج پر گئی، دیکھا بیٹا تخت پر ہے، ایک بار یہاں پر سورہ ختم ہوا، وہاں سے شروع ہوا، یہاں پر ختم ہو گیا، ایک بار یعقوبؑ سجدے میں گر پڑے، یعقوبؑ نے سجدہ کیا، تو زوجہ نے بھی سجدہ کیا، زوجہ نے سجدہ کیا تو گیارہ بیٹوں نے بھی سجدہ کیا، شروع ہوا سورہ اس پر کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستاروں نے چاند اور سورج نے سجدہ کیا سورہ ختم ہوا، اس پر کہ گیارہ بھائیوں نے اور باپ نے اور ماں نے سجدہ کیا، قرآن نے بتایا وہ خواب تھا یہ تعبیر تھی، یہاں پر سورہ کو ختم کیا، لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی کہ احسن القصص، یہ تمہید تھی، تو سوال یہ ہے کہ کہا یہ احسن القصص کیوں ہے، میں نے سنا دیا آپ کو، کیا بات ہے اس میں کہ قرآن کا سب سے اچھا یہ قصہ بن گیا، اللہ نے سب سے بہترین قصہ قرار دیا، یہ دیکھنا پڑے گا کس کے لئے آیا ہے، الف لام را الرّا اے آلِ رسولؐ علماء نے لکھا کہ جب رسولؐ کو واقعہ کربلا کی خبر دی گئی، دل میں حزن آیا تو اتنے محزون ہوئے، اتنا روئے کہ ہر وقت رنجیدہ رہنے لگے تو ایک دن جبریل امینؑ آئے اور کہا آپ اور آپ کی اولاد اُس واقعہ کی خبر سن کر

رنجیدہ ہے، قدرت نے آپ کے لئے تحفے میں سورۂ یوسف بھیجا ہے اسے پڑھئے تاریخ یہ ہے کہ جب سورۂ یوسف پڑھا تو مسکرانے لگے، حُزن کے بعد پہلی بار مسکرائے، کیا ربط ہے، آلِ رسولؐ سے سورے کا کیا ربط ہے، واقعہ کربلا سے اس کا کیا ربط ہے، آلِ محمدؐ کا اس سے کیا ربط ہے، اس ربط کو دیکھئے، اور دیکھتے جایئے، تمہارے لئے اس میں نشانیاں ہیں، سمجھنے والوں کے لئے اس میں اشارے ہیں، ہم نے تمہارے لئے نازل کیا، تم بھی سمجھو اور دوسروں کو بھی سمجھاؤ، اس سورے پر دعوت دی جائے اور دعوت یہی ہے کہ ہم نے اسے احسن القصص کہا، کردار کتنے ہیں اس قصے میں، غور کرو، گیارہ ستارے، ایک آفتاب، ایک مہتاب، ایک خواب دیکھنے والا، گیارہ بھائی یوسفؑ کے یوسفؑ کا باپ یوسفؑ کی ماں اور خود یوسفؑ، پورے قصے میں چودہ افراد ہیں، یہ قصہ چودہ افراد کا ہے، نعرہ صلوٰۃ۔

جب ہم چودہ کو ایک جگہ کرتے ہیں تو احسن القصص کہا کرتے ہیں کہ سب سے بہترین قصہ چودہ کا ہوتا ہے اور اب جب آغاز ہوا تو وہ عقائد ہیں آلِ رسولؐ جو تم پیش کرو گے، اُمت کے سامنے اور اُمت یہ کہے گی کہ یہ حرام، یہ حرام، یہ نہیں قبول کرتے وہ قبول نہیں کرتے، تو سورۂ یوسف ہے نشانیوں کے لئے تم کہو گے کہ جان بچانے کے لئے حق چھپانا، تقیہ کرنا جائز ہے، حق ہے، دنیا کہے گی حرام، تو سورۂ یوسف پیش کرو نا بیٹے نے کہا کہ میں نے رات کو خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستاروں نے، آفتاب نے، ماہتاب نے مجھے سجدہ کیا، باپ نے کہا بیٹا تیرا خواب حق ہے، لیکن چھپا لے، بیٹے نے باپ سے کہا یہ بھی نبی وہ بھی نبی، ایک نبی دوسرے نبی سے کہتا ہے حق چھپالو تو سورۂ یوسف نے بتایا کہ جان کو بچانے کے لئے حق کو چھپانا جائز ہے، اسی کا نام تقیہ ہے اور صرف نبی نہیں کرتا تقیہ، حق نہیں چھپایا کرتا بلکہ خدا بھی حق کو چھپاتا

ہے، شب ہجرت رسولؐ کی چادر کے نیچے علیؑ کو لٹایا، چھپایا چاہا یہ علیؑ نہ معلوم ہوں محمدؐ معلوم ہوں اور جہاں محمدؐ ہوں غار میں وہاں مکڑی سے کہا جالا لگا دو، درخت سے کہا اُگ جاؤ، کبوتری سے کہا انڈے دے دے، تہرے پردے میں نبوت کو چھپایا، جہاں محمدؐ تھے کہا یہاں محمدؐ نہ معلوم ہوں جہاں علیؑ تھے وہاں علیؑ نہ معلوم ہوں، علیؑ محمدؐ لگیں، جہاں محمدؐ ہوں وہاں پردے پڑے ہوں، یہ ہے حق کو چھپانا، علیؑ بھی حق، محمدؐ بھی حق تو خدا خود تقیہ کرتا ہے اور ایسا ویسا تقیہ نہیں، اللہ تقیہ کرے تو رسولؐ بھی تقیہ کر لے، حق کو چھپالو، جنگِ وادیٔ رمل تمام ہوئی علیؑ آئے فتح پا کر جس پر یہ سورۂ والعادیات آیا ہے، اسی جنگ کے بعد تو جب رسولؐ استقبال کے لئے چلے، اور علیؑ کو گھوڑے سے اتارا، گرد کو صاف کیا تو بے اختیار کہا، آج تم نے جو کارنامہ کیا ہے ہم اس کے انعام میں تمہیں کچھ دیتے ہیں، لیکن علیؑ اگر ہم تمہاری وہ فضیلتیں بیان کر دیں جو قدرت نے ہم کو بتائیں ہیں تو خدا کی قسم تم جس راہ سے چلو لوگ تمہارے قدموں کی خاک کو اُٹھا کر سر پر ڈالیں، لیکن ہم اُمت سے ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے وہ فضیلتیں بتا دیں تو تمہارے بارے میں وہی کہا جائے گا جو عیسائی عیسیٰؑ کے بارے میں کہتے ہیں، ہم ڈرتے ہیں، ہم نہیں بتانا چاہتے، تمہاری فضیلتیں تو اتنی فضیلتیں تو بیان کر چکے، کیا نہیں کہا علیؑ کے بارے میں اُس کے بعد بھی کہہ رہے ہیں، کچھ فضیلتیں جو اللہ نے علیؑ کی رسولؐ کو بتائیں تھیں، رسولؐ نے چھپا لیا وہ حق تھیں حق کو چھپانا تقیہ ہے، اگر وہ بتا دیتے تو آج دنیا علیؑ کو خدا مان رہی ہوتی، اُسے چھپا لیا، خطرے سے، جہاں خطرہ ہو وہاں چھپایا جاتا ہے، اور اب یہ ہمارا تقیہ کہ ہم نے اس حد تک تقیہ کیا، حکم امام سے کہ جہاں پر بھی ہمارے ائمہ کے قاتلوں کا نام آئے تو ہم اعلان کے ساتھ اُن پر لعنت کریں اور اجازت دے دی کہ حسینؑ کے قاتل کو تم برا کہہ سکتے ہو، اعلان کے ساتھ،

لیکن یہ ہمارا تقیہ ہے کہ ہم صرف ایک واحد چہاردہ معصومینؑ میں ذات ہے کہ جس کے قاتل کو اعلان کے ساتھ ہم برا نہیں کہتے، وہ ہیں زہراؑ یہ ہمارا تقیہ ہے کہ ہم نے ہر امام کے قاتل پر اعلان کے ساتھ لعنت کی، لیکن جو سب سے عظیم شہادت ہے اُس کے قاتلوں کا نام بھی نہیں لیتے، یہ ہمارا تقیہ ہے اس لئے تقیے کی اجازت دی گئی، کتنے فائدے مند چیز ہے۔نعرہ صلوٰۃ۔

جب آئے گا وارث پرچم کھولے گا تو اپنی دادی کے قاتلوں کا نام بتا کر کہے گا، ہم کو ابھی اجازت نہیں تقیہ کا دَور ہے۔آپ نے ہماری تقریر میں دیکھا ہوگا کہ جتنی بھی تقریریں ہوئیں اُس پر ہم نے اصلاحی مسائل پر کوئی بحث نہیں کی، خواتین کی طرف سے فرمائش ہے کہ بعد رسولؐ علیؑ کا جو عہد جو تین خلافتوں میں گزرا، اُس کے بارے میں کچھ کہیں، لیکن ہم نے نہ خلافت کے مسئلے کو لیا، نہ فدک کے مسئلے کو لیا، جتنے بھی اختلافی مسئلے تھے اُس کو موضوع نہیں بنایا، اس لئے کہ یہاں اُس کی ضرورت ہی نہیں تھی یہ سعودی عرب ہے خطرے بہت ہیں مومنین یہاں کے مصیبت میں نہ پڑ جائیں، ہم بولتے ہیں اور خوب بولتے ہیں کراچی میں ان موضوعات پر لیکن یہاں سفارش ہوتی ہے کہلوا دیتے ہیں کہ بھائی سنا ہے ہم وہاں کہا کرتے ہیں کہ اختلافی مسائل پر ہم نے کوئی بحث نہیں کی، اشارے میں یہ تقیہ اب آپ غور کرتے جائیں، یوسفؑ کو لے کر یوسفؑ کے بھائی گئے، کنویں میں ڈال دیا، پھینک دیا وہ غلام بن کر مصر میں بک گئے یہاں جب بھائی واپس آئے تو خوں بھرا کرتا لائے، کہا یہ ہے کرتا یعقوبؑ، پہچان گئے کہ یہ یوسفؑ کا لہو نہیں ہے، یہ نقلی لہو ہے تو اب پتہ چلا کہ اگر لباس پر نقلی لہو لگا کر لایا جائے، اور لانے والے خود قاتل ہوں تو وہ کرتا خود مقتول کا عزیز ہوگا تو پہچان لے گا، تو اب اگر تاریخ میں کہیں پر بھی کسی لباس پر ایسا لہو لگا دیا گیا ہو جو

مقتول کا لہو نہ ہو تو اب وہ تحریک جو ہے وہ نہیں چل سکتی، قاتل جسے چلانا چاہیں گے اب آپ دیکھئے کہ تاریخِ اسلام میں قاتلوں نے لہو لگا کر لباس پر کونسی تحریک چلانا چاہی، بچوں کو جوانوں کو، سمجھا رہا ہوں، ایک دو نہیں صدیوں تک رویا گیا، نقلی لہو پر تاریخ میں موجود ہے، لیکن غم وہی رہ گیا جو لہو سچا تھا، ماتم نہیں تھا، ماتم کروایا جاتا تھا کہ روز چیخ کر ماتم کرو، اُن کا وہ شہید ہیں، لیکن جو شہید تھا اُس کا غم رہا جو شہید نہیں تھا اُس کا غم نہیں رہا، کوئی نہیں روتا، آج بھی ہمارے کراچی میں لوگ کہتے ہیں کہ آپ لوگ روتے کیوں نہیں، ہم ذکر کر رہے ہیں، آپ روتے کیوں نہیں تو لوگ کیا روئیں، کیسے روئیں، کہیں درد اُبھرے تو روئیں، اور جہاں پیغام درد کے موضوع پر مسلسل جا رہا ہے وہاں تو روئیں گے نہ روئیں گے، دل روئے گا، صورت بنائیں گے، شریک ہو جائیں گے غم میں تو اب وہ کرتا جو آیا یوسفؑ کا یعقوبؑ پہچان گئے کہ یہ لہو یوسفؑ کا نہیں ہے، معلوم ہو گیا علمِ نبوت سے کہ بیٹا مرا نہیں زندہ ہے، لیکن اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں، اتنا روئے اتنا روئے، روتے جا رہے ہیں، معلوم ہے کہ بیٹا زندہ ہے، دنیا نے کہا حسینؑ شہید ہیں، شہید زندہ ہے اور زندہ کا ماتم کرنا بدعت ہے، یعقوبؑ نے بتایا بیٹا زندہ ہے لیکن میں رو رہا ہوں، رو کر بتایا کہ زندہ پر رونا نبوت کی سیرت ہے، نبی کا عمل ہے تو حسینؑ شہید ہو کر زندہ ہیں تو اگر یعقوبؑ جیسا نبی رو سکتا ہے تو ہم بھی زندہ کو رو سکتے ہیں اور اتنا روؤ اتنا روؤ کہ آنکھ سفید ہو جائے یعنی بے خود ہو جاؤ، دیدے بہہ جائیں۔ اب یعقوبؑ نے بتایا کہ اس منزل تک پہنچ سکتا ہے اُس کا ماتم زندہ کا کہ احساس غم ختم کر دیا جائے، حس ایسی ہو جائے کہ انسان عشق میں ڈوب جائے تو زنجیر کا ماتم، اتنی زور سے ہاتھ لگے کہ سینہ پھٹ جائے، اپنے دیدوں کو بہا کر بتایا کہ جسم کو تکلیف پہنچائی جا سکتی ہے، جائز ہے شہید

کے ماتم کے لئے زندہ کے ماتم کے لئے اوراب اُس کے بعد ماتم گھر میں نہیں کیا، بیٹے کا ایک کمرے میں بیٹھتے، گھر بند کرتے اور بیٹے کو یاد کر کے روتے ، دنیا کو کیا دلچسپی ہے یعقوبؑ کے بیٹے سے، لیکن نہیں روز صبح ہوتی، گھر کے باہر دروازے پر بیٹھ کر، کیوں یہ کیا بات ہے اے یعقوبؑ شاہراہ پر بیٹھ کر روتے ہو، گاؤں گاؤں جا کر روتے ہو، لوگوں کو بتا کر اپنا رونا سناتے ہو، چیختے ہو، چلاتے ہو، ہمسائے کی نیند تباہ ہوتی ہے، محلے والے پریشان ہوتے ہیں، چلنے والے رُک جاتے ہیں، تو بات کیا ہے۔ آپ باہر نکلئے، کھڑے ہو کر قہقہہ لگائیے، ہنسیئے کوئی اپنے گھر سے نکل کر نہیں پوچھے گا، ہنس کیوں رہے ہو، قہقہہ کیوں لگا رہے ہو، اور ذرا یہاں کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر رونے لگیئے، سارے گھروں کے دروازے کھلیں گے سب آ کر پوچھیں گے بھائی کیا ہوا، رو کیوں رہے ہو، یعنی رونا جو ہے جاتے ہوئے قدموں کو واپس بلاتا ہے، روکتا ہے، ہنسنا جو ہے وہ کسی کو واپس بلایا نہیں کرتا، یعقوب نے بتایا کہ میں مجمع لگا رہا ہوں، میں لوگوں کو بلا رہا ہوں، اب جو باہر آ کر شاہراہ پر روتے تو ایک ایک گھر سے لوگ نکل کر پوچھتے ہیں یعقوبؑ کیا ہوا، جاتے ہوئے لوگ رُک جاتے ہیں کہ اُس ضعیف کو کیا ہوا، اب جب وہ پوچھتے کیا ہوا تو وہ سناتے، میرا ایک بیٹا تھا، یہ لے گئے تھے لے جا کر اس کو پتہ نہیں کہاں کھو دیا، میں ڈھونڈتا ہوں وہ ملتا نہیں، لیجئے ایک آنسو سے داستان شروع ہوگئی، اب پتہ چلا کہ رونا وہ ہے کہ پوری کہانی سناتا ہے مجمع لگاتا ہے، بھیڑ لگاتا ہے، پیغام کو عام کرتا ہے تو اب کیا ہوا، اب کیا ہوا، یوسفؑ کے بھائیوں نے دیکھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، یہ روز باہر جا کر روتے ہیں، مجمع لگتا ہے، لوگ پوچھتے ہیں کیا ہوا، اور یہ بیان کرتے ہیں تو جب مقتول کا ذکر آتا ہے تو قاتل کا نام آتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک دن ہمارا پول کھل جائے، اس داستان کو بیان کرنے میں،

ہم پکڑے جائیں کہ قاتل ہم ہیں اب پتہ چلا کہ اُن کا غصہ بڑھنے لگا، وہ چاہتے تھے کہ یعقوبؑ کا رونا رُک جائے، جہاں کوئی روئے اور دوسرا چاہے کہ رونا رُک جائے، سمجھ جایئے روکنے والا قاتل کا ساتھی ہے، روکو اگر یہ بین کرتا رہا تو قاتل کے نام معلوم ہونگے، قاتلوں کے نام معلوم ہونگے، نقابیں چاک ہو جائیں گی، اسی ڈر سے تو چاہا کہ غمِ حسینؑ رُکے، بات یزید سے سقیفہ تک پہنچے گی، روک دو۔ روکو رونا تو یہ چاہا کہ رونا رُک جائے، بہت کوشش کی کہ یعقوبؑ کو گھر میں بند کر کے رکھیں، لیکن داستان عام کر دی، گاؤں گاؤں قریہ قریہ پہنچا دیا، مصر تک بات پہنچ گئی کہ یعقوبؑ کیسے روتے ہیں اور وہی بھائی جب ضرورت پڑی تو اُس در پر پہنچے اور کہا گیہوں دے دو، تو جب پہنچے تو گیارہ بھائی اُس کو پہچان نہ سکے، اُس نے انہیں پہچان لیا، وہ نبی تھا اُس نے انہیں پہچان لیا کہ کون ہیں، یہ اُن کو نہ پہچان سکے، قدرت نے بتایا کہ ایک گھر میں پلنے والے ایک باپ کی اولاد یہ سب ہادی کو نہ پہچان سکے، لیکن ہادی اُسے پہچان لے تو ہمارے لئے آسان ہے کہ ہادی موجود ہو، اُمت اُسے پہچان نہ سکے وہ اُمت کو پہچانتا ہو، تو اب مہدیؑ پر اعتراض کیا ہے، وہ پہچان رہا ہے ہم نہیں پہچانتے تو کیا ہوا، یوسفؑ نے بتا دیا کہ وہ ہمیں پہچان نہ سکے اور پھر اُس کے بعد کرتا آیا، جب کرتا آیا تو پتہ چلا کہ لباس شبیہ ہے یہ سب اشارے بنتے ہیں، یہ اشارے بنتے ہیں اور اتنا اثر ہوتا ہے نبی کے لباس میں کہ ایک نبی کی بینائی واپس آتی ہے تو ایک عام انسان کا کیا پوچھنا، دعبل مشہور شاعر ہے امام رضاؑ کے دور کا اور ہر سال محرم کی مجلس پڑھنے امام کی دعوت پر جاتا ہے مدینے، ایک سال جب چلنے لگا تو بہن نے کہا کہ ہر سال جاتا ہے، امام تجھے کچھ دیتے نہیں، مجلس کی پڑھوائی، کہا ایسی بات مت کہہ، میں خود خدمت کرتا ہوں، مجھے اُس کا صلہ نہیں چاہئے، اُس نے کہا کچھ تو کبھی امام تجھے

دیتے، کہا ایسا مت کہ اُنہیں خبر ہو جائے گی، آیا مجلسیں پڑھیں، دس دن پڑھ کر جب جانے لگا، آخری مجلس جب پڑھ کر منبر سے اترا تو امام کھڑے ہو گئے، سینے سے لگایا اور اپنی عبا اُتاری اور اُتار کر دعبل کو پیش کی، کہا ہمیں علم ہے کہ تیری بہن نے یہ کہا ہے ہم تجھے تحفہ نہیں دیتے ہیں، میرا لباس لے جا، معصوم کا لباس لے کر چلا، تاریخ میں ہے کہ جب گاؤں پہنچا تو لوگوں کو پہلے اطلاع ہو چکی تھی کہ دعبل امام رضاؑ کی عبا لے کر آ رہا ہے، گاؤں والوں نے ایسا گھیرا تو جب گھر پہنچا تو عبا کا ایک ٹکڑا بچا، سب لے گئے، تبرک سمجھ کر صرف ٹکڑا بچا اور جب گھر آیا تو اُس ٹکڑے کو نابینا بہن کی آنکھوں پر یہ کہہ کر رکھ دیا، تو نے شکوہ کیا تھا دیکھو امام کو خبر ہو گئی ایسا تحفہ دیا جو کسی کو نہیں مل سکا، ادھر ٹکڑا آنکھ پر آیا، بینائی آ گئی کہا دیکھا تحفہ وہ ایسے دیتے ہیں تو امام کے لباس کا ٹکڑا، اگر اندھی آنکھوں پر پڑے تو روشنی آتی ہے، یہ سورۂ یوسفؑ نے بتایا یہ آئمہؑ کی سیرت ملاتے جائیں، اب اس کے بعد دیکھتے جائیں، نعرہ صلوٰۃ۔ یوسفؑ بکے، کیا کہا، یہ کاغذ رکھ دو، کیا لکھا؟ قرآن کی چھوٹی سی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو ہر نبی کے صحیفے میں موجود جو صحیفہ یعقوبؑ کے پاس ہے اسحاقؑ کا اُس میں بھی موجود، یوسفؑ نے کاغذ پر لکھا، کہا رکھ دو، آپ کو یاد ہو گی عباس جعفری صاحب کے یہاں کی تقریر جو میں نے کہا تھا کہ نبی کاغذ اور قلم مانگ رہا ہے، نقصان کس کا، نہ دیں تو اُمت کا نقصان، اُمت سمجھی کہ نہ دیا تو ہمارا نقصان دے دیا، مصر والے بہتر تھے اُن مسلمانوں سے قلم کاغذ دے دیا، معلوم ہوا کہ کیا وزن ہے ایک نبی کا اب وزن کیا، یوسفؑ کا وزن اتنا ایک نبی کا وزن اتنا ہے کہ قرآن کی ایک چھوٹی سی آیت میں تُل جائے، بہت غور سے سنیئے اور کل کی مجلس آپ کو یاد ہے، زیدی صاحب کے یہاں کی بچوں اور جوانوں کو کیا کہا تھا، میں نے پندرہ روٹیاں پندرہ روٹیاں گئیں جواب میں کیا

آیا تیس آیتوں کا سورہ، سورۂ دہر، پندرہ کا دونا کیا ہوتا ہے تیس، پندرہ روٹیاں گئیں آیتیں آئیں تیس، اب ذرا میرے ساتھ حساب لگایئے ہر روٹی کا وزن کیا ہوا، دو آیتیں آلِ محمدؐ کے گھر کی ایک روٹی کا وزن دو آیتوں کے برابر ایک روٹی دو آیتوں میں تُلتی ہے ایک نبی ایک آیت میں تُلتا ہے، جس گھر کی روٹی کا وزن دو آیتوں کے برابر ہو تو خود اُن کا وزن کیا ہوگا۔ (نعرہ صلوٰۃ)

زہراؑ کے ہاتھ کی ایک روٹی دو آیتوں میں تُلتی ہے، قدرت کے یہاں سے تو اُن کا اپنا وزن کیا ہوگا۔ اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثقلین دو برابر کی چیزیں چھوڑ کر جا رہے ہیں، قرآن اور اہلِ بیتؑ دونوں برابر ہیں، ایک پلّے میں رکھ کر دیکھ لو کہ قرآن اور اہلِ بیتؑ دونوں برابر ہیں، بِک گئے گھر میں آ گئے، گھر میں آئے زلیخا نے نظر ڈالی نظر ڈالی بھاگے دامن پھٹا، کہا بچے سے پوچھ لو، بچے نے گواہی دی سورۂ یوسف نے بتایا کہ جھولے کا بچہ بولتا ہے اور جب بولے گا تو عصمت کی گواہی دے گا، نبوت کی گواہی دے گا رسالت کی گواہی دے گا تو یاد رکھنا کہ اگر مریمؑ کا بیٹا جھولے میں بول کر اپنی ماں کی عصمت کی گواہی دے، اگر یہ بچہ جو معصوم نہیں ہے ایک نبی معصوم کی گواہی دے تو یاد رکھنا بچوں کی گواہی قدرت کے یہاں قابل قبول ہے، قرآن نے ایک معیار بتایا کہ معصوم بچّہ گواہی دے ہمارے نبی کی، ہم قبول کرتے ہیں، لیکن فدک کے معاملے میں زہراؑ سے یہ کہا گیا تھا گواہ لاؤ، کہا میرے دونوں بچے حسنؑ حسینؑ گواہی میں ہیں کہ فدک میرا ہے، کہا بچوں کی گواہی قابل قبول نہیں، کہا قرآن کے خلاف قرآن کہتا ہے کہ بچوں کی گواہی قابلِ قبول، تم کہتے ہو کہ تم قرآن سے ہٹ کر بات کر رہے ہو، تو نہ تم نے قرآن کو لیا نہ اہلِ بیتؑ کو لیا، تمہارے پاس کیا ہے شہزادی کھڑی دربار میں کہہ رہی ہے کہ ان بچوں کی گواہی قابل قبول نہیں تو مباہلے میں

قدرت یہ کہہ رہی ہے کہ میری توحید پر گواہ ہیں حسنؑ و حسینؑ تو جہاں بچہ گواہ بن جائے اور یہ کہہ دیا جائے بچہ گواہ نہیں تو قرآن کے خلاف ہے، کہا یہ تھا کہ کتاب کافی ہے، لیکن کتاب کافی نہ ہوئی، زہراؑ نے کتاب سے مثال دے کر بتایا کم از کم دو بچے تو ہیں قرآن میں نا کہ جنھوں نے عصمت کی گواہی دی ہے، نبوت کی گواہی دی ہے۔ آگے بڑھی بات یوسفؑ بادشاہ ہو گئے اور اُس کے بعد تقریر ختم ہوگئی میری یہاں قصہ تمام ہوا، بوڑھے ہوئے اور بھئی اعلان بھی کر دیا کہ فلاں میرا وارث ہے اور میرے بعد اس کو مل جائے گی حکومت، ادھر اعلان کیا یہ مرا ولی، یہ مرا جانشین، وحی ہوئی کیا وحی ہوئی، یوسفؑ اپنا جانشین تم نے اپنی مرضی سے بنالیا تمہیں نہیں معلوم، آدمؑ نے وارث بنایا میرے اذن سے، نوحؑ نے سام کو وارث بنایا میرے اذن سے، ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو وارث بنایا میرے اذن سے، موسیٰؑ نے ہارونؑ کو وارث بنایا میرے اذن سے، یہ تم نے کیا کیا، تو کہا مالک پھر کون وارث ہے کہا ہم جسے کہیں گے وہ تمہارا جانشین بنے گا، کہا مالک کون ہے، کہا جاؤ جنگل میں جاؤ، فلاں درخت کے پاس ایک لکڑیاں کاٹنے والا ملے گا، اُسے لاؤ، لا کر اپنا وزیر بنالو، وہی تمہارا جانشین ہے، گئے ملا وہ نوجوان لائے اُسے لا کر اعلان کر دیا، یہ میرا وزیر، یہ میرا جانشین جب بن گیا، عہدہ مل گیا یوسفؑ نے کہا معبود اب بتا تو دے یہ ہے کون، کہا بھول گئے عصمت پر حرف آ رہا تھا زُلیخا نے دامن تھاما تھا، تم بچ نہیں سکتے تھے، اگر یہ بچہ بول کر تمہاری گواہی نبوت اور عصمت کی نہ دیتا، یہ وہ بچہ ہے، اب سمجھے جو بچپن میں نبی کی عصمت و نبوت کی گواہی دے قرآن میں وہ وزیر بنا کرتا ہے، جس نے دعوتِ ذوالعشیرہ میں گواہی دی ہے، غدیر میں وہ بنے گا، نعرہ صلوٰۃ۔ غدیر میں وہی بنے گا، اُس کا اعلان ہوگا، اور وہی بنا اور آخر میں دستور یہ ہے کہ باپ کا احترام کیا جائے اس سورے کو

یہاں پر ختم کیا، اس مقام پر ختم کیا کہ یوسف تخت پر یعقوبؑ آئے، سجدہ کیا، گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے گئے، بیٹے کے قدموں سے لپٹ گئے، ایک بار ملک آیا، اُس نے کہا اے نبی اللہ، اے یوسفؑ ذرا اپنے ہاتھ کو بلند کرو، یوسفؑ نے ہاتھوں کو بلند کیا، یوسفؑ نے دیکھا دو انگلیوں کے درمیان ایک نور تھا جو نکلا اور چلا گیا، ڈر گئے، کہا یہ کیا، کہا تمہاری نسل سے نبوت لے لی گئی، دیکھا آپ نے، تمہاری نسل سے نبوت لے لی گئی حکم الٰہی ہے، کہا کیوں، کہا باپ آیا استقبال کے لئے کھڑے نہیں ہوئے، باپ آیا بیٹھے رہے تخت پہ، یہ ہے باپ اور ماں کا احترام، جو قرآن میں ہے کہ نبیؑ بھی اگر ہو اور باپ کے احترام میں اگر تعظیم نہ ہو تو نسل سے نبوت چلی جاتی ہے، ایک عام انسان کا کیا پوچھنا کہ اگر اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرے یہ ہے قرآن میں اور یہی تعلیم ہے جو آلِ محمدؐ نے دی اور بتایا، کربلا کی لڑائی لڑائی نہیں تھی، یہ بتانا تھا کہ یہاں پر یہ دیکھو کہ چھوٹا بڑے سے کیسے ملتا ہے، رشتوں کی پہچان، معاشرے میں تہذیب و تمدن، ثقافتیں دی جا رہی ہیں، بھانجوں کو دیکھو، بیٹوں کو دیکھو، بھتیجوں کو دیکھو، چھوٹوں کو دیکھو، بڑوں کو دیکھو، ایک پورا انداز ہے اور اب آخر میں یہ عرض کروں گا کہ بچھڑے ہوئے لوگ ملے، برسوں کا چھوٹا ہوا بیٹا باپ سے ملا، سب زندہ اور سلامت ملے، لیکن جب عاشور کی صبح آئی تھی تو یہ کیسے پتہ کہ کون کس سے ملے گا اور کون کس سے ملے گا، اور اُس کا اہتمام اسی طرح ہوا تھا کہ حسینؑ نے یہ ذمہ داری کہ کون جائے گا، کون نہیں جائے گا، صرف دو ہستیوں کو دی، ایک عباسؑ کو ایک زینبؑ کو، عورتوں میں کون جائے گا، کون نہیں جائے گا، زینبؑ تم جانو اور مردوں میں کون جائے گا، اور کون نہیں جائے گا، عباسؑ تم جانو، پتہ چلا دونوں ہستیاں راز دارِ امامت تھیں، جو امام کو معلوم ہے وہ ان دونوں کو بھی معلوم ہے، فیصلہ ہو گیا، اور امامِ محمد باقر

علیہ السلام سے جب پوچھا گیا کہ ابن عباس کیوں نہیں گئے، عبداللہ ابن جعفرؑ کیوں نہیں گئے، محمد حنفیہؒ کیوں نہیں گئے، اُمِ سلمٰیؑ کیوں نہیں گئیں، اُم البنینؑ کیوں نہیں گئیں، تو آپ نے فرمایا کہ رسولؐ کے لکھائے ہوئے نام موجود تھے، ہمارے پاس نہ اُس سے ایک کم ہوسکتا تھا نہ ایک زیادہ ہوسکتا تھا، وہی گئے، جنہیں کربلا جانا تھا، وہ نہیں گئے جنہیں نہیں جانا تھا اور وہ سب گئے جن کو جانا تھا، اور وہ لشکر جس میں سب سے چھوٹا سپاہی چھ ماہ کا نو سال دس سال، اٹھارہ سال چودہ سال یہ سپاہی ہیں حسینؑ کے اور صبح کو لشکر تیار ہوا، درِ خیمہ پر روکا، اندر کون گیا، اندر کون گیا، خیمے میں حسینؑ عباسؑ علی اکبرؑ قاسمؑ عونؑ و محمدؑ کس سے ملنے شہزادی زینبؑ سے صبح کی نماز تمام ہوئی اور کیوں گئے ہیں کنیزوں کو حکم ہے وہ صندوق کھولے جائیں جس میں تلواریں ہیں، لباس ہے، علم ہے، لاؤ زینبؑ آج علم تم سجاؤ گی، زینبؑ نے آج عَلم سجایا، خیمے کے صحن میں جب عَلم سجا تو میر انیسؔ کہتے ہیں اس علم کی شان دیکھیں یہ پنجہ ادھر چمکتا تھا اور آفتاب اُدھر، اس سے بہتر تعریف نثر اور نظم میں علم کی نہیں:

پنجہ اِدھر چمکتا تھا اور آفتاب اُدھر اُس کی ضیاء تھی خاک پر ضو اِس کی عرش پر
زر ریزیِ علم پہ ٹھہرتی نہ تھی نظر دولہا کا رُخ تھا سونے کے سہرے میں جلوہ گر
تھے دو طرف جو دو علم اس ارتفاع کے
اُلجھے ہوئے تھے تار خطوطِ شعاع کے

اور انیسؔ کہتے ہیں ایک بار مڑ کر بہن سے پوچھا کہ تم بتاؤ یہ علم کسے ملے گا، ہم کسے دیں گے علم، بھائی کی طرف دیکھ کر کہا کہ علیؑ کی وصیت یہ تھی کہ علم عباسؑ کو ملے گا، علی اکبرؑ سے کہا عباسؑ کو بلاؤ، عباسؑ آئے سر کو جھکائے ہوئے اور یہ کہہ کر عَلم دیا کہ یہ عنایت بہن کی ہے۔ عباسؑ زینبؑ کے ہاتھ سے عَلم کو لے کر تم اس لشکر کے علمدار

ہوگئے، لشکر انتظار میں ہے کہ علمدار علم لے کر باہر نکلے، اب ایک بار انیسؔ نے خیمے کا منظر نگاہوں میں دِکھا دیا، یہ ہے اُردو ادب کا معجزہ کہ ایک ہی مرثیے میں بند ہے، بدلتا ہے اِدھر سے اُدھر خود سامنے دیکھتا ہے، غازی دیکھتا ہے اور اس طرف باہر جو لشکر ہے، ایک بار کہتے ہیں وہ انتظار میں لشکر ہے کہتے ہیں:

ساونت، بُردبار، فلک مرتبت، دلیر　　عالی منش صبا میں سلیماں، وغا میں شیر
گردانِ دہر ان کی زبردستیوں سے زیر　　فاقے سے تین دن کے مگر زندگی سے سیر
دنیا کو ہیچ و پوچ سراپا سمجھتے تھے
دریا دلی سے بحر کو قطرہ سمجھتے تھے

اللہ نے دل ان کے وفا سے بنائے تھے　　اور جسمِ پاکِ خاکِ شفا سے بنائے تھے
سینے خمیرِ صدق و صفا سے بنائے تھے　　دستِ عطا جود و سخا سے بنائے تھے
اور لکھ گیا تھا ازل سے یہ سرنوشت میں
پہنچیں گے یہ حسینؑ سے پہلے بہشت میں

اصحاب کی تعریف، اس سے بہتر نہیں ہوسکتی کہ جنّت میں قدم رکھا تھا، اصحاب نے حسینؑ نے پہلے استقبال کیا، رسولؐ نے اور علیؑ نے اور پھر منظر بتایا، اب جو علم ملا تو انیسؔ کہتے ہیں، سب سے پہلے زینبؑ کے جو قریب آئیں وہ زوجہ عباسؑ تھیں۔

یہ سُن کے آئی زوجۂ عباسِؑ نامور　　شوہر کی سمت پہلے کنکھیوں سے کی نظر
لیں سبطِ مصطفیٰ کی بلائیں بہ چشمِ تر　　زینبؑ کے گرد پھر کے یہ بولی وہ نوحہ گر
فیض آپ کا ہے اور تصدق امام کا
عزّت بڑھی کنیز کی رُتبہ غلام کا

قسمت وطن میں خیر سے پھر شہ کو لیکے جائے یثرب میں شور ہو کہ سفر سے حسینؑ آئے

اُم البنینؑ جاہ و حشم سے پسر کو پائے جلدی شب عروسیٔ اکبرؑ خدا دکھائے

مہندی تمہارا لال ملے ہاتھ پاؤں میں

لاؤ دلہن کو بیاہ کے تاروں کی چھاؤں میں

اور وہ دن مدینے میں شور ہوا کہ حسینؑ کا قافلہ واپس آ گیا، تقریر تمام ہوئی، حسینؑ کا قافلہ واپس آیا، مدینے کے ہر گھر کا دروازہ کھلنے لگا اور بشیر مدینے کے چوراہے پر پکار رہا تھا، اے مدینے کے رہنے والو اٹھائیس رجب کو جو قافلہ گیا تھا وہ واپس آ گیا، لوگ چلے، تاریخ میں ہے سب سے پہلے مدینے میں نو اور دس سال کے بچے اور اٹھارہ اور اُنیس سال کے نوجوان کمر میں تلواریں لگائے پہلے آگے بڑھے اور آگے بڑھ کے مجمعے کو ہٹا کر بشیر کے قریب آئے، اور گھوڑے کے قریب آ کر سب پوچھ رہے تھے بشیر یہ بتا کیا عونؑ و محمدؑ آ گئے، بشیر یہ بتا، ہمارے علی اکبرؑ آ گئے، قاسمؑ آ گئے، اب وہ کسی کو جواب نہیں دیتا، بس یہ کہتا ہے روضۂ رسولؐ پر چلو، وہاں معلوم ہوگا روضۂ رسولؐ پر چلو، وہاں پتہ چلے گا، مجمع بڑھتا جا رہا ہے، روضۂ رسول پر ایک بار آگے جب بڑھا بشیر تو اُس مجمعے کو ہٹا کر ایک بلند قد کی بی بی آگے بڑھی، ایک چھوٹے سے بچے کی انگلی پکڑے ہوئے، جس کی پیشانی چاند سی چمک رہی تھی، ایک بار جب بشیر نے آواز دی کہ قافلہ آ گیا تو وہ بچہ اُس بی بی سے ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھا اور بشیر کی رکاب کو ہلا کر کہا بشیر یہ بتا کہ میرا بابا آ گیا، میرا بابا آ گیا، تو بے اختیار بشیر کہتا ہے کہ میں گھوڑے سے کود پڑا، اس مجمعے میں چھوٹا بچہ کچل نہ جائے میں نے اُس بچے کو گود میں اُٹھا لیا تو بے اختیار اُس نے سوال کیا کہ بتا میرا بابا آیا، کہا شہزادے پہچانا نہیں، کس کو پوچھ رہے ہو، کہا بتا کہ یہ علم تو جس کا لے کر آیا ہے بتا میرا بابا عباسؑ آیا یا نہیں

آیا، کیا کہیۓ بشیر صاحبزادے، روضۂ رسولؐ پر چلو وہاں معلوم ہوگا، وہاں چلو اور جب روضۂ رسولؐ پہنچ کر بشیر نے یہ اعلان کیا کہ حسینؑ قتل کر دیۓ گئے، ایک قافلہ لٹا ہوا قافلہ آیا ہے، اب جو اعلان کیا تو سب سے پہلے وہی بلند قد کی جو بی بی کھڑی تھی، اُس نے، فرمائش کی گئی تھی کہ ایک بار ذکر کیجیۓ گا اس شہید کا اس علمدار کا اس لئے آخری تقریر حضرت عباسؑ پر ختم کر رہا ہوں، علیؑ کے بہادر بیٹے کے ذکر پر بے اختیار وہ بی بی کھڑی ہوگئی اور کہا بشیر پھر کہہ تو نے کیا کہا، کہا حسینؑ قتل کر دیۓ گئے، کہا اچھا حسینؑ قتل کر دیۓ گئے، تو یہ بتا میں تجھ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ بتا کہ عباسؑ کہاں گیا تھا، کہا بی بی ذرا ٹھہرو، بی بی پوری بات سنو، جب حسینؑ کی شہادت ہوئی عباسؑ نہیں تھے، تمہارے چاروں بیٹے مارے جا چکے تھے، وہ فرات کے کنارے سو چکے تھے، جب حسینؑ قتل ہوۓ یہ سننا تھا کہ بیٹے چاروں مارے گئے تو نہ چیخ کر روئیں نہ اُس کے آگے کچھ سنا ایک بار چادر کو سنبھالا، روضۂ رسولؐ سے نکلیں اور بقیع میں پہنچیں، زہراؑ کی قبر پر پہنچیں، اپنے آپ کو قبرِ زہراؑ پر گرا دیا کہا بی بی! اُم البنینؑ سے خوش ہونا میرے بیٹے تمہارے بیٹے کے کام آۓ، اب میں روؤں گی تو تمہارے لعلؑ کے لئے میں عباسؑ کو نہیں روتی، میں عبداللہؑ اور جعفرؑ کو نہیں روتی۔

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی تقاریر کے مجموعے شائع ہوگئے ہیں

۱۔ قاتلانِ حسینؑ کا انجام............ قیمت ۲۵۰ روپے

۲۔ تاریخ شیعیت.................. قیمت ۲۰۰ روپے

۳۔ علم زندگی ہے.................. قیمت ۳۰۰ روپے

۴۔ قرآن کی قسمیں.................. قیمت ۲۵۰ روپے

۵۔ اسلام پر حضرت علیؑ کے احسانات... قیمت ۲۵۰ روپے

۶۔ عظمتِ حضرت ابوطالبؑ....... قیمت ۲۵۰ روپے

...... تقاریر ......

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.
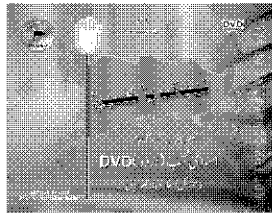
منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان